

سیرالقطاب

حشت^{رح}

تذکرہ خواجگان

مصنف

حضرت اہدیہ ابن شیخ عبد الرحیم

قدس اللہ سرہ العزیز

مترجم

پروفیسر محمد معین الدین دروانی

ایم اے علیگ

تفہیم اکیڈمی

سٹرین روڈ کراچی

سیر الاقطاب

اردو ترجمہ

تذکرہ خواجگانِ چشت

مصنف

حضرت الہدیہ ابن شیخ عبدالرحیم

قدس اللہ سرہ العزیز

مترجم

پروفیسر محمد معین الدین دروانی

ایم اے علیگ

نفیس الیومی

اسٹریچن روڈ - کراچی ۷

جملہ حقوق طبع و اشاعت داسی و تصحیح و ترمیم

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندی

مالک

نفیسے اکیڈمی اسٹریٹ روڈ کراچی
محفوظ ہے

بہ اہتمام

۱۰۶۷۸

☆ طارق اقبال گاہندی

انسٹ ایڈیشن
طبع دوم نمبر ۱۹۶۹ء

۲۱۳۳۰۳

ٹیلیفون

قیمت



مطبوعہ: نفیسے اکیڈمی آفسٹ پرنٹرز کیمبل روڈ کراچی ۱ فون ۲۱۳۶۲۲

فہرست مضامین



مضامین

عرض ناشر

نمبر شمار

صفحہ

۱۳	۱	ذکر امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
۱۷	۲	ذکر قطب الاقطاب حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ
۲۵	۳	ذکر قطب المشائخ شیخ الاسلام حضرت شیخ عبدالواحد بن زید قدس اللہ سرہ
۳۷	۴	ذکر سراج الواصلین حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہ
۴۴	۵	ذکر فخر شیوخ عالم حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم قدس اللہ سرہ
۵۱	۶	ذکر قطب المحققین حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی قدس اللہ سرہ
۷۰	۷	ذکر تاج العارفین حضرت شیخ ہبیرہ بصری قدس اللہ سرہ
۷۴	۸	ذکر شیخ المشائخ حضرت ممشاد علو دنیوری قدس اللہ سرہ
۷۷	۹	ذکر شمس الاولیاء حضرت خواجہ ابواسحاق شامی قدس اللہ سرہ
۸۳	۱۰	ذکر قطب المتقین حضرت شیخ ابوالحمد حشمتی قدس اللہ سرہ
۷۷	۱۱	ذکر حجت المشائخ حضرت شیخ ابومحمد حشمتی قدس اللہ سرہ
۹۵	۱۲	ذکر سید الاولیاء حضرت ناصر الدین خواجہ ابویوسف قدس اللہ سرہ
۱۱۱	۱۳	ذکر سلطان المشائخ حضرت خواجہ مودود قدس اللہ سرہ
۱۲۴	۱۴	ذکر قطب الزاہدین حضرت شیخ حاجی شریف زندی قدس اللہ سرہ
۱۲۹	۱۵	ذکر امام الاولیاء حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ
۱۵۴	۱۶	ذکر غوث صمدانی حضرت عبدالقادر محی الدین جیلانی قدس اللہ سرہ

۱۳۶	ذکر سلطان الاتقیا حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ	۱۷
۱۴۸	ذکر آشنائے قلزم بیہوشی حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس اللہ سرہ	۱۸
۱۸۵	ذکر قطب الکامین حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج قدس اللہ سرہ	۱۹
۱۹۹	ذکر فرید دہر حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر قدس اللہ سرہ	۲۰
۲۰۵	ذکر شمس الاولیا حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی قدس اللہ سرہ	۲۱
۲۱۳	ذکر قطب ربانی حضرت شیخ المشائخ جلال الدین کبیر الاولیا قدس اللہ سرہ	۲۲
۲۲۷	ذکر قدوۃ الاولیا حضرت شیخ احمد عبدالحق رودلوی قدس اللہ سرہ	۲۳
۲۳۷	ذکر شیخ المشائخ حضرت بہرام بیٹ دولوی قدس اللہ سرہ	۲۴
۲۴۴	ذکر عمدة العارفين حضرت شیخ نظام سنامی قدس اللہ سرہ	۲۵
۲۴۵	ذکر شیخ الطریقیت محرم رازحفی وجلی حضرت خواجہ شبلی بن شیخ جلال الدین کبیر الاولیا قدس اللہ سرہ	۲۶
۲۴۶	ذکر خلاصتہ الاولیا حضرت خواجہ عبدالقدوس قدس اللہ سرہ	۲۷
۲۴۷	ذکر شمع بزم اہتدا حضرت خواجہ عبدالکبیر اولیا قدس اللہ سرہ	۲۸
۲۴۸	ذکر ملک المشائخ حضرت شیخ عثمان زندہ پیر قدس اللہ سرہ	۲۹
۲۴۰	ذکر برہان الاتقیا حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ	۳۰
۲۴۱	ذکر حجت المحققین محب الاولیا حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ	۳۱

فہرست عنوانات

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳	حضرت علیؑ کے خلفاء	۲۰	ایک مفلس کی حاجت روائی کا وقت	۱۷	امیر المؤمنین حضرت علیؑ
۲۲	شہادت	۲۰	ایک اعرابی کے قرض کی ادائیگی	۱۸	فقر و قناعت
۲۵	حضرت خواجہ حسن بصریؒ	۲۲	اتباع رسولؐ	۱۸	خوف خدا
۲۵	خرقہ فقر و ارادت	۲۲	کمال ریاضت	۱۸	مجاہد نفس

۵۰	وفات ۲۵	وفات ۲۶	حسب و نسب
۵۱	حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم	حضرت شیخ عبدالواحد بن	حلقہ ارادت میں شمولیت
۵۱	شجرہ نسب ۲۸	عبادت و ریاضت ۲۶	درویشوں کی سرداری
۵۱	خرقہ فقر و ارادت ۲۸	عارف غلام ۲۷	حضرت ام المؤمنین سلمہ کی دعا
۵۲	حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم	خیرات کا صلہ ۲۷	عطیہ رسول
	کا مرتبہ ۲۱	بیمار کے لئے دعا ۲۷	خوفِ خدا
۵۲	حضرت ادہم قلندر کا عشق ۲۲	کشف و کرامات ۲۸	عذابِ دنیا کی تشریح
۵۲	وزیر کی مخالفت ۲۲	وفات ۲۸	غفلت پر اظہارِ تاسف
۵۲	نایاب موتی کا مطالبہ ۲۴	حضرت خواجہ فیصل بن عیاض	قناعت و معرفتِ الہی
۵۳	حضرت خواجہ خضر کی مدد ۲۴	خرقہ فقر و ارادت ۲۹	احتسابِ نفس
۵۳	وزیر کا وعدہ ایفائی سے انکار ۲۴	دنیا سے بیزاری ۲۹	توکل کی تلقین
۵۵	شہزادی کی تدفین ۲۵	خلوت سے دلچسپی ۳۰	حضرت امام حسن بصری اور
۵۶	شہزادی کی صحت یابی ۲۵	راہزنی سے بوسبری تک	حجاج بن یوسف
۵۷	حضرت ادہم کا شہزادی سے نکاح ۲۷	حلقہ ارادت میں شمولیت ۳۰	آتش پرست کا قبولِ اسلام
۵۷	حضرت ابراہیم کی ولادت ۲۷	حضرت خواجہ عبدالواحد کی نصیحت ۳۱	سفارش کی قبولیت
۵۸	شاہ بیخ اور حضرت ابراہیم بن ادہم	حضرت خواجہ فیصل بن عیاض ۳۲	سماع سے رغبت
	حضرت ابراہیم بن ادہم کی ولی عہدی	اور خلیفہ ہارون الرشید ۳۲	حضرت رابعہ بصری کا مقام
۵۹	حضرت ابراہیم بن ادہم کی گوفتہ بینی ۲۹	عجیب تبسم ۳۳	دلی رادلی می شناسد
۶۰	حلقہ ارادت میں شمولیت ۲۹	دین کی بنیاد ۳۳	قوم اجنہ کے ساتھ تحصیلِ علم
۶۰	قطب الاقطاب ۵۰	حضرت خواجہ فیصل بن عیاض	عاشقانِ الہی کی زندگی کا راز
۶۱	حضرت ابراہیم بن ادہم کا اعزاز	۵۰	حضرت خواجہ حسن بصری کے خلفاء
	خواجہ خضر سے ملاقات	۳۵	کے خلفاء

۷۷	ترک دنیا	۶۹	وفات	۶۱	درویش کا مقام
۷۸	حلقہ ارادت میں شمولیت	۷۰	حضرت خواجہ حنیفہ عشتیٰ	۶۲	حضرت ابراہیم بن ادہم کی خواہش کی تکمیل
۷۹	خرقہ فقر و ارادت	۷۰	حلقہ ارادت میں شمولیت		شب بیداری
۷۹	ریاضت و عبادت	۷۱	خرقہ فقر و ارادت	۶۲	غار میں خوشبو کی مہک
۸۰	کفار کا قبول اسلام	۷۱	حضرت ابراہیم بن ادہم کی نصیحت	۶۲	اکل حلال کی فضیلت
۸۰	عشق الہی	۷۱	حضرت بایزید بسطامی کی رائے	۶۳	ولی اللہ ہونے کا طریقہ
۸۰	سماع کی پسندیدگی کی وجہ	۷۲	گریہ و زاری کا سبب	۶۳	انکساری کی تلقین
۸۱	فرمودات	۷۲	جنت کی بشارت	۶۳	اکل حلال کی تلقین
۸۱	دعوت قبول کرنے سے انکار	۷۳	صحبت کا اثر	۶۴	حضرت ابراہیم بن ادہم کی پسند و نصح
۸۲	فتاویٰ اللہ	۷۳	شر پسندوں کا انجام	۶۵	درویشوں کی خواہش کی تکمیل
۸۲	وفات	۷۳	وفات		دولت سے متنفر
۸۳	خواجہ ابوالسحاق شامی	۷۴	حضرت شیخ ہبیرہ بصری	۶۶	یار الہی
۸۳	مرید ہونے کی کیفیت	۷۴	مجاہدہ نفس	۶۶	بلخ واپس جانے سے انکار
۸۴	خرقہ فقر و ارادت	۷۴	حلقہ ارادت میں شمولیت	۶۷	پہاڑ کی اطاعت
۸۴	سلسلہ چشتیہ کی وجہ تسمیہ	۷۵	خرقہ فقر	۶۷	نصب العین
۸۴	خواجگانِ چشت	۷۵	گریہ و زاری	۶۸	حضرت ابراہیم بن ادہم کے بیٹھنے کا طریقہ
۸۵	سماع اور اس کی شرائط	۷۵	عبادت و ریاضت	۶۸	فقیری کی تشریح
۸۵	بارش کے لئے مجلس سماع کا انعقاد	۷۶	دولت سے نفرت	۶۸	منوف خدا
۸۶	سلطان کی آمد پر اظہارِ ارضی	۷۶	وفات		
۸۶	وفات	۷۷	حضرت شیخ ممشاؤلوئی	۶۸	
			مجاہدہ نفس	۶۹	

تذکرہ خواجگان چشت

۱۰۵	پتھر کی اطاعت	۹۵	ولادت فرزند کی بشارت	۸۷	حضرت شیخ ابوالحمد چشتیؒ
۱۰۴	خرقہ فقر و ارادت	۹۴	رسول اللہ کا ارشاد گرامی	۸۷	حسب و نسب
۱۰۷	پند و نصائح	۹۴	ایام طفولیت	۸۷	سلطان فرسناقہ کی ہمیشہ کو
۱۰۷	مجلس سماع میں دنیا داروں	۹۷	تعلیم و تربیت		خواجہ ابوالسحاق شامیؒ کی ہدایت
	کی شرکت سے ممانعت	۹۷	عبادت و ریاضت	۸۸	حضرت ابوالسحاق شامیؒ کی
۱۰۷	خواجہ ابوبکر شبلی کی خواجہ ابویوسف	۹۷	خرقہ فقر و ارادت		پشین گوئی
	چشتی سے عقیدت	۹۸	خواجہ حضرت سے تحصیل علم	۸۸	مجاہدہ و ریاضت
۱۰۸	سماع کی برکت	۹۸	نغمہ غیبی	۸۹	خرقہ فقر و ارادت
۱۰۸	شہتیر میں اضافہ	۹۹	شہزادے کو نصیحت	۸۹	شب بیداری
۱۰۸	قرآن مجید کا حفظ	۱۰۰	فتح سونمات میں روحانی مدد	۹۰	رعائے مغفرت
۱۰۹	احتساب نفس	۱۰۰	حضرت ابوالحمدؒ کی خواب میں	۹۰	علماء سے مناظرہ
۱۰۹	برائے اعتماد مکان کی تعمیر		ہدایت	۹۲	علماء کی حلقہ ارادت میں
۱۰۹	رجال غیب کی صحبت	۱۰۱	حضرت ابوالحمد چشتیؒ کی ہمیشہ		شمولیت
۱۱۰	وفات		کا محمد سمعان سے عقد	۹۱	خواجہ سری سقطیؒ کی مجلس سماع
۱۱۱	حضرت خواجہ محمود چشتیؒ	۱۰۱	کشف و کرامات		میں شرکت
۱۱۱	روشن ضمیر	۱۰۲	وفات	۹۲	سلطان فرسناقہ کا اظہار ندامت
۱۱۲	خرقہ فقر و خلافت	۱۰۲	حضرت خواجہ ابویوسف چشتیؒ	۹۲	سماع پر اعتراض کی سزا
۱۱۲	بچپن میں کرامت کا ظہور	۱۰۳	شجرہ نسب	۹۲	ذکر الہی کی برکت
۱۱۳	خواجہ محمود چشتیؒ کو کرامت	۱۰۳	سخاوت	۹۲	کفار کا قبول اسلام
	پوشیدہ رکھنے کی ہدایت	۱۰۳	خواجہ ابویوسف چشتیؒ کا نکاح	۹۳	وفات
۱۱۳	رجال غیب اور اجنبی کی حاضری	۱۰۵	ٹھنڈے پانی کا چشمہ	۹۵	حضرت شیخ ابوالمحمد چشتیؒ

۱۳۲	معتز ضیہ کی اطاعت	۱۲۵	صحرائِ نشینی	۱۱۳	انکساری
۱۳۳	کرامات	۱۲۵	سماع میں بقیاری	۱۱۳	زیارتِ کعبہ
۱۳۳	کفار کا قبولِ اسلام	۱۲۵	خلوتِ نشینی	۱۱۵	حالتِ سماع میں خواجہ مودود
۱۳۵	مرید کے لئے دعا	۱۲۴	خرقہ فقر و خلافت		چشتی کی کیفیت
۱۳۵	وفات	۱۲۴	سماع کا شوق	۱۱۵	شیخ الاسلام اور خواجہ مودود
۱۳۴	حضرت خواجہ معین الدین چشتی	۱۲۴	غریبہ کی حاجت روائی		چشتی
۱۳۴	ذوقِ سماع	۱۲۷	مجوسی کا قبولِ اسلام	۱۱۴	شیخ الاسلام کا استقبال
۱۳۷	ابتدائی حالات	۱۲۸	دولت سے بے نیازی کی وجہ	۱۱۷	شیخ الاسلام کے قتل کا منصوبہ
۱۳۷	خرقہ فقر و خلافت	۱۲۸	شیخ حاجی شریف کی قدیم بوسی	۱۱۸	منافقین کی پشیمانی
			کا صلہ	۱۱۸	علمائے بلخ سے مباحثہ
۱۳۸	حرمین کی زیارت	۱۲۸	وفات	۱۱۹	کرامات
۱۳۸	محفلِ سماع میں مشائخ کبار	۱۲۹	حضرت خواجہ عثمان ہارونی	۱۲۰	بلخ سے بخارا کا سفر
۱۳۸	کی شرکت	۱۲۹	مجاہدہٴ نفس و ریاضت	۱۲۱	مومن کی فراست
	مریدین کے لئے دعا	۱۳۰	دعا کی قبولیت	۱۲۱	شیخ ابی احمد
۱۳۹	مساکین و غریبہ کے خورد و نوش	۱۳۰	خرقہ فقر و خلافت	۱۲۲	شیخ ابی احمد کی خلیفہ بغداد کو
	کا انتظام	۱۳۱	مجوسیوں کا قبولِ اسلام		پند و نصائح
۱۳۹	آتش پرستوں کا قبولِ اسلام	۱۳۱	سماع پر اعتراض	۱۲۲	خواجہ مودود چشتی کے خلفاء
۱۴۰	فرمودات	۱۳۲	مباحثہ کی دعوت	۱۲۲	وفات کے حالات
۱۴۰	حضرت غوث الاعظم سے ملاقات	۱۳۲	معتز ضیہ کا انجام	۱۲۳	وفات
۱۴۱	مقتول کی حیاتِ نو خواجہ	۱۳۳	سماع کے متعلق خواجہ عثمان	۱۲۴	حضرت شیخ حاجی شریف زینبی
۱۴۲	خواجہ معین الدین چشتی کی طلبی		ہارونی کی تشریح	۱۲۴	فقر کی تعلیم و تکریم میں غلو

۱۴۲	۱۵۲	۱۴۲	۱۴۲
۱۴۲	۱۵۳	۱۴۲	۱۴۲
۱۴۲	۱۵۵	۱۴۲	۱۴۲
۱۴۳	۱۵۴	۱۴۵	۱۴۳
۱۴۳	۱۵۴	۱۴۶	۱۴۳
۱۴۳	۱۵۴	۱۴۷	۱۴۳
۱۴۳	۱۵۴	۱۴۸	۱۴۳
۱۴۳	۱۵۸	۱۴۹	۱۴۳
۱۴۵	۱۵۸	۱۴۹	۱۴۵
۱۴۴	۱۵۸	۱۴۹	۱۴۴
۱۴۴	۱۵۸	۱۵۰	۱۴۴
۱۴۴	۱۵۸	۱۵۰	۱۴۴
۱۴۷	۱۵۹	۱۵۰	۱۴۷
۱۴۸	۱۵۹	۱۵۰	۱۴۸
۱۴۸	۱۶۰	۱۵۲	۱۴۸
۱۴۹	۱۶۰	۱۵۲	۱۴۹
۱۴۹	۱۶۱	۱۵۲	۱۴۹
۱۵۰	۱۶۱	۱۵۲	۱۵۰
۱۵۰	۱۶۱	۱۵۲	۱۵۰

۱۸۹	خواجہ معین الدین چشتیؒ کے تعریفی کلمات	۱۷۹	قاضی و مفتی کا انجم	۱۷۱	ذوق سماع
۱۸۹	حضرت شکر گنجؒ کا اظہارِ ندامت	۱۸۰	نظام الدین اولیا اور خواجہ	۱۷۱	مقدمہ میں سماع کے حق میں دلائل
۱۹۰	ہانسی میں قیام	۱۸۰	بختیار کاکیؒ	۱۷۲	مخالفین کی سماع میں شرکت
۱۹۰	اجودھن میں قیام	۱۸۰	دولت سے بے نیازی	۱۷۲	حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی شب بیداری
۱۹۰	جوگی کے قبیحہ حرکات کا خاتمہ	۱۸۱	خواجہ معین الدین چشتیؒ سے	۱۷۲	عبادت میں انہماک
۱۹۱	زکوٰۃ کی اقسام	۱۸۱	آخری ملاقات	۱۷۳	دہلی میں قیام کا حکم
۱۹۲	درویشی کی تعریف	۱۸۲	پندرہ نصاب	۱۷۳	قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے مکان میں قیام
۱۹۲	درویشی کی شرائط	۱۸۲	خلفاء کے اسمائے گرامی	۱۷۳	خواجہ قطب الدین کاکیؒ اور قاضی حمید الدین ناگوریؒ کاکی کی وجہ تسمیہ
۱۹۲	حضرت جمال ہانسی پر عتاب	۱۸۳	وفات	۱۷۴	نور و نوش کا غیبی انتظام
۱۹۳	مریض کی صحت یابی	۱۸۳	منار جنازہ	۱۷۵	کرامت
۱۹۳	مسافروں کی مدد	۱۸۳	شیخ بدر الدین کی روایت	۱۷۵	سلطان شہاب الدین کی تنبیہ
۱۹۳	زمین کی گواہی	۱۸۵	حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ	۱۷۶	وانجم
۱۹۳	درویشوں کی کرامات	۱۸۵	اسمائے گرامی	۱۷۶	سلطان شمس الدین کی حاضری
۱۹۵	درویشی کا مقام و مرتبہ	۱۸۴	حساب و نسب	۱۷۷	خواجہ بختیار کاکیؒ کی دوسری کرامت
۱۹۴	دقیار عابد و زاہد	۱۸۶	آپ کی والدہ کی کرامت	۱۷۷	قاضی و مفتی کی مخالفت
۱۹۴	برگد کے درخت کا واقعہ	۱۸۰	خواجہ بختیار کاکیؒ کی مقبولیت	۱۷۸	قاضی مفتی کا اظہارِ ندامت
۱۹۴	مرید کو تنبیہ	۱۸۴	تعلیم و تربیت	۱۷۸	
۱۹۷	حق بہ حق دار رسید	۱۸۸	شکر گنج کی وجہ تسمیہ	۱۷۸	
۱۷۷	حضرت شکر گنج کے مریدین کی فضیلت	۱۸۹	خواجہ معین الدین چشتیؒ کی عنایت		

۲۱۵	پر نظر التفات	۲۰۶	خرقہ فقر و ارادت	۱۹۸	شیخ بہاء الدین زکریا کی غائبانہ نماز جنازہ
۲۱۶	جلال الدین پانی پتی کے حق میں دعا	۲۰۷	سلطان غیاث الدین بلبن کی درخواست	۱۹۸	خلفاء کے اسمائے گرامی
۲۱۶	شیخ جلال الدین پانی پتی پر نظر کرم	۲۰۸	پانی پت میں قیام	۱۹۸	استغراق
۲۱۶	قطب ربانی سے سلسلہ کے اجرا کی درخواست	۲۰۸	خواجہ شمس الدین ترکہ اور بو علی قلندر کے مراسم	۱۹۸	وفات
۲۱۷	قطب ربانی کا پانی پت میں قیام	۲۰۹	بو علی قلندر کا شجرہ نسب	۱۹۹	حضرت علاء الدین علی احمد صابری
۲۱۸	مفسسوں کی امداد	۲۰۹	بو علی قلندر کی نقل مکانی	۱۹۹	ذوق سماع
۲۱۹	جوگی کا قبول اسلام	۲۰۹	سید کی پہچان	۲۰۰	پسندیدہ غذا
۲۱۹	کتخدانی کے لئے پیر کا حکم	۲۱۰	شیخ یوسف پانی پتی کی تروا	۲۰۰	صابر کا خطاب
۲۲۰	قطب ربانی کا نکاح	۲۱۱	شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ کی روایت	۲۰۰	اشعار
۲۲۱	اولاد	۲۱۱	روایت	۲۰۱	مقرب بارگاہ ربانی
۲۲۱	شیخ احمد قلندر	۲۱۲	خواجہ شمس الدین ترکہ کی اولاد	۲۰۱	اجازت نامہ چاک کرنے کا واقعہ
۲۲۱	کامل ترین خلفاء	۲۱۳	وفات	۲۰۲	حضرت علاء الدین صابری کا کلیہ شریف میں قیام
۲۲۲	کرامات	۲۱۳	حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیا	۲۰۲	بند و سنیا سی کا عبرت ناک انجام
۲۲۲	جہانیاں جہاں گشت کے لئے	۲۱۳	خرقہ فقر و ارادت	۲۰۳	وفات
۲۲۳	ایشار	۲۱۴	ریاضت و استغراق	۲۰۳	حضرت خواجہ شمس الدین ترکہ
۲۲۳	سلطان فیروز شاہ کی حاضری	۲۱۴	جانشینی	۲۰۴	سلسلہ نسب
۲۲۳	سلطان فیروز شاہ کا فتح خاں سے معاہدہ	۲۱۵	غربا پروری	۲۰۵	
۲۲۳	حضرت جہانیاں جہاں گشت	۲۱۵	حضرت بو علی کی قطب ربانی	۲۰۵	

۲۲۱	ابتدائی حالات	۲۲۵	نام کی نیاز	۲۲۵	کی قطب ربانی سے ملاقات
۲۲۳	سید عبدالواحد کا اظہارِ	۲۲۱	وفات	۲۲۵	خلفاء کے اسماء گرامی
	ندامت	۲۲۲	حضرت مخدوم شیخ بہرام	۲۲۴	خواجہ شبلی کی سجادہ نشینی
۲۲۳	درویشی	۲۲۲	دریا کے رخ میں تبدیلی	۲۲۴	وفات
۲۲۵	ریاضت و مجاہدہ	۲۲۳	گستاخی کی سزا	۲۲۷	حضرت شیخ احمد عبدالحق
۲۲۴	در اعلیٰ کی وجہ تسمیہ	۲۲۳	حضرت شیخ نظام		رد و لوی
۲۲۴	خرقہ فقر و ارادت	۲۲۵	حضرت خواجہ شبلی	۲۲۷	حضرت شیخ احمد عبدالحق
۲۲۴	غیب سے غذا کی فراہمی	۲۲۵	حالت سماع کی کیفیت		رد و لوی کی پانی پیت میں آمد
۲۲۷	اولیائے کرام کا مرتبہ	۲۲۵	افغانوں کے حق میں دعا	۲۲۸	خرقہ فقر و ارادت
۲۲۷	کرامت	۲۲۴	حضرت خواجہ	۲۲۹	حضرت شیخ احمد کے نام میں
۲۲۸	ایک مرید کی دستگیری		عبدالقدوس		اضافہ کی وجہ
۲۲۹	گستاخی کا انجام	۲۲۷	حضرت خواجہ عبدالکبیر	۲۲۹	شیخ جلال تھانیسری کے حالات
۲۳۹	راز پوشیدہ رکھنے کی		اولیا	۲۳۰	قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس
	ہدایت	۲۳۸	حضرت شیخ عثمان زندہ		گنگوہی کے دوسرے خلفاء
۲۵۰	شیخ قاسم کی مدد	۲۳۸	سجادہ نشینی کا مناقشہ	۲۳۰	حضرت شیخ جلال تھانیسری کے
۲۵۰	جنات کی حاضری	۲۳۹	کرامت		خلفاء
۲۵۱	نور باطنی	۲۳۹	وفات	۲۳۰	حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری
۲۵۱	شیخ محمد کی خلافت کا	۲۳۰	حضرت شیخ نظام الدین		کے خلفاء
	واقعہ	۲۳۱	حضرت شیخ عبدالسلام	۲۳۱	حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری
۲۵۲	وفات		شاہ اعلیٰ		کے خلفاء
۲۵۲	روضہ کی تعمیر	۲۳۱	شجرہ نسب	۲۳۱	حضرت شیخ احمد عبدالحق کے



تذکرہ خواجگانِ چشت

(ان چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندی)

پیش نظر کتاب سیرالاقطاب کو، جو خواجگانِ چشت کے حالات زندگی، کشف و کرامات اور فضائل سے متعلق ہے۔ عارف باللہ حضرت الہدیہ ابن شیخ عبدالرحیم ابن شیخ مینا چشتی نے تذکرۃ الاولیاء سیرالاولیاء اور نفحات الانس وغیرہ جیسی مستند اور معتبر تواریخ و سیر سے استفادہ کے بعد مرتب کیا ہے۔ اس میں بہ شمول امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ جن سے سارے خانوادوں اور ساسل کی ابتدا ہوتی ہے، اکتیس خواجگانِ چشت کا تذکرہ ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں آپ نے لکھا ہے کہ چونکہ سیر حلقہ ولایت اور کان بدایت حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ہی ہیں اور خواجہ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے سارے علوم لدنی آپ ہی کو حاصل ہوئے تھے۔ اس لئے خواجگانِ چشت کے حالات زندگی لکھنے سے پہلے آپ کے کچھ حالات تبرکاً لکھنا ضروری ہیں چنانچہ آپ نے اس کتاب کی ابتدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل سے کی ہے۔ اور پھر خواجگانِ چشت میں سے تیس مشائخ کے حالات و فضائل لکھے ہیں جن میں سب سے آخر میں آپ کے پیر دستگیر حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ العزیز کے حالات و فضائل ہیں۔

یہ کتاب ۱۰۳۶ھ اور ۱۰۵۶ھ کے عرصہ میں لکھی گئی تھی۔ اور پہلی مرتبہ اس کو سید مظفر علی صاحب جمعدار چھاؤنی دکن نے مطبع اودھ اخبار میں چھپوا کر عوام کے سامنے پیش کیا تھا۔ پھر اس کی غیر معمولی مقبولیت کے تحت ۱۳۳۱ھ میں رائے بہادر منشی پراگ نرائن نے اپنے نو لکھنؤ پریس میں اس کو چھپوایا۔

اس کتاب کے مصنف شیخ الہدیہ گیارھویں صدی ہجری کے ایک عارف باللہ صوفی بزرگ ہیں۔ جن کو خواجگانِ چشت سے غیر معمولی محبت اور ارادت تھی۔ اور جو خود اس سلسلے کے بزرگ حضرت شیخ عبدالسلام

شاہ اعلیٰ سے مرید بھی تھے۔ پانی پت کرناں کے نواح میں ایک مقام کرانہ ہے۔ آپ وہیں کے رہنے والے تھے۔ شہنشاہ شاہجہاں کے دربار سے آپ کو خاص تعلق اور وابستگی تھی کیونکہ ایک دو جگہ آپ نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اس کتاب کی اہمیت اور فضیلت ان چند واقعات سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو مصنف نے اپنی کتاب کے آخر میں درج کئے ہیں۔ ایک جگہ آپ نے لکھا ہے کہ تذکرہ سیر الاقطاب کی تکمیل کے دوران مجھے نعل سبجانی شہنشاہ شاہجہاں کے ہمراہ کابل جانے کا اتفاق ہوا۔ اس کتاب کا مسودہ ساتھ تھا اور حضرت نعل سبجانی اکثر اس کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ اتفاق سے چارباغ کے مقام پر آب جو کے کنارے شاہی خیمہ نصب ہوا۔ مطالعہ کرتے ہوئے حضرت جہاں پناہ اس کتاب کو مسند پر چھوڑ کر نماز عشاء کے لئے چلے گئے۔ اور پھر خواب گاہ میں چلے گئے۔ بہت تیز اور رات اندھیری تھی۔ وہ کتاب اڑ کر آب جو میں چلے گئی اور فراشوں اور مسند برداروں کو پتہ نہ چل سکا۔ نماز صبح کے بعد جہاں پناہ آب جو کے کنارے بیٹھے تو کتاب کی جلد کو پانی پر تیرتے دیکھ کر حد درجہ مضطرب اور بے فروخت ہوئے خدام کو دے اور فوراً اس کتاب کو نکال لائے۔ دیکھا تو اس کتاب کے اوراق کا کنارہ صرف تر ہوا تھا اور باقی سب کتاب خشک اور محفوظ تھی۔ خواجگان چشت کی اس کرامت کو دیکھ کر حضرت جہاں پناہ اور تمام حاضرین دنگ رہ گئے اور تسبیح و درود پڑھنے لگے۔

ایک دوسرا واقعہ آپ نے اس طرح لکھا ہے کہ ۱۰۶۹ھ میں ایک بار میں اجمیر شریف جا رہا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک گنبد کے قریب کھڑا ہوں اور لوگوں کا دہاں پر ہجوم لگا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس کا گنبد ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت خواجہ اجمیری کا روضہ مقدسہ ہے شوق میں اندر چلا گیا دیکھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قبلہ رو بیٹھے ہیں میں ایک کنارے کھڑا ہو گیا۔ حضرت خواجہ نے مسکرا کر پوچھا کہ بابا! بغل میں تم جو کتاب لئے ہو اس میں کیا لکھا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت کے حالات جو کچھ مجھے ملے ہیں میں نے لکھ لئے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا یہ تو میں جانتا ہوں اس کے علاوہ اور کیا کیا لکھا ہے۔ وہ بھی بتاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسن بصریؒ سے لے کر اپنے پیر و مرشد تک کے حالات معتبر اور مستند کتابوں سے منتخب کر کے جمع کئے ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا خدا کی تم پر رحمت کا ملنا نازل ہو۔ تم نے یہ بڑا اچھا کام کیا۔ پھر مجھ پر بڑی شفقت فرمائی اور رخصت کیا۔

یہ کتاب چونکہ فارسی میں تھی۔ اور اردو داں طبقہ اس سے مستفیض نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس کو میرے ادارے نے جس کا مقصد ہی مذہبی، علمی اور مستند تاریخی کتابوں کو شائع کر کے عوام کی خدمت میں پہنچانا ہے۔ برصغیر کی مستند تاریخی کتابوں کو محمد معین الدین دردائی ایم۔ اے علیگ سے ترجمہ کرا کے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ امید ہے قارئین اس سے خاطر خواہ طور پر مستفیض ہوں گے۔

پروفیسر دردائی اس سے پہلے ہمارے ادارے کے تحت اسرار الاولیاء (ملفوظات بابا فرید الدین گنج شکر) کا بھی ترجمہ پیش کر چکے ہیں جو اپنے مواد کی اہمیت اور ترجمہ کی دلکشی، سلاست، روانی اور خوبی کے باعث ذی علم طبقہ میں حد درجہ مقبول ہوا ہے۔ اور لوگوں کے اسی شوق اور طلب کے تحت ہمارے ادارے نے اس کتاب کے ترجمے کے لئے بھی حضرت دردائی ہی کو منتخب کیا۔

میرے والد محترم چوہدری رحمت علی صاحب سلسلہ چشتیہ سے بیعت تھے۔ اولیائے کرام سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ ان کا روزمرہ کام معمول تھا۔ کہ تہجد کے وقت خاندانِ چشتیہ کے شجرہ کا در دیا کرتے تھے۔ یہ زمانہ میری طالب علمی کا تھا۔ کان اس ذکر سے مانوس تھے۔ اور دل سرور! یہ میرے والد محترم کا ہی فیض ہے۔ کہ میں تصوف اور اہل تصوف سے گہری عقیدت رکھتا ہوں۔ الحمد للہ کہ میری یہ عقیدت ہی اولیاء کرام کے نایاب تذکروں کی اشاعت کا موجب ہوئی۔

آئندہ پروگرام میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کی مشہور و معروف تصنیف غینۃ الطالبین کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ میں اور میرے رفقا کی یہی کوشش ہے۔ کہ نایاب کتابیں اہل ذوق کے لئے فراہم کی جائیں۔ اگرچہ یہ اس دور میں بڑا کٹھن کام ہے۔

ہر مشکل پر قابو میرے مشکل کشا کو ہے

وہا تو فیقی الا بالہ



امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ



صاحب قاب قوسین فخر کونین سلطان الیقین بیگماں خلوت نشین بے نشان افضل الانبیاء برمان الاصفیاء
 ناطق کلام الہی واقف اسرار نامتناہی سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم
 کے خلیفہ حضرت شاہ مردان علی المرتضیٰ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مدارج بے پایاں ہیں۔ آپ ختم
 الخلفاء الراشدین اور وصی و داماد و ابن عم رسول رب العالمین ہیں۔ صوفیاء آپ کو سر و فتر اہل ایمان
 مقدم اصحاب عرفان، شیرِ بیشہ و غا، معدنِ صدق و صفا اور سرِ چشمہ اولیاء اللہ سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ نے
 آپ کے بارے میں انا مدینۃ العلم و علی بابہا فرمایا ہے۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ ہی شرف
 بہ اسلام ہوئے اور یہ فخر صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ کہ حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین صلے
 اللہ علیہ وسلم نے اپنے خرقہ فقر و ارادت سے آپ کو نوازا۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ
 العزیز آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شیخنا فی الاصول والہدیٰ علی المرتضیٰ یعنی اصول و
 ہدایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے شیخ ہیں۔ قرآن مجید میں پنتیس ایسی آیتیں ہیں جو
 آپ کی بلندی مرتبہ پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے یہ آیت **ترہم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً**
من اللہ و رضواناً واضح طور پر آپ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے ایک موقع پر آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ من الادان ینظروا لی آدم و صفوتہ والی
یوسف و حسنہ والی موسیٰ و صلابتہ والی عیسیٰ و زہدہ والی محمد و خلقہ فلینظروا لی
علی ابن ابی طالب یعنی جو کوئی آدم اور ان کی برگزیدگی: یوسف اور ان کے حسن، موسیٰ اور ان کی سختی
عیسے اور ان کی پرہیزگاری، محمد اور ان کے اخلاقِ حسنہ کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو وہ

علی ابن ابی طالبؑ کو دیکھ لے جن میں یہ سب کچھ جمع ہیں۔

فقر و قناعت

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لوگوں نے پوچھا کہ سب سے اچھا کام کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا غنم القلب باللہ یعنی معرفت الہی سے اپنے دل کو مالا مال کر دینا۔ ظاہر ہے جس کا دل معرفت الہی سے مالا مال ہوگا دنیاوی مال و متاع کی کمی کا احساس اس کو بالکل نہ ہوگا۔ الغرض فقر و قناعت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کامل تھے۔ اکثر تین تین روز بعد افطار فرماتے اور کبھی تو پانچ چھ روز بعد روزہ افطار کرنے کا موقع ملتا۔ افطار میں بھی ایک کف دست جو کے سٹو اور ایک چلو پانی سے زیادہ تناول نہ فرماتے اور پھر اس راز کو کسی پر ظاہر بھی نہ فرماتے بہت صابر و صادق اور متقی تھے۔ عظمت و جلال چہرے سے ظاہر تھا۔ لوگوں کو اپنے مالک حقیقی کی عبادت کی طرف مائل کرنے پر آمادہ رہتے۔ اپنے مواعظ حزنہ اور دلچسپ گفتگو سے لوگوں کے دل کو نرم کر کے نیک راستے پر لگانے کی سعی فرماتے۔ پرہیزگاروں اور درویشوں کو بہت زیادہ دوست رکھتے تھے۔ آپ اکثر فرماتے کہ درویش اور پرہیزگار لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں پھر کس کی مجال ہے جو اللہ کے دوستوں کو دوست نہ رکھے۔

خوف خدا

بیان کیا جاتا ہے کہ افطار کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کتھام کپڑے تر ہو جاتے۔ لوگوں نے اس گریبذاری کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جس طعام سے میں افطار کرتا ہوں پتہ نہیں حلال ہے یا حرام۔ اگر حلال ذریعہ سے حاصل ہوا ہے۔ تو پھر اس کا دباؤ حساب دینا ہے۔ اور اگر حرام ذریعہ سے آیا ہے تو پھر اس کا عذاب جمیدنا ہے میں خوف خدا سے سہما جاتا ہوں کہ معلوم نہیں کل قیامت کے دن علیؑ کا کیا حال ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آپ برابر روزہ رکھتے اور فرماتے کہ گر سنگی میں جو لذت ملتی ہے وہ کسی چیز میں نہیں اور کیوں نہ ہو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تو گر سنگی اور فقر بہت زیادہ محبوب تھا۔

مجاہدہ نفس

حضرت علی رضی اللہ عنہ برابر کوفہ کی مسجد میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتے

تھے اتفاق سے ایک نابینا اور نادار مسافر اس مسجد میں اقامت گزریں ہوا۔ حضرت اس کی طرف خاص توجہ رکھتے۔ اور اس کی تمام ضروریات کا خیال فرماتے تھے یہاں تک کہ اگر کوذ کے عائنین میں سے کوئی آپ کی دعوت کرتا تو آپ روزہ دار ہونے کی وجہ سے خود تو نہیں کھاتے لیکن اس مجبور اور مسکین کے لئے کچھ ضرور رکھ لیتے۔ اور اس کو لا کر دے دیتے۔ ایک دن وہ نابینا مسافر امام حسن ابن علی مرتضیٰ علیہ السلام کی دعوت میں شریک ہوا جو انہوں نے شرفائے عرب کو دی تھی۔ کھانا کھانے کے دوران امام حسن رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ نابینا شخص تمام اچھے کھانوں میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر رکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز! تم سیر ہو کر کھاؤ۔ اور جتنا ساتھ لے جانا چاہو لے جاؤ کھانے کی چیزیں وافر ہیں اس نابینا نے کہا کہ میں ان کھانوں میں سے کچھ اپنے مشفق مہربان کے لئے لے جانا چاہتا ہوں امام علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہارا وہ کون مشفق اور مہربان ہے جس کے لئے لے جانا چاہتے ہو۔ اس نے جواب دیا وہ جو کہ صائم الدہر اور قائم اللیل ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ صرف اتنا کہنے سے تو بات واضح نہیں ہوئی کچھ اور تفصیل سے بتاؤ۔ اس نے کہا وہ جو کہ بھوکوں کو کھلاتا اور بے سہارا لوگوں کی دستگیری کرتا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ اور وضاحت سے بیان کرو کہ ہم لوگوں کی سمجھ میں آئے۔ اس نے کہا وہ جو کہ صدمے تکبیر بلند کرتا ہے۔ تو شجر و حجر اس کی ہمنوائی کرتے ہیں۔ اور جب مغرب کا وقت ہوتا ہے تو ایک مٹھی جو کے سوا اور ایک چلو پانی سے افطار کرتا ہے۔ اور اس طرح مسلسل تین تین روز اس پر گزر جاتے ہیں۔ حضور طلا کی مجلس سے یہ متبرک کھانا میں اپنے اسی یار و فادار کے لئے لے جا رہا ہوں۔ امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی یہ باتیں سن کر زار زار رونے لگے۔ اور فرمایا کہ پیارے دوست! جس شخص کی تم نے صفت بیان کی وہ میرے والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اور وہ اس طرح کا لذیذ اور پُر تکلف کھانا کبھی تناول نہیں فرماتے۔ انہوں نے فقر اختیار کر لیا ہے۔ اور اگر ان کو اس طرح کی غذا پسند ہوتی تو وہ ہم لوگوں کی مجلس میں ضرور تشریف فرما ہوتے اور اس طرح ان کے فرزندوں کو دیدہ دل فریش راہ کرنے کا بھی موقع میسر آجاتا لیکن کیا کیا جائے کہ وہ اس طرح کے لذیذ کھانوں سے ہمیشہ پرہیز فرماتے ہیں۔

پھر اس نابت نے کہا کہ ممکن ہے افطار کے وقت وہ میرے ہاتھ سے ایک دو لقمہ تناول فرمائیں یہ کہہ کر وہ مجلس سے چلا آیا۔ اور تھوڑا کھانا جو ساتھ لایا تھا۔ افطار کے وقت حضور پر نور کی خدمت میں پیش کیا لیکن حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اس طرح کے اور بہت سے واقعات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مجاہدہ نفس اور فقر اختیار کرنے کے سلسلے میں مذکور ہیں۔ ان میں سے چند نبرگاتیمنا اس کتاب میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

ایک جگہ کئی یہودی بیٹھے باتیں کر رہے تھے

ایک مفلس کی حاجت روائی کا واقعہ

اتفاق سے ایک بھوکے اور پریشان حال مسلمان کا اس جگہ گزر ہوا اس نے ان لوگوں سے کچھ مانگا۔ مٹھیک اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے۔ ان یہودیوں نے تمسخر اور استہزا کے طور پر اس مسلمان سے کہا کہ سامنے شاہِ مرداں آرہے ہیں۔ جاؤ ان سے جو کچھ مانگنا ہو مانگو۔ وہ سائل ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کے بعد اپنی حالت بیان کی حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کی مٹھی کو بند کر دیا اور فرمایا کہ جاؤ تمہاری ضرورت اللہ پوری کر دے گا۔ وہ شخص اس طرح مٹھی بند کئے ہوئے یہودیوں کے پاس لوٹا۔ ان یہودیوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بلا، اس نے جواب دیا کچھ نہیں البتہ اس مرد خدا نے دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر میری مٹھی بند کر دی اور مجھے رخصت کر دیا ان لوگوں نے کہا "ذرا مٹھی تو کھولنا، ان لوگوں کے کہنے پر جب اس سائل نے مٹھی کھولی تو دیکھا دس دینار ہاتھ میں موجود ہیں۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر یہودیوں یہودی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ایک اعرابی کے قرض کی ادائیگی

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ایک اعرابی دربار خلافت

میں فریادی ہوا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں غزوہ میں مجھ سے لال بالوں والے کچھ اونٹ ادھار خریدے تھے۔ حیران ہوں کہ اب میں وہ روپے کس سے طلب کروں۔ حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جاؤ اور دو گواہ کے ساتھ نوشتہ لاکھوش کر دو تمہارا روپیہ مل جائے گا۔ اعرابی سخت پریشان ہوا کہ وہ نوشتہ اور گواہ کہاں سے لائے۔ اس کے پاس تو کوئی ثبوت موجود نہیں۔ پھر وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پر واز ہوا۔ وہاں سے بھی اس کو یہی جواب ملا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار سے ملا تھا۔ وہ حیران پریشان ہو کر رونے لگا۔ اس عرصہ میں ایک شخص نے اس سے کہا کہ تو دھتی رسول کی خدمت میں کیوں نہیں حاضر ہوتا وہ تیری مشکل کو ضرور حل فرمائیں گے۔ اعرابی نے دھتی رسول حضرت علی کرم وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس اعرابی کی ساری باتیں سن کر تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچتے رہے۔ پھر یکایک جیسے کوئی بات یاد آگئی ہو سر اٹھا کر فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے ایک مرتبہ حضرت نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے علی میری وفات کے بعد ایک اعرابی آئے گا۔ جس کے سرخ بالوں والے سوادنٹ میرے اوپر قرض ہیں۔ تم اس کو اس طرح ادا کر دینا کہ ریت کے فلاں ٹیلے کے پاس جا کر میری بتائی ہوئی یہ دعا پڑھنا۔ سرخ بالوں والے سوادنٹ اس ٹیلے سے خود بہ خود نکلیں گے۔ انہیں گن کر اس اعرابی کو دے دینا۔ اس کے بعد فوراً ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ پورے مدینہ میں اعلان کر دو کہ سارے لوگ کل فلاں ریت کے ٹیلے کے پاس جمع ہوں۔ اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ حضرت سلمان فارسی نے تعمیل حکم میں سارے مدینہ طیبہ میں منادی کرادی۔ رات گزری اور جب صبح ہوئی تو لوگوں کا ہجوم اس ٹیلے کے پاس جمع تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی وقت مقررہ پر صحابہ کرام کے ساتھ وہاں تشریف لائے۔ اور اس ریت کے ٹیلے کے پاس قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے۔ حمد باری اور درود و ثنا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی دعا کو پڑھنے لگے۔ لوگ متعجب کھڑے تھے کہ یکایک اس ریت کے ٹیلے میں جنبش پیدا ہوئی۔ اور وہ دیگ کی طرح تہہ و بالا ہونے لگا۔ اور پھر چشم زدن میں اس ریت کے ٹیلے سے ایک بے نیل کا ادنٹ برآمد ہوا اور وہ ادھر ادھر چلنے لگا۔ اور پھر شانِ خداوندی جہاں جہاں اس کا قدم گیا

اس زمین سے پورے کی طرح لال بالوں والے اونٹ نکل پڑے اور سب ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ گن گیا تو سب بلا کر پورے سوا اونٹ تھے۔ ان اونٹوں کو رسول اللہ کی وصیت کے مطابق اس اعرابی کو دیا گیا۔ اعرابی بہت زیادہ شکر گزار ہوا اور اونٹوں کو لے کر روانہ ہو گیا تمام حاضرین سر بسجود ہو کر حمد و ثنا میں مشغول ہو گئے

اتباع رسول بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رات رات بھر عبادت و ریاضت اور مجاہدہ نفس میں مشغول رہتے تھے۔ ذکر و فکر اور تلاوت کلام پاک میں ساری رات گزار دیتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک قبلہ رو ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے رہتے۔ اور چونکہ وہ صاحب ذوق تھے۔ اس لئے اکثر لغزہ مار کر بے ہوش ہو جاتے۔ اپنے قول و فعل میں وہ ہمیشہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی فرماتے۔ آپ نہیں نکھ اور کشادہ جبین تھے جس وقت سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خرقہ عطا فرمایا تھا۔ اس وقت سے وہ ہمیشہ گریباں اور ترساں رہا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرقہ زیب تن کیا ہے تو پھر میرے لئے ضروری ہے۔ کہ کوئی فعل احکام نبوی اور سنت رسول کے خلاف مجھ سے سرزد نہ ہو۔ ورنہ کل خدا اور اس کے رسول کو کیا منہ دکھلاؤں گا اور درویشوں کے روبرو مجھے کیسی خفت اور ندامت نصیب ہوگی۔

کمال ریاضت کسی جنگ میں ایک مرتبہ آپ کے پائے مبارک میں تیر کا پیکاں چھب گیا اس کے نکالنے کی بہت کوشش کی گئی لیکن نہیں نکلا۔ پیر درم کر گیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی پیکاں اسی طرح چھوڑ دینے کو کہا کیونکہ اس سے لذت آزار میتسرتھی لوگ سخت حیران و پریشان تھے۔ کہ اسے کس طرح نکالا جائے۔ ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ ابا جان جس وقت نماز میں مشغول ہوں پیکاں اسی وقت پائے مبارک سے نکالا جاسکتا ہے۔ آپ کے مشورہ کے مطابق لوگوں نے ویسا ہی کیا۔ یعنی جب وہ مخزن فضل و کمال نماز میں مشغول ہوئے لوگوں نے تیران کے پیر سے زور لگا کر نکال لیا اور ان کو خیر تک نہ ہوئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے

تو دوستوں نے عرض کیا کہ آپ نماز دوبارہ پڑھ لیں۔ آپ نے فرمایا کیوں۔ کیا بات ہے؟
لوگوں نے تیر نکالنے کے وقت جو خون نکلا تھا۔ دکھلا دیا۔ تب آپ کو حقیقت حال کا حقیقت حوال
کا پتہ چلا اور آپ نے دوبارہ وضو کر کے نماز ادا فرمائی۔ عبادت میں کسی محویت اور راہِ خدا میں کسی
فنائیت تھی۔ کہ قلم اس کے اظہار سے عاجز ہے۔

آپ کے چھ جید خلفاء میں حضرت امام حسن، حضرت امام حسین
حضرت علیؑ کے خلفاء رضی اللہ عنہما، حضرت قطب الاقطاب خواجہ حسن بصری، حضرت
خواجہ ادیس قرنہ، حضرت کمیل ابن زیاد، قاضی حضرت ابوالمقدام شریح بن ہانی بن زید حارثی
قدس اللہ اسرارہم کے نام نامی آتے ہیں۔

شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چھ سال تک خلافت فرمائی۔ آپ کی عمر بعض
لوگوں کے قول کے مطابق تیس سال اور بعض لوگوں کے مطابق پینسٹھ
سال ہوئی۔ سترہ ماہ رمضان اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق ۲۳ رمضان المبارک
جمعہ کی شب کو شہید ہوئے۔ آپ نے شہادت نوش جاں فرمایا۔ سیر الاقطاب کے
مؤلف نے اس مصرعہ سے آپ کی تاریخ شہادت نکالی ہے
بگفت تیغ اجل بر سر علی رفته

خواجہ حکیم ثنائی غزنوی نے آپ کی منقبت میں خوب ہی کہا ہے کہ

اے ثنائے بقوت ایساں مدح حیدر بگو پس از عثمان

ہم نبی را وصی دہم داماد چشم پیغمبر از جمالش شاد

رازدار خدائے پیغمبر رازدار پیبراں حیدر

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کی شہادت کے بعد مرہ بن قیس نامی ایک کافر آپ کے
مزار اقدس کو کھود کر آپ کے جسد مبارک کو نکال لیتا چاہتا تھا۔ اپنے اس ناپاک
عزم میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا یعنی مزار اقدس تک پہنچ گیا تھا۔ لیکن جیسے ہی

اس نے بڑے ارادے سے مزار اقدس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا کہ ایک غیبی ہاتھ قبر سے برآمد
 ہوا اور صرف دو انگلیوں کی ضرب سے اس ملعون کا سرتن سے جدا کر دیا۔



حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ

○
خرقہ فقر و ارادت قطب الاقطاب حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ کی کنیت ابو محمد تھی۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک ابوسعید اور ابی النصر بھی۔ آپ کو صوفیائے مابعد نے مخزن سخا و علم، گنجینہ حیا و حلم اور رازداں الفقر فخری کے القاب سے مخلب کیا ہے۔ آپ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے جید خلفا میں تھے۔ آپ کو خرقہ فقر و ارادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملا تھا۔ اور یہ کبیل کا وہ خرقہ تھا۔ جو معراج کی رات حضرت محبوب رب العالمین کو بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الہی کے بموجب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مرحمت فرمایا تھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو عنایت فرمایا تھا۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ بے شمار فضائل، مناقب اور کرامات کے حامل تھے۔ ان کو سرفتر جمیع اولیا کہا جاتا ہے۔ تمام لوگوں کو رشد و ہدایت کے ذریعہ صحیح راہ دکھانا اور معرفت الہی کی منزل سے قریب کرنا آپ کا مقصد حیات تھا۔ آپ شروع سے کسی وقت بھی تجساز نہیں فرماتے اور وعظ و نصیحت سے لوگوں کے دل کو ہاتھ میں لیے رہتے تھے۔ علوم ظاہری میں بھی آپ اپنی مثال

نہیں رکھتے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں کامل ہونے کے باعث آپ کو امام حسن بصری لکھا جاتا ہے۔ آپ کی ایک بڑی کرامت یہ تھی۔ کہ آپ کی مجلس میں اگر فاسق و فاجر آجاتا تو آپ کی نظر پڑتے ہی اس کی قلبی کیفیت بدل جاتی اور وہ اسی وقت تمام گناہوں سے تائب ہو جاتا۔ اگر کوئی مال دار پہنچ جاتا تو ترک دنیا کی طرف راغب ہو جاتا اور اگر کوئی کافر آجاتا تو وہ مسلمان ہو جاتا۔ غرض کہ آپ مجموعہ خوبہائے دنیا و دین تھے۔

حسب و نسب | آپ کی والدہ ماجدہ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں سے تھیں۔ اور والد ماجد حضرت موسیٰ، راغی ابن خواجا دس قرنی رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے۔ فقر و سلوک کی منزل میں قدم رکھنے سے پہلے آپ بصرہ کے ایک ممتاز ناظر تھے۔ اور لوگ ان کو حسن لولوی (موتی والے حسن) کہتے تھے۔

حلقہ ارادت میں شمولیت | آپ کی دولت اور تجارت کے بارے میں حضرت شیخ فرید الدین عطار نے اپنی تصنیف تذکرۃ الاولیاء میں تفصیل

سے لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ عشق الہی میں سرشار ہو کر آپ نے اپنا سارا مال و زر فقرا اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ یہاں تک کہ گھر کا اثاثہ اور ایک دقت کا خرچ تک نہیں چھوڑا۔ اور پھر حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ اور اپنے شیخ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی متابعت میں سخت سے سخت ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہو گئے پانچ پانچ چھ چھ روز پر افطار کرتے۔ عالم سرمستی میں اکثر فرمایا کرتے کہ اگر میں اپنے رسول خدا شیخ حضرت علیؑ کی پوری اتباع نہ کروں تو پھر کہاں کارہوں گا۔ اور جب میں نے ان کا فرقہ پہنا ہے تو پھر ان کی پیروی مجھ پر فرض ہو گئی ہے۔ ورنہ قیامت کے دن درویشوں کا کس منہ سے سامنا کروں گا آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ نثر سال تک آپ کسی وقت بے دھن نہیں رہے۔ اور انجام کار درویشوں کے سرگروہ اور دنیا والوں سے بے تعلق ہو گئے۔

درویشوں کی سرداری | کسی شخص نے آپ کے بارے میں ایک بزرگ سے پوچھا کہ حضرت

خواجہ حسن بصریؒ کو درویشوں کی سرداری کس طرح ملی تو بزرگ نے جواب دیا کہ ان کے علم و فضل کی ہر شخص کو ضرورت ہے۔ اور خود ان کو سوائے خدا کے کسی کی حاجت نہیں۔

مشہور ہے کہ جب آپ عالم وجود میں آئے تو لوگ آپ کو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کا چہرہ دیکھ کر سمرہ حسناؓ فان الحسن الوجہ یعنی چہرے کے حسن کی مناسبت سے ان کا نام حسن رکھو۔

حضرت ام المؤمنین سلمہؓ کی دعا شیر خوارگی کے دوران اکثر جب آپ کی والدہ ماجدہ کام میں مشغول ہوتیں اور آپ بھوک سے رونے لگتے

تو حضرت ام سلمہؓ عنہا اپنے سینے سے ان کو لگائیں اور شانِ خداوندی سے کچھ دودھ کے قطرے نکل بھی آتے جس سے ان کی تشفی ہو جاتی۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اکثر دعا فرماتیں کہ خداوند! اس لڑکے کو اپنے بندوں کا رہبر اور امام بنا۔ اور آخر کار حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ کی دعاؤں کی برکت سے یہی ہوا۔

عظیہ رسولؐ بچپن کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ کے حجرہ میں کھیلتے ہوئے اپنے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزہ خاص سے پانی پی لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حجرے میں تشریف لائے۔ تو اپنا کوزہ خالی دیکھ کر پوچھا کہ اس کوزہ کا پانی کس نے پیا؟ جواب ملا کہ حسن بصریؒ نے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کوزہ سے حسن بصریؒ نے جتنا پانی پی لیا ہے۔ اتنا علم میری جانب سے ان کو منتقل ہو گیا۔ پھر ان کو شفقت سے اپنی گود میں اٹھالیا۔

خوفِ خدا حضرت امام حسن بصریؒ بات بہت کم کرتے اور زیادہ تر خلوت میں بیٹھ کر یاد الہی میں مشغول رہتے تھے۔ اکثر و بیشتر خوفِ خدا کے باعث رو یا کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے مکان کے بالاخانہ پر ذکرِ حق میں مشغول تھے۔ کہ ان پر خوفِ خدا کا غلبہ ہوا اور وہ اتنا روئے اتنا روئے کہ آنسو نالی سے ٹپکنے لگے۔ نیچے کوئی شخص گزر رہا تھا۔ اس پر کچھ قطرے گر گئے۔ اس راگبیر نے نیچے سے پکار کر پوچھا کہ یہ پانی جو گر رہا ہے پاک ہے یا ناپاک۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے اس کو فوراً جواب دیا کہ یہ پانی

ایک گنہگار کے آنسو ہیں۔ اپنے کپڑے فوراً دھو لو۔ ان کے بارے میں مذکور ہے کہ اللہ کا خوف آپ پر اتنا طاری تھا کہ اکثر ذکرِ حق کرتے کرتے بے ہوش ہو جاتے اور جب چہرے پر پانی چھڑکنے سے ہوش میں آتے تو رور و کر فرماتے تھے کہ خداوند! حسن بڑا نافرمان اور گنہگار ہے اس پر رحم کر اور اس کو شرمساری سے بچالے۔

حضرت مالک دینار نے ایک مرتبہ حضرت امام حسن بصریؒ سے

عذاب دنیا کی تشریح پوچھا کہ دنیا کا عذاب کیا ہوتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ دل کا مرجانا

پھر پوچھا کہ دل کا مرجانا کیا ہوتا ہے جواب دیا دنیا میں دل لگانا۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسن بصریؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے! انہوں نے جواب دیا کہ اس فرد یا قوم کا کیا حال پوچھتے ہو جس نے دریا میں ہوتے ہوئے اپنی کشتی برباد کر دی۔

ایک شخص نے حضرت امام حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ فلاں شخص پر جان کنی کا عالم ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کہو اس لئے کہ جان کنی تو اس پر متر برس پہلے سے طاری تھی اب تو جان کنی سے رستگاری کا وقت آیا ہے اور وہ جلد اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔

ایک دفعہ حضرت امام بصریؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک

غفلت پر اٹھنا تاسف بکری انسان سے زیادہ ہوشیار ہے۔ اس لئے کہ چرواہے کی

ایک آواز پر وہ چرنے سے رک جاتی ہے۔ لیکن ہائے انسان کیسا بے خبر ہے کہ خدا کا حکم بھی اس کو خواہشات سے نہیں روک پاتا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت امام حسن بصریؒ سے پوچھا کہ مسلمان

تقاعت و معرفت الہی کس کو کہتے ہیں۔ اور مسلمان کون ہے۔ آپ نے جواب دیا

کہ مسلمان کتاب میں رہ گئی ہے۔ اور مسلمان خاک کے نیچے پڑے ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص دنیا کو اپنے بعد دیکھنا چاہتا ہے۔ تو اس کو چاہیے کہ وہ دنیا کو دوسروں کے گزر جانے کے بعد دیکھے کہ اس کا

کیا رنگ ہے پھر فرمایا کہ تو ریت میں بکھا ہے کہ جس نے قناعت اختیار کی وہ بے نیاز ہو گیا۔ جس نے گوشہ نشینی اختیار کی وہ سلامت رہا، جس نے شہوت پر قابو پالیا اس نے چھٹکارا پایا۔ جو حسد سے باز آیا وہ منزل مقصود پر پہنچا اور جس نے صبر کیا اس نے اس کا میٹھا پھل پایا۔ پھر فرمایا کہ معرفت الہی کے معنی یہ ہیں کہ کسی سے دشمنی کا ذرا سا شائبہ بھی دل میں نہ رہے۔

احسابِ نفس ایک دن حضرت امام حسن بصریؒ نے اپنے خادم کو ہدایت کی کہ آج۔ افطار میں روٹی اور تلی ہوئی مچھلی بازار سے لے آنا۔ خادم حکم بجالایا۔ افطار کے وقت جب وہ کھانا سامنے لایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ درویش کا لہذا کھانے سے کیا کام۔ خادم نے عرض کیا کہ حضور سہی نے فرمائش کی تھی۔ خواجہ حسن بصریؒ نے ایک نعرہ مارا اور زار زار رونے لگے۔ یہاں تک کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو فرمانے لگے۔ کہ خداوند! حسن نے بھول سے یہ قصور کیا ہے اسے بخش دے۔ اور اس کا نام درویشوں کی فہرست سے خارج مت کر اس کے بعد چالیس روز تک کچھ نہیں کھایا اور صرف روتے رہے۔ پھر غیب سے ندا آئی کہ اے حسن! ہم نے تجھ کو معاف کر دیا اور درویشوں کا سرگروہ بنایا۔ لیکن دل شکستگی کو نہ چھوڑنا کیونکہ یہ مجھے بہت عزیز ہے یہ دل جتنا شکتہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کی عزت اور منزلت میرے حضور بڑھاتی ہے۔

توکل کی تلقین حضرت امام حسن بصریؒ ایک مرتبہ جماعت کے ساتھ حج کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ صحرا میں ایک شخص کو پیاس معلوم ہوئی۔ تلاش کرنے سے ایک کنواں ملا تو اس پر بالٹی اور ڈوری موجود نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نماز میں مشغول ہوں تو تم لوگ پانی پی لینا۔ اس کے بعد آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد پانی کنوئیں سے ابلنے لگا۔ اور اوپر تک آگیا۔ قافلہ کے تمام لوگ اس سے سیراب ہوئے۔ اور لوگوں نے وضو بھی کر لیا۔ ان میں سے ایک شخص نے ایک لوٹا پانی بھر کر رکھ لیا۔ فوراً ہی کنوئیں کا پانی نیچے چلا گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے خدا پر بھروسہ نہیں کیا اس لئے پانی کنوئیں میں نیچے چلا گیا۔

حضرت امام حسن بصریؒ اور حجاج بن یوسف

ایک دن حجاج بن یوسف اپنے بہت سے سپاہیوں کے ساتھ حضرت امام حسن

بصریؒ کی مجلس میں آکر بیٹھ گیا۔ آپ نے اس کی طرف ذرا توجہ نہ کی اور حاضرین مجلس سے جو گفتگو فرما رہے تھے اسے جاری رکھا جب گفتگو ختم ہوئی تو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ واقعی حسن حسن ہی ہیں۔ حجاج خاموش بیٹھا دیکھتا رہا۔ پھر آپ کے قریب آکر اس نے آپ کا بازو پکڑ لیا اور تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا کہ لوگو! اگر تم لوگ اگر کسی مردِ خدا کو دیکھنا چاہتے ہو تو حسن بصریؒ کو دیکھو۔

ایک شخص نے حجاج کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ سب میدانِ حشر میں جمع ہیں اور حجاج بھی موجود ہے۔ اس شخص نے حجاج سے پوچھا کہ آج تو پروردگار سے کیا مانگے گا؟ حجاج نے جواب دیا وہی جو خدا کو واحد ماننے والے مانگتے ہیں۔

حجاج کے بارے میں مشہور ہے کہ جب اس پر حالت نزع طاری ہوئی۔ تو اس نے دعا مانگنا شروع کی کہ بارالہا! سب لوگ یک زبان ہو کر کہہ رہے ہیں۔ کہ تو مجھ کو معاف نہ کرے گا۔ اور نہیں بخشے گا لیکن تو غفار اور کریم ہے۔ ان کوتاہ دل اور کم حوصلہ لوگوں کو دکھلا دے کہ تو فعال لیا یرید ہے اور توجہ چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ اور میرے جیسے خطاکاروں کو بھی بخشنے میں تجھے کوئی رکاوٹ نہیں۔ تیری بخشش بے پایاں ہیں۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ نصیبت اپنی زبان طرازی اور لسانی سے عاقبت بھی سزا لے گا۔

آتش پرست کا قبولِ اسلام

حضرت امام حسن بصریؒ کے پڑوس میں شمعون نامی ایک آتش پرست رہتا تھا۔ جب وہ بیمار ہو کر مرنے لگا اور اس پر عالم نزع طاری ہوا تو لوگوں نے آپ کو خبر دی۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر ہانے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے مشرک! ساری زندگی تو تیری آتش پرستی میں کٹی اب بھی خدا سے ڈرا اور اسلام قبول کر لے تاکہ خدا تجھے بخش دے۔ شمعون نے کہا کہ اے خواجہ! کہ دو باتیں مجھے مسلمان ہونے سے روکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان دولتِ دنیا کو برا کہتے ہیں پھر بھی اس کے

یہ چھ دوڑتے ہیں۔ اور اس کی طلب میں مرتے ہیں۔ دوسرے یہ لوگ موت کو امرِ حق جانتے ہوئے بھی اس کے لئے کچھ نہیں کرتے اور آئندہ کی کوئی تدبیر نہیں سوچتے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مسلمان اگرچہ ایسا کرتے ہیں لیکن خدا کی وحدانیت کے تودل سے قائل ہیں۔ اور اس کا شریک کسی کو نہیں بناتے اگر وہ گناہ کرتے ہیں تو توبہ بھی کر لیتے ہیں۔ اور پھر ان کا پروردگار انہیں بخش دیتا ہے۔ تم نے ساری زندگی آتش پرستی میں گزاری ہے۔ میں جب جانوں کہ تم اپنی انگلی آگ میں ڈال دو۔ اور وہ اسے نہ جلائے۔ لیکن اس کے برخلاف میں اس خدا کی پرستش کرتا ہوں کہ اگر اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دوں اور خدا سے دعا مانگوں کہ وہ نہ جلنے دے تو پھر کیا مجال ہے جو ایک بال بھی جل جائے۔ شمعوں نے کہا اگر ایسا ہو جائے جیسا آپ فرما رہے ہیں۔ تو میں آپ کے اللہ پر ایمان لے آؤں گا۔ آگ موجود تھی حضرت خواجہ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیا۔ اور تھوڑی دیر تک اس میں ڈالے رکھا۔ اللہ کے حکم سے ایک بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ شمعوں نے دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہا کہ اے حضرت! آپ کا فرمانا سب بجا ہے۔ اس کے پیچ ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن ساری زندگی تو اسی طرح گزری ہے اب آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہونگا۔ اور مسلمان ہونے سے فائدہ ہی کیا ہوگا؟ جب آخرت کے سامان کرنے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ البتہ ایک صورت ہے کہ آپ مجھے سفارش نامہ لکھ کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بخش دے گا۔ پھر میں ایمان لے آؤں گا۔ حضرت خواجہ نے اسی وقت ایک نوشتہ لکھ کر اس کو دے دیا۔ شمعوں تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اور خوب رویا۔ مرنے کے وقت حضرت خواجہ سے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد آپ مجھ کو غسل دیں اور قبر میں اتاریں اور یہ نوشتہ میرے ہاتھ میں پکڑا دیں تاکہ قیامت کے دن میں اسے سفارش کے طور پر پیش کروں اتنا کہہ کر شمعوں مر گیا۔ اور حضرت خواجہ نے اس کی تجہیز و تکفین فرمائی۔ بہت سے لوگوں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔ پھر خود ہی اسے قبر میں اتارا اور اس کے ہاتھ میں وہ نوشتہ پکڑا دیا۔

ان سب کاموں سے فارغ ہو کر جب وہ گھر تشریف لائے تو رات

سفارش کی قبولیت

مجھ پر تردد میں غلطاں پچاں رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی انہیں نہیں

آئی رات بھر نساڑ پڑھتے رہے۔ اور بار بار دل میں سوچتے تھے کہ یہ کیسی غلطی سرزد ہو گئی ہے اپنے معاملہ پر تو مجھے قابو حاصل نہیں اور خدا کے کاموں میں دخل دینے کی میں نے کس طرح جرأت کی۔ اس دوران آپ کی ذرا دیر کے لئے آنکھ بند ہوئی تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ شمعوں سر پر تاج رکھے اور حلاہشتی پہنے جنت میں ٹہل رہا ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے اس سے پوچھا کہ اے شمعون۔ تم کیسے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ شمعون نے جواب دیا کہ کچھ نہ پوچھئے۔ خدائے بزرگ دہر تر نے میرے ساتھ بے انتہا مہربانی فرمائی ہے۔ جیسا کہ آپ خود بھی دیکھ رہے ہیں اس نے بہتر مقام مجھ کو عطا فرمایا اور اپنے دیدار سے مجھ کو نوازا۔ غرض اتنا فضل و کرم میرے شامل حال ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا۔ اب آپ فکر مند نہ ہوں اور خوش ہوں کہ آپ کے سفارش نامہ کی بھی مجھے ضرورت نہیں رہی بلکہ اب یہ نوشتہ بھی آپ اپنا لے ہی لیں۔ حضرت خواجہ کی فوراً ہی آنکھ کھل گئی تو آپ نے دیکھا کہ وہ نوشتہ ان کے ہاتھ میں لپٹا ہوا ہے۔ پھر آپ نے سجدہ شکرانہ ادا کیا اور فرمایا کہ خداوند! مجھے معلوم ہے کہ تیرے حکم کے لئے کسی سبب کی ضرورت نہیں۔ تو فعلاً لیا یوسید ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو چاہے گا کرے گا۔ محض تیرا فضل و کرم کافی ہے۔ ستر برس کے کافر کو تو نے صرف اس کی ایک بات اور ایک ادا پر اپنے جوار رحمت میں جگہ دے دی پھر ستر برس کے مومن کو تو کس طرح محروم رکھے گا۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ صاحب سماع اور تواجد تھے اور اکثر فرماتے تھے

سماع سے رغبت

کہ وجد دل کا ایک راز ہے۔ کہ جب اس میں تحریک ہوتی ہے تو انسان پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ اور سماع و ردالیٰ ہے جس شخص نے اس کو سچائی کے ساتھ سنا وہ حق تک پہنچ گیا اور جس نے اس کو نفس کی خوشنودی کے لئے سنا وہ بے دین ہوا۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ ہفتہ میں ایک مرتبہ مجلس منعقد فرماتے تھے۔ اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے۔ اگر حضرت

حضرت رابعہ بصریؒ کا مقام

رابعہ بصریؒ اس وقت موجود نہ ہوتیں تو آپ منبر سے اتر کر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ وہ تشریف

لے آئیں۔ پھر منبر پر جا کر خطبہ دیتے تھے۔ اور اپنی خطابت سے تمام محفل کو گرا دیتے تھے بہر شخص کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ پھر آپ حضرت رابعہ بصریؒ کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے نقاب پوش خاتون یہ سب دل کی گرمی تمہاری وجہ سے ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے خواجہ! اتنے درویش اور بزرگانِ دین آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن آپ جب تک حضرت رابعہ بصریؒ تشریف نہیں لاتے خطبہ نہیں دیتے۔ کیا بات ہے؟ حضرت خواجہ نے جواب دیا جو جھول ہاتھی کے لئے بنایا جاتا ہے وہ چیونٹی کے لئے موزوں نہیں ہوگی۔ سبحان اللہ حضرت رابعہ بصریؒ کو معرفتِ الہی میں کیسا کمال حاصل تھا۔ سچ ہے وہ جس کو دیتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ ایک مرتبہ اپنے احباب کے ساتھ حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں انہیں ایک خرما

ولی راولی شتاسد

ملا جس کی گٹھلی سونے کی تھی۔ مکہ معظمہ پہنچ کر آپ نے اس سونے سے سب لوگوں کا کھانا خرید لیا اور بقیہ پیسے غریبوں میں تقسیم کر دیے۔ کچھ دنوں کے بعد مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر ان کی ملاقات امام القراء ابو عمر سے ہوئی جو قرآن مجید پڑھتے تھے۔ ان کے مکتب میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکا بھی آیا۔ حضرت خواجہ نے دیکھا کہ پڑھانے کے دوران ابو عمر اس پر بری نظر ڈال رہے ہیں۔ یکا یک ابو عمر نے محسوس کیا کہ الحمد للہ کی الف سے سورہ الناس کی س تک سب ہی نسیا منیا ہو گیا۔ اور ان کو ایک صرت بھی یاد نہیں رہا۔ وہ بے قرار ہو کر حضرت خواجہؒ کے قدموں میں گر پڑے اور سخت ندامت اور پشیمانی کے ساتھ اپنی بے ادبی اور غلطی کے لئے معذرت خواہ ہوئے ان کے زار زار رونے پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حج کا وقت قریب ہے جاؤ حج کرو۔ اور حج سے فارغ ہو کر مسجد حنیفہ میں جا کر بیٹھو۔ وہاں تم ایک ضعیف مرد کو دیکھو گے۔ جب بزرگ کے پاس کوئی نہ رہے۔ تو تم جا کر اپنا ماجرا ان کو سناؤ۔ ان کی دعا سے ہی تمہارا مقصد حاصل ہو سکتا ہے ابو عمر نے ایسا ہی کیا۔ مسجد حنیفہ میں ایک نورانی چہرہ پر جلال بزرگ کو دیکھا جو مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے وہاں پر ایک اور ایک اور سفید پوش نورانی چہرہ بزرگ

کو آتے دیکھا جن کو آنے لگا سب لوگ ادب سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور سلام کیا تھوڑی دیر کے بعد جب نماز کا وقت ہوا وہ سفید پوش بزرگ اٹھ کر چلے گئے جب تہمتی ہوئی تو ابو عمر نے ان کے پاس جا کر سلام عرض کیا اور اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ بزرگ روشن ضمیر تھوڑی دیر تک خاموش اور غمگین رہے پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ ابھی وہ آسمان کی طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ پورا قرآن مجید انہیں پسے کی طرح یاد ہو گیا۔ ابو عمر شادمانی احسان مندی کے جذبہ سے متاثر ہو کر ان بزرگ کے قدموں پر گر پڑے، بزرگ نے فرمایا کہ تم کو میرا پتہ کس نے بتایا۔ ابو عمر نے جواب دیا کہ حضرت خواجہ حسن بھری نے آپ نے فرمایا کہ جن کو حسن جیسا امام میسر ہو اس کو کسی کی کیا حاجت۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حسن نے مجھ کو رسوا کیا ہے۔ میں بھی انہیں رسوا کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ پھر فرمایا کہ وہ سفید پوش بزرگ جن کو ابھی تم نے دیکھا، حسن بھری ہی تھے۔ وہ روزانہ ظہر کی نماز عصرہ میں پڑھ کر یہاں آتے ہیں۔ اور مجھ سے تھوڑی دیر باتیں کر کے عصر کی نماز کے وقت تک پھر عصرہ واپس تشریف لے جاتے ہیں۔

قوم اجنہ کے ساتھ تحصیل علم | حضرت خواجہ حسن بھری کی مسجد میں ایک بزرگ صحیح سوجھ بھار پڑھنے کے ارادے سے تشریف لے گئے۔ مسجد کا دروازہ اندر سے بند پا کر وہ کھڑے ہو گئے۔ اندر سے کچھ آواز آرہی تھی کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ دعا۔ مانگ رہے ہیں۔ اور کچھ لوگ آمین کہہ رہے ہیں۔ وہ بزرگ وہیں پر خاموش کھڑے رہے کچھ اجالا ہوا تو مسجد کا دروازہ دستک دینے سے کھلا وہ بزرگ جب اندر گئے تو حضرت خواجہ کو تنہا دیکھ کر حیران ہو گئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت مجھ کو حقیقت حال سے آگاہ فرمائیے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ دیکھو یہ راز کسی سے ظاہر نہ کرنا بات یہ تھی کہ ہر جمعہ کی رات کی قوم اجنہ سے کچھ افراد آتے ہیں۔ اور میں ان کے ساتھ کچھ علم سیکھتا ہوں آخر میں میں دعا کرتا ہوں اور وہ لوگ میرے ساتھ آمین کہتے ہیں۔

عاشقان الہی کی زندگی کا راز | حضرت خواجہ حسن بھری کے آنسو کبھی خشک نہیں ہوئے تھے کثرت گریہ سے وہ حد درجہ نحیف و لاغر ہو گئے تھے اور انکے

جسم میں خون اور استخوان میں مغز کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ایک روز ان کی حالت سے مشورہ ہو کر کئی اطباء نے
 اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد حد درجہ معلوم اور افسردہ ہوئے،
 جب ان سے افسردگی کا سبب پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت خواجہ کے جسم میں نہ خون ہے اور نہ استخوان
 میں مغز ہی باقی رہا ہے۔ ایسے شخص کی زندگی کی اب کیا امید ہو سکتی ہے۔ اللہ کی قدرت ہے جو زندہ ہیں
 حضرت خواجہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے ایک نعرہ مارا اور فرمایا اسے طبیبوا تم عاشقوں
 کی بعض دیکھنا کیا جانو۔ عام لوگوں کی زندگی کا دار و مدار بے شک خون اور مغز استخوان پر ہے
 لیکن عاشقان الہی کی زندگی کا دار و مدار ذکر الہی میں پوشیدہ ہے۔ کیونکہ جس طرح عوام کو غذا سے
 قوت ملتی ہے۔ اسی طرح عاشقان خدا کو اس کی محبت اور عشق سے طاقت حاصل ہوتی ہے عشق و
 محبت ہی ان کے لئے خون کا کام دیتا ہے۔ اور یا حق مغز استخوان کا۔

حضرت خواجہ حسن بصری کے خلفاء

حضرت خواجہ حسن بصری کے پانچ حبیب اور افضل
 خلفاء تھے۔ ایک عبدالواحد بن زید دوسرے
 ابن زینب تیسرے شیخ حبیب جمعی چوتھے قنبر بن الغلام پانچویں شیخ محمد واسع
 ان پانچوں کے علاوہ حضرت رابعہ بصری بھی آپ کی خلیفہ خاص تھیں۔

وقایع بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت خواجہ حسن بصری کا وصال ہوا تو حبیب سے
 آواز آئی :- ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آل ابراہیم
 و آل حسن۔

یعنی اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام
 اور حسن کی آل اولاد کو درجہ مقبولیت بخشا اور اس وقت ایک بزرگ نے حضرت خواجہ
 کو خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور کوئی منادی کر رہا ہے
 کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مالک سے جا ملے، اور اللہ ان سے راضی،
 اور خوش ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا وصال ۳۴ محرم الحرام ۱۱۱ھ کو ہوا۔ آپ کے رحلت کی تاریخ قطب سے نکلتی ہے۔ آپ کا روضہ مقدسہ بصرہ ستین کوس یعنی چھیل پر واقع ہے۔



[Faint, mostly illegible handwritten text in Urdu script, likely bleed-through from the reverse side of the page.]

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید قدس اللہ سرہ

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید قدس اللہ سرہ کی کنیت ابی الفضل تھی۔ آپ عمدہ مشائخ زہر اور زبردہ اولیائے عصر میں سے تھے۔ صرفیا آپ کو عارف اکمل، شرف الاسلام والمسلمین اور رکن المملکت والبرین کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کو ضرقت فقر و ارادت حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے حاصل ہوا تھا اس کے علاوہ آپ کو شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ شیخ کیل بن زیاد سے بھی خلافت حاصل تھی۔ آپ ہمیشہ روزہ رکھتے اور تین تین روز پر افطار فرماتے تھے۔ اور افطار میں تین لقمے سے زیادہ نہیں کھاتے۔ سماع آپ کو مرغوب تھا اور کسی وقت بھی گریبذاری کے باعث آنسو خشک نہیں ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے حلقہ ارادت میں آجانے کے بعد آپ نے تمام علائق دنیوی سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اور گھر میں جو کچھ مال متاع مقاسب درویشوں میں تقسیم کر دیا تھا پھر زندگی گزارتے تھے۔ اور پیسے کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ اگر کسی فقیر اور محتاج کو دینے کے لئے روپے پیسے چھونے پڑتے تو ہاتھ کو اتنا دھوتے کہ چھل جاتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ خدا نہ کرے کہ کوئی درویش ہاتھ میں درہم دینا پکڑ کر اپنے ہم چشموں میں ذلیل و شرمندہ ہو۔ درویش کو خالی ہاتھ، خالی پیٹ اور خالی جیب ہونا ضروری ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے۔ تو اسے درویش نہیں سمجھنا چاہیے۔

عبادت و ریاضت

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید قدس اللہ سرہما کے بارے میں مشہور ہے کہ مرید ہونے سے پہلے چالیس برس تک آپ عبادت و ریاضت میں مشغول رہے تھے۔ اور تمام علوم میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگردوں میں تھے۔ امدان ہی سے علم حاصل کیا تھا۔ آپ لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے تھے۔ لیکن اللہ والوں کی زیارت کے لیے نمود و دور دور کا سفر کرتے اور ان کی صحبت میں وقت گزارتے۔ راستے میں اگر کوئی شخص مل جاتا تو آپ سلام میں سبقت کرتے اور اس کی خاطر سے رک جاتے۔

عارف غلام

ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالواحد بن زید نے ایک غلام خریدا اور اس کے ساتھ یہ شرط لگا دی کہ اسے رات کے وقت حاضر رہنا ہوگا۔ آدھی رات کے وقت جب حضرت نے اس کو پکارا تو وہ غائب تھا۔ صبح کے وقت وہ غلام ایک دینار لے کر حاضر ہوا جس پر سورہ اخلاص منقوش تھا۔ اور اس سکہ کو مالک کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولا کہ آپ اس طرح کا ایک دینار روز مجھ سے لے لیں لیکن رات کی حاضر باشی کی خدمت سے مجھے معاف رکھیں۔ حضرت نے مان لیا۔ اسی طرح کچھ عرصہ گذر گیا۔ یہاں تک کہ پڑوس کے لوگوں نے ایک دن آپ سے شکایت کی کہ آپ کا یہ غلام رات کو کفن چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا میں اس کا امتحان لوں گا۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو آپ نوکر کی حرکات کی طرف متوجہ رہے۔ آدھی رات کے وقت آپ نے دیکھا کہ وہ غلام اٹھا اور چلا۔ دروازہ پر تالا لگا ہوا تھا اس کو ہاتھ کے اشارے سے کھول دیا اور باہر نکل گیا۔ حضرت قطب المشرق بھی اس کے پیچھے پیچھے اس طرح چلے کہ اس کو خبر نہ ہو چلتے چلتے ایک قبرستان میں پہنچے۔ وہاں پہنچ کر اس غلام نے اپنا کپڑا اتار دیا۔ اور قبرستان میں ایک جگہ گڑھی رکھی ہوئی تھی اسے پہن لیا۔ اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ صبح تک اسی طرح عبادت میں محو رہا پھر دعا مانگی کہ الہی میرے چھوٹے مالک کا روزینہ مجھے عنایت فرما۔ بس ہوا سے ایک درہم ٹپک پڑا۔ اور اسے جیب میں ڈال لیا حضرت قطب المشرق نے جب یہ حالت دیکھی تو دنگ رہ گئے اور اپنی ہڈ گمانیوں پر توبہ استغفار پڑھنے لگے۔ پھر سوچا کہ جب وہ اللہ کی عبادت میں اتنا محو ہے تو بہتر ہے اسے آزاد ہی کر دوں۔ یہ ایک

وہ غلام نظر سے اوجھل ہو گیا اور آپ گھر کے لیے روانہ ہوئے۔ منظور ہی دور چلے ہوں گے۔ کہ طیب سے ایک سوار ظاہر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کہ میرا فلاں شہر یہاں سے کتنی دوری پر ہے۔ اس سوار نے جواب دیا کہ آپ تیز تیز چلیں گے۔ تو اس شہر تک پہنچنے میں آپ کو دو سال لگیں گے۔ یہ سن کر آپ نے سوچا کہ اب یہاں سے جانا تو بہت مشکل ہو گیا بہتر ہے کہ ایک رات اور اس جگہ ٹھہر جاؤں۔ غلام حسب دستور مہر آئے گا۔ جب وہ صبح کو واپس ہونے لگے تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا جاؤں گا۔ دن گذرا رات آئی اور ٹھیک وقت پر وہ غلام اس جگہ پہنچ گیا۔ اور عبادت الہی میں مشغول ہو گیا۔ صبح کے وقت مہر اس نے دھا مانگی اور ایک درم ہوا سے گرا جس کو اس نے اٹھا کر جیب میں رکھ لیا حضرت قطب المشرق ایک گوشہ میں چھپے بیٹھے تھے۔ غلام اسی جگہ پہنچ گیا۔ اور دونوں دینار جیب سے نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیئے اور عرض کی کہ حضرت آپ کی دونوں راتوں کا معاوضہ حاضر ہے۔ اور آپ نے میرے بارے میں جو نیت فرمائی ہے۔ اسے پورا ہی کر دیں حضرت قطب المشرق نے فوراً اس کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد غلام نے اپنی دونوں مٹیوں میں کچھ سنگ بوز سے بھر کر آپ کے دامن میں ڈال دئے اور کہا کہ حضرت جب آپ نے مجھ کو آزاد فرمایا ہے۔ تو مجھے بھی آپ کا شکر بے ادا کرنا ضروری ہے یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور حضرت کو بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ حضرت خواجہ اس کے پیچھے پیچھے چلے منظور ہی دیر چلے ہوں گے۔ کہ وہ اپنے شہر پہنچ گئے۔ اور اپنے گھر میں داخل ہوئے مڑ کر دیکھا تو وہ غلام غائب تھا۔ پھر اپنا دامن دیکھا تو اس میں ہر سنگ بوزہ ایک قیمتی جواہر ہو گیا تھا حضرت خواجہ نے تمام پڑوسیوں کو جو اسے کفن چور کہتے تھے۔ بلا بھیجا اور فرمایا کہ لوگو! تم اس غلام کے بارے میں جو کچھ کہتے تھے۔ صحیح نہیں تھا۔ بلکہ حقیقت حال یہ ہے اور پورا ماجرا کہہ سنایا۔ پھر فرمایا کہ وہ کفن چور نہیں بلکہ نور الہی کا چور تھا۔

سبحان اللہ جس مالک کا غلام ایسا ہو اس مالک کے مرتبہ کا کیا پوچھنا۔ اور جس غلام کا مالک ایسا ہو اس غلام کی خوش قسمتی کا کیا ٹھکانہ۔

خیرات کا صلہ | حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید ایک مرتبہ دعوت فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنا تمام

مال و متاع اللہ کی راہ میں قربان کر دے گا اس کو جنت الفردوس میں ٹھکانا اور آنکھوں میں کھپانے والی نور سہشت حور ملے گی۔ اتفاقاً چار بھائی اس مجلس میں شریک تھے۔ ان میں سے ایک کے دل میں یہ بات جم گئی۔ اور وہ فوراً وہاں سے اٹھا اور گھر آ کر اپنا سارا مال و متاع فقرا میں تقسیم کر دیا۔ اور تنہا حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا حال کہہ سنایا۔ حضرت خواجہ نے اس کو شاباش دی اور تسلی و تشفی دے کر اسم اعظم پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اسم اعظم پڑھنے کے دوران اس آدمی نے دیکھا کہ ایک دلکش باغ ہے۔ اور اس میں زمر کا ایک خوبصورت محل ہے۔ اور اس محل میں بہت سی حسین جمیل عورتیں جمع ہیں۔ جو اسے دیکھ کر آپس میں کہہ رہی ہیں۔ کہ یہ حور عین المرصیہ (آنکھوں کو اچھی لگنے والی) کاشوہر آ رہا ہے۔ وہ مردان کے نزدیک گیا۔ اور پوچھا کہ تم میں "حور عین المرصیہ" کون ہے۔ ان لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ اللہ اللہ یہ کیسی بات آپ کر رہے ہیں۔ ہم لوگ تو "حور عین المرصیہ" کی لونڈیاں ہونے کے بھی لائق نہیں ہیں۔ آپ اسے دیکھنا چاہتے ہیں تو اور آگے آجائیے، وہ شخص اور آگے بڑھا ایک اور باغ اور محل دیکھا جو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور شان دار تھا۔ اور اس میں بھی پری جمال اور حسین و رعنا دوشیزائیں جمع تھیں۔ اور ان لوگوں نے بھی اس کو دیکھ کر وہی کہا کہ یہ جوان حور عین المرصیہ کاشوہر معلوم ہوتا ہے اس شخص نے ان عورتوں سے بھی یہی سوال کیا کہ تم میں سے "حور عین المرصیہ" کون ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ "حور عین المرصیہ" کو دیکھنا چاہتے ہو تو اور آگے جاؤ۔ ہم لوگ تو اس کی لونڈیوں کی بھی برابر ہی نہیں کر سکتیں۔ مجبور ہو کر وہ شخص اور آگے بڑھا۔ آگے ایک اور باغ اور محل دیکھا جو پہلے دونوں سے زیادہ خوبصورت اور پر شکوہ تھا۔ اور اس میں مہر و ماہ کو شرمادینے والی حسین عورتیں موجود تھیں۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ "حور عین المرصیہ" ان ہی میں سے ایک ہوگی۔ ان کے پاس جا کر اس نے پوچھا کہ تم میں سے "حور عین المرصیہ" کون ہے؟ ان لوگوں نے بڑی نرمی سے جواب دیا کہ ہم لوگ "حور عین المرصیہ" کی لونڈیاں ہیں۔ اور آپ بلاشبہ ان کے شوہر معلوم ہوتے ہیں۔ آپ میری مالک سے ملنا چاہتے ہیں۔ تو اندر تشریف لے جائیے۔ اس بات سے اس کا دل خوشی سے بیوں اچھلنے لگا۔ اور وہ پردہ اٹھا کر محل کے اندر چلا گیا۔ دیکھا کہ "حور عین المرصیہ" بنی سنوری، سولہ سنگار کئے دلن

بنی بیٹھی ہے۔ وہ مرد دل و جان سے اس پر عاشق ہو گیا۔ اور ایک لغزہ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں جب ہوش آیا تو پری پیکر نے اس کو اشارے سے بلا کر اپنے پاس بٹھالیا۔ اب اس شخص کو صبر و ضبط کا یارا نہ رہا اور اس نے دستِ شوق بڑھا کر اسے اپنی آغوش میں لے لیتا چاہا۔ "حور عین المرصیہ" نے بڑی دلربائی اور نرمی سے اس سے کہا کہ آپ اتنا بے چین اور مضطرب کیوں ہو رہے ہیں بس ہم لوگوں کے وصل میں تین گھنٹے سے زیادہ کی تاخیر نہیں ہے۔ اور آپ جانتے ہیں ایک پہر گزرنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ یہ تین گھنٹے تو دیکھتے دیکھتے گذر جائیں گے اور ہم دونوں ایک دوسرے کے وصل سے شاد کام ہوں گے۔ یہ سن کر اس مرد نے دستِ شوق کو روک لیا۔ یکایک اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ ہوش میں آ گیا۔ لیکن جب اس نے اپنی محبوبہ کو نہیں دیکھا تو مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ کو خبر ہوئی انہوں نے اس کو اپنے سامنے بلوایا اور فرمایا کہ اے احمق! یہ کیسی لوانگی تجھ پر ظاہر ہے۔ اس مرد نے پورا قہقہہ سنایا۔ آپ نے آہستہ سے اس کے کان میں فرمایا کہ تمہاری باتیں سب صحیح ہیں۔ لیکن تم کو اپنی محبوبہ کا وہ جملہ یاد نہیں رہا جو اس نے تم سے کہا تھا۔ پھر ایک پہر یعنی عین گھنٹے کے لئے یہ اضطراب کیسا تم مضطرب نہ ہو ایک پہر میں اپنی محبوبہ کے وصل سے شاد کام ہو گے۔ اسی دوران کفار کی ایک جماعت شہر پر حملہ آور ہوئی لوگ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ شخص بھی مسلح ہو کر جہاد میں شریک ہوا اور جی کھول کر دادِ شجاعت دی۔ بے شمس کافروں کو جہنم واصل کیا۔ آخر میں لڑتا ہوا دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شہید ہوا۔ فتح مسلمانوں کی ہوئی اور دشمن مغلوب و مقہور ہوئے۔ حضرت خواجہ نے اس مرد جانا باز کی لاش مبارک خود تلاش کر کے نکالی شہید کے متبسم چہرے پر ایک خاص قسم کا جلال اور جمال ہو گیا تھا۔ جو بہت کم شہداء میں دیکھا گیا پھر حضرت نے اس پر نماز پڑھ کر اپنے دست مبارک سے اس کی تجہیز و تکفین فرمائی۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ تمام واقعات تین گھنٹوں میں تمام پذیر ہوئے۔

ایک روز حضرت خواجہ عبدالواحد بن زبید راستے میں جا رہے تھے کہ ایک بیمار کے لئے دعا

بوڑے بیمار آدمی کو دیکھا کہ وہ دھوپ میں بے حال پڑا ہوا ہے اور کوئی اسکی

خبر نہیں لے رہا ہے۔ حضرت کو اس کی بے کسی پر رحم آگیا۔ باروں کی طرف اشارہ کیا کہ اس پر سایہ نکلن ہو جائے۔ اللہ کے حکم سے اہل اس پر سایہ نکلن ہو گیا۔ اس بوڑھے عاجز انسان نے حضرت خواجہ کی جب یہ کراہت دیکھی تو گڑگڑا کر عرض کیا کہ اے حضرت! دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے صحت بخشنے۔ حضرت خواجہ نے دعا فرمائی اور وہ اسی وقت صحت یاب ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور گھر کی طرف روانہ ہوا۔

ایک مرتبہ درویشوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر تھی ان لوگوں پر بھوک غالب ہوئی اور اس وقت کھانے کی کوئی چیز موجود

کشف و کرامات

نہ تھی۔ درویشوں نے حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید سے درخواست کی کہ اس وقت ہم لوگوں کو حلہ کھلائیے۔ جب ان لوگوں کا اصرار حد سے زیادہ ہو گیا تو آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر پھر فرمایا اور فوراً حلہ سے بھرا ہوا ایک قاب ہو اسے نیچے آگیا۔ حضرت خواجہ نے درویشوں سے فرمایا کہ شکم سیر ہو کر کھاؤ۔ درویشوں نے جی بھر کر کھایا لیکن حضرت خواجہ نے اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ایک مرتبہ آپ دریائے دجلہ کے کنارے سے گزر رہے تھے۔ فقرا کی ایک جماعت وہاں کشتی کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسی اثنا میں کشتی آگئی۔ کشتی والے نے دوسرے آدمیوں کو سوار کرایا۔ لیکن فقرا میں سے کسی کو نہیں لیا۔ کشتی والے کی اس حرکت سے فقرا کو بہت رنج ہوا۔ حضرت قطب المشرق یہ سب دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فقرا کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ادھر آؤ تاکہ اللہ کے حکم سے میں تم لوگوں کو بحفاظت دجلہ سے پار کرادوں۔ درویش سب حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ دجلہ سے کہہ دو کہ عبدالواحد تجھے خشک ہونے کے لئے کہہ رہا ہے! فقرا نے جیسے ہی حضرت کا پیغام دجلہ کو پہنچایا۔ دجلہ کا پانی بالکل کم ہو گیا اور فقرا سلامتی کے ساتھ دجلہ عبور کر گئے یہاں تک کہ کسی کا ٹخنہ بھی تر نہیں ہوا۔

ایک دن حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید جارہے تھے۔ کہ راستے میں فقرا کی ایک جماعت سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ وہ سب پریشان حال اور بھوکے تھے۔ حضرت کو دیکھ کر ان لوگوں نے دعوت کی کہ ہم لوگ بال بچے والے ہیں۔ اور غامت افلاس اور خستہ حالی میں مبتلا ہیں۔ خدا کے لئے ہم لوگوں کی مدد فرمائیے۔ حضرت خواجہ نے ان لوگوں کو تسلی بخشی دی اور کہا کہ جاؤ انشاء اللہ

آج سے تم لوگ دولت مند ہو جاؤ گے۔ لیکن شرع شریف پر سختی سے عمل پیرا رہنا اور اس سے روگردانی نہ کرنا۔ فقرا جب اپنے اپنے گھر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ان کے گھروں میں انواع و اقسام کے کھانے ان کی عورتیں پکا رہی ہیں۔ اور ان کے پاس کافی دینار و درہم جمع ہیں۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ یہ دولت کہاں سے ملی۔ عورتوں نے جواب دیا کہ ایک شخص آیا تھا۔ اور ہم لوگوں کو ہمت ملی تھی کہ یہ دولت دے کر چلا گیا۔ اور ہاتے ہوئے کہہ گیا ہے۔ کہ جب تمہارے شوہر آئیں اور پوچھیں کہ یہ پیسے کہاں سے آئے تو کہنا کہ حضرت شیخ عبدالواحد بن زیند کے دوستوں میں سے ایک فقیر ہم لوگوں کو یہ مال درر دے گیا۔ فقرا کو بڑی حیرت ہوئی۔ اور اس روز سے ان لوگوں کی تنگدستی اور غربت دور ہو گئی اور وہ لوگ فراغت سے زندگی گزارنے لگے۔ ان کی عورتیں ان سے برابر کتیں افسوس ہے۔ ہم لوگوں پر کہ ایسا روشن ضمیر اور بزرگ کامل پا کر ہم نے صرف دولت دینی پر اکتفا کیا۔ حالانکہ طلب کرنے کی چیز دین کی دولت تھی جو جاودانی اور پائدار ہے۔

وقات حضرت نواجہ شیخ عبدالواحد بن زیند مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حد درجہ نحیف اور کمزور ہو جانے کے باعث خود سے اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں رہتے۔ ایک دن نماز کا وقت ہو گیا اور خادم موجود نہیں تھا جو وضو کرادے۔ آپ نے دعا مانگی کہ خداوند مجھے اس وقت اتنی طاقت عنایت فرما کہ میں خود سے وضو کر کے نماز ادا کر لوں۔ پھر تیری جو مرضی ہوگی سر تسلیم خم ہے اللہ کی شان سے حضرت نواجہ فوراً اس لائق ہو گئے کہ خود سے اٹھ کر وضو کریں۔ اور نماز ادا فرمائیں۔ آپ نے اٹھ کر نماز ادا کی اور پھر فرش پر لیٹ گئے۔ اور اسی طرح بیمار ہو گئے چنانچہ ماہ صفر کی ۷ تاریخ ۷۷۱ھ کو اپنے خالق سے جا ملے

آپ کے حمید خلفا میں سے ایک نواجہ فضیل ابن عیاض قدس اللہ سرہ العزیز بھی تھے



حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہ



خرقہ فقر و ارادت حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کی کیفیت ابوعلی اور ابی الفیض دونوں تھی۔ آپ مشائخ کبار اور سرور روزگار میں سے تھے۔ صوفی آپ کو امام الشریعت، مقتدائے ملت، سراج الاولیاء اور وارث الانبیاء کے القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ آپ کو خرقہ فقر و ارادت حضرت شیخ عبدالواحد بن زید قدس اللہ سرہ سے عطا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کو غیاث بن منصور بن معمر سلمیٰ کو فی قدس اللہ سرہ سے بھی خلافت حاصل تھی۔ آپ ہمیشہ ٹاٹ اور کھیل کا لباس پہنتے اور برابر روزہ سے رہتے۔ خدا کے خوف سے امتنا زار زار روتے کہ دیکھنے والوں کو رونا آجاتا۔

دنیا سے بیزاری مرید ہو جانے کے بعد آپ نے حتی الامکان دنیا والوں کی صورت نہیں دیکھی بلکہ جس راستے سے دنیا والے گذرتے اس راستے سے نہیں گذرتے اور اگر گھول سے کبھی اس راستے سے گزر ہو جاتا تو جو کپڑا پہنے ہوئے ہوتے اس کپڑے کو اتار کر فقرا کو دے دیتے کہ کہیں دنیا والوں کے راستے کی دھول نہ اس پر پڑ گئی ہو۔ آپ صاحب کرامت و عظمت بزرگ تھے اور سماع کو پسند فرماتے تھے۔ تین تین چار روز پر افطار کرتے اور پانچ سو رکعت نماز اور دو ختم

قرآن روزانہ فرماتے۔ جس روز آپ کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو سو رکعت شکرانہ کی نماز ادا فرماتے آپ اکثر بیمار ہونے کی آرزو فرماتے کہ اس سے جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کی رعایت مل جائیگی وہ متمنی رہتے کہ کوئی ان سے ملنے نہ آئے اور اگر بیمار پڑ جائیں تو کوئی حال پوچھنے والا نہ ہو۔ گویا وہ چاہتے تھے کہ :-

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار اور اگر مر جائیے تو زودہ خواں کوئی نہ ہو

جب رات آتی تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ فرماتے اس میں خلوت سے دلچسپی مالک سے خلوت بے تفرقہ کا موقع نصیب ہوتا ہے۔ اور جب دن ہوتا تو رنجیدہ خاطر ہوتے اور عنقا کی طرح کسی گوشہ میں چھپ جاتے۔ آپ کا قول تھا کہ جس کو تنہائی سے وحشت ہوتی ہے اسے دنیا والوں کی دلچسپی ہونا ضروری ہے۔ اور جس کو دنیا والوں سے دلچسپی ہوگی وہ سلامتی سے دور رہے گا۔

ایک رات حضرت سفیان ثوریؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام رات اچھی اچھی اور خدا رسولؐ کی باتوں سے اپنا اور ان کا دل بہلاتے رہے۔ یکا یک ان کی زبان سے نکل گیا کآج کی رات کیسی مبارک رات ہے۔ کہ تنہائی کی وحشت سے دوچار نہ ہونا پڑا۔ حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ نامبارک رات کیسے۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے پوچھا وہ کس طرح؟ فرمایا آپ رات بھر اس فکر میں رہے کہ کوئی اچھی بات مجھے سنائیں اور میں اس الجھن میں ڈوب رہا کہ آپ کی باتوں کے مناسب جواب تلاش کرتا رہوں تاکہ آپ کو میرا جواب پسند آئے اور مناسب معلوم ہو کاش کہ مجھے تنہائی نصیب ہوتی کہ میں اپنی رات گریہ و زاری میں گزارتا۔

ابتداء ایام میں حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ راہزنی اور لوٹ مار کرتے تھے۔ اور لٹیروں کے سردار تھے۔ تمام ڈاکو جو کچھ

بھی لوٹ مار سے حاصل کرتے۔ ان کے پاس لا کر رکھ دیتے اور اپنا حصہ ان کے ہاتھ سے لیتے۔ آپ کا ایک طریقہ یہ تھا کہ لوٹ مار سے جو کچھ مال ملتا اس پر اس کے مالک کا نام لکھ دیتے۔ ایک

مرتبہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سو داگردوں کے ایک قافلے کا پیچھا کر رہے تھے۔ اس قافلہ میں ایک شخص قرآن شریف کی یہ آیت بلند آواز سے پڑھ رہا تھا اَللّٰهُ يَانَ يَلْسَنِيْنَ اَلْمَنُوْرَ اَنْ يَخْشَعُ قَلْبُكُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ یہ آیت شریفہ تیر کی طرح آپ کے دل پر لگی۔ ایک لغزہ مارا اور صحر کی راہ لی۔ اپنے گناہوں سے تائب ہو کر آپ صحر کی خاک چھان رہے تھے۔ کہ اتفاق سے ایک قافلے کا گزر آپ کے پاس سے ہوا۔ قافلے والے آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ نفیس ڈاکو اسی راستے میں ہے ہم لوگوں کو اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ حضرت خواجہ نے جب یہ سنا تو فرمایا تم لوگ خوش ہو کہ نفیس نے توہ کر لی اور اب وہ تم لوگوں سے اسی طرح بھاگتا ہے۔ جس طرح تم لوگ اس سے بھاگتے ہو تائب ہونے کے بعد حضرت خواجہ نے جن جن لوگوں کا مال لوٹا تھا ان لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مال واپس کیا ان سے معافی طلب کی اور ان کو خوش کیا یہاں تک کہ ان کے تمام ستم رسیدہ لوگ ان سے خوش ہو گئے۔ اور کوئی ان کا دشمن اور مخالف نہیں رہا۔ سوائے ایک یہودی کے جو کہتے تھا کہ میرا بہت سا سونا آپ نے لوٹا تھا۔ وہ سب واپس کریں۔ حضرت خواجہ نے قسم کھا کر اس کی نشانی کرنی چاہیے۔ تو اس نے کہا میں نے قسم کھالی ہے۔ کہ جب تک آپ میرا سونا مجھ کو واپس نہ کریں گے میں آپ سے راضی نہ ہوں گا۔ جب حضرت خواجہ نے اسے بہت عاجزی سے سمجھا یا تو اس نے کہا اچھا جائیے میرے گھر کے طاق پر اشرفی کی ایک تھیلی مہری رکھی ہے۔ اس کو اپنے ہاتھ سے لا کر بچے دیجئے۔ تاکہ میری قسم پوری ہو۔ آپ نے ویسا ہی کیا۔ اس نے ہاتھ میں لے کر جب تھیلی کھولی تو اس میں سے اشرفیاں نکلیں۔ یہودی نے حضرت خواجہ سے کہا کہ آپ اپنے مذہب کے بارے میں مجھے واقف کرائیے پھر میں آپ سے خوش ہوں گا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ کس ہات پر تم مسلمان ہو رہے ہو۔ یہودی نے کہا کہ اس تھیلی کو ریت سے بھر کر میں نے رکھا تھا۔ اور میں آپ کی آزمائش کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ توریت میں میں نے پڑھا تھا۔ کہ دین محمدی کے مطابق جس کی توہ قبول ہو جاتی ہے وہ اگر مٹی کو ہاتھ میں لے گا تو سونا ہو جائے گا۔ اسی کو میں آزما رہا تھا کہ آپ کی توہ قبول ہوئی یا نہیں۔ آپ کو میں نے سچا پایا اور میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونا چاہتا ہوں اور پھر وہ مسلمان ہو گیا

حلقہ ارادت میں شمولیت | اس واقعہ کے بعد حضرت خواجہ کو فہ چلے آئے اور وہاں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ اور وہاں سے آپ

کا ارادہ بصرہ جا کر حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ہوا۔ جب بصرہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا وصال ہو گیا۔ آپ زار زار رونے لگے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ کیوں رورہتے ہیں۔ اور اب رونے کا کیا فائدہ ہوگا۔ اگر آپ کا ارادہ مرید ہونے کا ہے تو قطب المشائخ حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کی خدمت میں حاضر ہو جائیے وہ مرید اور حلیفہ کامل حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے ہیں۔ اور ان کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی کرم اللہ وجہہ کافرقہ پہننے کا شرف حاصل ہے۔ اور ان کے جیسا درویش کامل زمانہ میں موجود نہیں ہے۔ خواجہ حبیب عجمی ان کے دستوں میں ہیں۔ جو ہر ملتہ ان سے ملے اور استفادہ کے لئے تشریف لاتے ہیں یہ باتیں سن کر حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کے دل میں حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کے دیدار اور قدم برداری کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

حضرت خواجہ عبدالواحد کی نصیحت | حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ بڑی شفقت اور مہربانی کے ساتھ ان سے پیش آئے اور فرمایا کہ

فضیل! تمام بڑی باتوں سے پرہیز کرو۔ کیونکہ درویشی خاموشی اور بے خویشی کا نام ہے۔ اپنے کو مٹا دینا اور خاموشی اختیار کر لینا ہی درویشی ہے۔ اسے تم اپنالو اور اپنے کچھلے گناہوں پر پشیمان اور ماتم کناں رہو۔ ہر جگہ اور ہر وقت عداوتے مزدہل کو حاضر ناظر جانو۔ آج سے تمہارا نام محبتان عدا کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ اپنی عبادت اور ریاضت سے اس درجہ فائقہ پر پہنچے کہ ان کو قطب زمانہ کہا گیا

خلیفہ ہارون الرشید اور حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ | خلیفہ ہارون الرشید کے دربر فضیل بن عیاضؒ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ میں مکہ معظمہ گیا۔ فریضہ حج ادا کر کے بعد

خليفة نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں مردان خدا سے کسی بزرگ کو جانتے ہو تو بتاؤ میں ان سے شرفیاب ہو سکی
 سعادت حاصل کروں گا۔ میں نے کہا ایک بزرگ حضرت عبدالرزاق صنعانی تو یہاں ہیں۔ خلیفہ مجھے
 ساتھ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر کی گفتگو کے بعد خلیفہ نے میرے ذریعہ ان سے
 دریافت کر لیا کہ آپ کے ذمہ کسی کا قرض تو نہیں ہے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ خلیفہ
 نے فوراً حکم دیا کہ خزانہ شاہی سے ان کے ذمے جو کچھ قرض ہے۔ ادا کیا جائے۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے
 اور فرمایا فضل کسی اور بزرگ کے پاس لے چلو۔ میں نے عرض کیا حضرت سفیان بن عتبہؒ بھی یہاں
 ایک بزرگ ہیں ہم لوگ وہاں پہنچے وہاں بھی تھوڑی دیر گفتگو کے بعد خلیفہ نے میرے ذریعہ وہی سوال
 ان سے کر لیا۔ اور انہوں نے جب بتایا کہ ہاں کچھ قرض تو لوگوں کا ان کے ذمہ باقی ہے۔ خلیفہ نے
 فوراً اس کی بھی ادائیگی کا حکم دیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ فضیل میری تشفی نہیں ہوئی
 کسی اور بزرگ کے پاس لے چلو میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین! اب حضرت خواجہ فضیل بن عیاض
 باقی رہ گئے ہیں۔ جن کو لوگ سراج الواصلین کے لقب سے پکارتے ہیں۔ حکم ہو تو ان کی خدمت میں
 لے چلوں۔ چنانچہ میں اور خلیفہ حضرت خواجہ کے مکان کی طرف چلے۔ ان کے مکان پر پہنچے تو حجرے
 کا دروازہ بند تھا۔ اور اندر چراغ جلا کر حضرت خواجہ تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے۔ امیر المومنین نے
 خود بڑھ کر کہا کہ حضرت اپنے نفس کی شفاعت کے لئے حاضر ہو اہوں۔ پھر امیر کی اطاعت بھی
 ضروری ہے یہ سن کر حضرت خواجہ نے چراغ بجھا دیا اور دروازہ کھول کر ایک کونے میں کھڑے ہو
 گئے۔ امیر المومنین اندر جا کر حضرت خواجہ کو اندھیرے میں تلاش کرنے لگے۔ اتفاق سے امیر المومنین
 کا ہاتھ حضرت خواجہ کے جسم سے چھو گیا۔ حضرت خواجہ نے بڑی غمناک آواز میں آہ کر کے کہا کہ کیا
 نرم ہاتھ ہے۔ کہ کاش کہ دورخ کی آگ سے بچ جائے۔ امیر المومنین رونے لگے۔ اور فرمایا حضرت مجھے
 کچھ نصیحت فرمائیے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا اے امیر المومنین! آپ کے والد بزرگ دار نے جو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ایک مرتبہ رسول اللہ سے کسی صوبہ کی گورنری مانگی تھی تو آپ کو معلوم
 ہے انہوں نے کیا جواب دیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ چچا جان! آپ کی ایک لہو کی بندگی ہزار سالہ

امارتِ خلق سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ امیر کو قیامت کے دن ندامت اٹھانی پڑتی ہے امیر المؤمنین ہارون الرشید نے فرمایا حضرت کچھ اور وضاحت سے فرمائیے۔ حضرت خواجہ نے جواب دیا مجھے ڈر ہے کہ کسی آپ کا یہ پیارا چہرہ دوزخ کی آگ کا ایندھن نہ بنے۔ خدا سے ڈریئے اور پوری مستعدی سے اس کا حق اور حکم ادا فرمائیے۔ پھر امیر المؤمنین نے پوچھا حضرت کسی کا آپ کے ذمے کچھ دین بھی باقی ہے جواب دیا ہاں خدا کا قرض دار ہوں اور اس کی ادائیگی میں مشغول ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آخر میں امیر المؤمنین ہارون الرشید نے ایک ہزار دینار کی تھیلی آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا اے امیر المؤمنین! بڑے افسوس کی بات ہے کہ میری نصیحتوں کا آپ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ میں آپ کو نجات کی راہ دکھا رہا ہوں۔ اور آپ مجھے بلا میں پھنسانے کی تدبیر کر رہے ہیں۔ امیر المؤمنین زار زار رونے لگے۔ اور روتے ہوئے وہاں سے نکلے۔ باہر آکر مجھ سے فرمایا کہ بادشاہ تو دراصل خواجہ فضیل ہیں۔

عجیب تبسم حضرت ابو علی رازی جو تیس برس تک حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کی خدمت میں حاضر رہے تھے۔ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ کو سوائے ایک مرتبہ کے جب کہ آپ کے صاحبزادے شیخ علی کا انتقال ہوا تھا۔ کبھی مسکراتے نہیں دیکھا۔ مخدوم زادہ شیخ علی کا وصال قرآن پاک کی ایک آیت دیوم القیامۃ تری المتجر میں الی آخرہ کو سن کر ہوا تھا جب کہ وہ مسجد حرام میں چاہ زمزم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو علی رازی فرماتے ہیں کہ مخدوم زادہ کی تجہیز و تکفین کے بعد میں نے تخلیہ میں حضرت خواجہ فضیل بن عیاض سے اس بے موقع تبسم کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا جس کام کو حق تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ میں بھی پسند کرتا ہوں اور جس امر پر وہ راضی ہے میں کیوں خوش نہیں ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ جب تم سے پوچھا جائے کہ حق تعالیٰ کو تم دوست رکھتے ہو تو تم خاموش رہو کیونکہ اگر تم نفی میں جواب دو گے تو کافر ہو جاؤ گے بلکہ اگر تم ہاں کہو گے تو وہ زیادہ بہتر ہو گا اس لئے کہ وہ فعل دوستوں کے زمرہ میں شامل کرے گا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ سے پوچھا کہ دین کی بنیاد کیا ہے

دین کی بنیاد

آپ نے جواب دیا "عقل" لوگوں نے پوچھا عقل کی بنیاد کیا ہے۔ فرمایا "علم" لوگوں نے پوچھا علم کی بنیاد کس پر ہے؟ فرمایا "صبر پر"۔ پھر فرمایا کہ تمام برائیوں کو ایک جگہ جمع کر کے اس کی کبھی دنیا کی دوستی کو بنایا ہے۔ توکل کے بارے میں لوگوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ توکل کے معنی یہ ہیں۔ کہ سوائے اللہ جل شانہ کے کسی سے امید وابستہ نہ رکھے اور متوکل اس کو کہتے جو ظاہر و باطن ہر حال میں راضی بہ رضا رہے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کے پانچ خلیفہ تھے سلطان ابراہیم ادہم، شیخ محمد بن یزید

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کے خلقا

الشرازی، خواجہ شیرحافی، حضرت شیخ ابی رجا، العطاری اور خواجہ عبداللہ سیاری قدس اللہ سرہم

آپ کا وصال تین ربیع الاول ۸۷۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار اقدس بیت الحرام کے قریب جنت معلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے روضہ منورہ کے نزدیک

وفات

ہے۔ سیر الاقطاب کے مصنف نے آپ کی تاریخ وفات قطب جہاں بوہ نکالی ہے۔



حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم قدس اللہ سرہ



شجرہ نسب حضرت غوث الاعظم سلطان ابراہیم ادھم قدس اللہ سرہ کی کنیت ابو اسحاق ہے صوفیاء نے آپ کو سلطان دنیا و دین، عارف ربانی، سراج الکابلین اور برہان الواصلین کے القاب سے مخاطب کیا ہے۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

ابراہیم بن ادھم بن سلیمان، بن منصور، بن ناصر، بن عبداللہ، بن امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

خرقہ فقر و ارادت آپ کو خرقہ فقر و ارادت حضرت خواجہ فیصل بن عیاضؒ سے عطا ہوا تھا۔ آپ چار چار پانچ پانچ روز پر جنگل کے پھل اور ساگ پات سے انظار فرمایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی بے نمک کی ترکاری پکا کر بھی کھا لیتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو اللہ سے دوستی کرنا چاہتا ہے۔ اس کو زبان بلکہ تمام حواسِ خمسہ کی لذتوں اور خوشی و شادمانی کو ترک اور غم خواری کو اختیار کرنا ہو گا۔ جس روز کہ آپ کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا۔ آپ بہت خوش ہوتے اور شکرانہ کی نماز ادا فرماتے اور برابر پیوند گاہوں کو کپڑا پہنتے اور ننگے پیر رہتے اور کسی شخص سے روپیہ پیسہ قبول نہ فرماتے

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم کے امام ابوحنیفہ
حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم کا مرتبہ | کوئی رضی اللہ عنہ سے بڑے گمراہے مراسم تھے امام اعظم

ان کو برابر سیدنا سیدنا ابراہیم ادھم کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔ امام صاحب کے ساتھیوں
 نے ان سے پوچھا کہ ابراہیم بن ادھم سید کس طرح ہوئے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ
 تو دوسرے کاموں میں بھی مشغول ہوتے ہیں اور وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی خدمت میں ہی لگے
 رہتے ہیں اسی لئے وہ سید اور سند ہیں۔

حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ فرماتے تھے۔ مفاہیم العلوم ابراہیم ادھم
 یعنی سارے علوم کی کنجی ابراہیم ادھم ہیں۔

حضرت ادھم قلت درک عاشق | معتبر تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ آپ کے والد ماجد

ادھم نام کے ایک قلندر درویش تھے۔ جو گھومتے پھرتے
 شہر بلخ پہنچ گئے اور شہر کے باہر اپنی کٹیٹا بنا کر رہنے لگے۔ ایک روز کسی ضرورت سے شہر گئے اتفاق
 سے بادشاہ بلخ کی لڑکی باغ کی سیر کر کے واپس ہو رہی تھی۔ راستے میں بڑا اہتمام تھا۔ ادھم قلت در
 بھی ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ شہزادی کا محافظہ ان کے برابر سے گذرا۔ تیز ہوا کی وجہ سے اچانک محافظہ
 کا پردہ اٹھ گیا۔ اور حضرت ادھم کی نظر شہزادی کے رخ زیبیا پر پڑ گئی۔ اور وہ دل دجان سے اس پر
 عاشق ہو گئے۔ کشاں کشاں سواری کے پیچھے بادشاہی محل تک آئے۔ اور دیر تک باہر کھڑے
 رہے۔ سواری محل کے اندر چلی گئی۔ تو آپ نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے۔ اور اس محافظہ میں کون سوار
 تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ شاہی محل ہے۔ اور اس محافظہ میں شہزادی صاحبہ سوار تھیں۔ جو کہ
 باغ کی سیر کو تشریف لے گئی تھیں۔ حضرت ادھم وہاں سے سیدھے بادشاہ کے دربار میں
 پہنچے۔ بادشاہ دربار کر رہا تھا۔ اس کے سامنے سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ بادشاہ نے اپنے وزیر سے
 سے کہا کہ اس قلندر سے پوچھو کیا کام ہے۔ وزیر قلت در درویش کے پاس گیا۔ اور آنے کا سبب
 پوچھا۔ حضرت ادھم ذرا نہیں ڈرے اور بے جھجک سارا ماجرا بیان کر کے کہا کہ میں بادشاہ کی لڑکی

سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ کو کہو کہ وہ اپنی لڑکی میری زوجیت میں دے دے۔ وزیر کبیدہ خاطر ہو کر واپس ہوا اور بادشاہ کے سامنے آکر خاموش کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کے چہرے کے تغیر سے کچھ بھانپ گیا۔ اس نے کہا بلا کم و کاست حقیقت حال سے آگاہ کرو۔ وزیر نے زمین خدمت چوم کر ادب سے عرض کی کہ جہاں پناہ! جو کچھ اس قلندر نے کہا ہے۔ میری غیرت اس کو زبان پر آنے نہیں دیتی۔ بادشاہ نے جب بہت اصرار کیا تو وزیر نے جو قلندر نے کہا تھا بے کم و کاست بیان کر دیا۔ بادشاہ یہ سن کر تھوڑی دیر خاموش اور سرنگوں رہا پھر اس نے حضرت ادھم کو سامنے بلوایا اور بٹھایا اور ان کا حسب و نسب دریافت کیا۔ جب اسے ان کے اعلیٰ نسب کا علم ہوا تو اس نے کہا اے درویش خاطر جمع رہو۔ تمہاری اعلیٰ نسب کی وجہ سے مجھے تمہارے ساتھ رشتہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن تھوڑا صبر کرو کہ میں آپس میں مشورہ کر کے تمہیں جواب دے سکوں۔ حضرت ادھم اس جواب سے خوش ہو کر اپنی جھونپڑی میں واپس ہوئے تین چار روز انتظار دیکھ کر وہ پھر بادشاہ بلخ کے دربار میں حاضر ہوئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔

وزیر کی مخالفت | بادشاہ اپنی لڑکی حضرت ادھم سے بیاہنے پر راضی تھا۔ لیکن وزیر کی طرح اس پر راضی نہیں ہوتا تھا کہ بادشاہ کی لڑکی ایک فقیر کو بیاہی جائے بادشاہ کے بہت سمجھانے پر بھی جب وزیر متفق نہیں ہوا تو اس نے کہا میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے۔ اب اس کے خلاف میں کس طرح اسے جواب دوں۔ بڑی تداوت معلوم ہوتی ہے۔ وزیر نے کہا کہ جہاں پناہ یہ کام مجھ پر چھوڑ دیں آپ خود نہ بولیں۔ میں اس درویش سے کسی طرح نہیں لوں گا۔

نایاب موتی کا مطالبہ | وزیر نے منصوبہ تیار کیا اور شاہی خزانہ کا سب سے بڑا موتی جس کا مثل نایاب تھا۔ اس کے سامنے پیش کر کے بولا کہ بادشاہ کی لڑکی سے شادی کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس موتی کا جوڑا حاصل کر کے لاؤ تاکہ شہزادی کا گونوارہ تیار کیا جاسکے۔ حضرت ادھم نے کہا ایسی بات ہے! وزیر نے کہا بالکل یہی بات ہے پھر حضرت ادھم

اس سے پکا وعدہ لے کر روانہ ہو گئے۔ لکڑی کی کشتی میں بیٹھ کر دریا میں پہنچ گئے۔ اور دریا سے پانی پھینکنے لگے۔ کھانا اور سونا فراموش کر کے صبح سے شام تک اسی کام میں مشغول ہو گئے۔

یہاں تک کہ اللہ کے حکم سے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام اس جگہ **حضرت خواجہ خضر کی مدد** وارد ہوئے اور فرمایا کہ اے درویش! خدائے تعالیٰ نے تیری

محنت قبول فرمائی اب ہاتھ روک لے۔ مجھے اللہ نے تیرے پاس بھیجا ہے۔ کہ تیری مراد پوری کروں بنا کیا چاہتا ہے۔ حضرت ادھم یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور خضر علیہ السلام سے سلام کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا آپ نے مجھ کو محنت کرنے سے کیوں روکا۔ چند لمحے بھی بیکار گزار جانے سے مجھے اپنی ناکامی کا خدشہ ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے درویش! اگر اس طرح ہزار سال بھی تم دریا سے پانی نکالتے رہو گے تو وہ ہرگز خشک نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنا مدعا بیان کرو تا کہ خدائے عزوجل اسے آسان فرمائے۔ حضرت ادھم نے اپنی پوری سرگزشت بیان کر دی خضر علیہ السلام نے فرمایا تو پھر دلجمعی سے بیٹھو اللہ کے حکم سے اتنے کافی موتی میں تمہارے سامنے دھیر کر دوں گا کہ تم ان سب کو لے نہیں جاسکو گے۔ حضرت ادھم خاموش بیٹھ گئے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔ اسی وقت دریا میں تموج پیدا ہوا اور بے شمار موتی معدود کے کنارے لگ گئے۔ پھر غیب سے آواز آئی کہ اے درویش! جس قدر موتی تم لینا چاہتے ہو لو۔

حضرت ادھم نے سجدہ شکر بجالایا۔ اور تمام سیپ کو توڑ کر **وزیر کا وعدہ ایقانی سے انکار** ان میں سے بڑے بڑے بیضہ کنجشک کے برابر بارہ دانے

مروارید کے لئے جو کسی بادشاہ کو میسر نہیں آسکتے تھے۔ اور سب کو اپنے کلاہ میں چھپا کر شہر بلخ پہنچے۔ رات تو کسی طرح گزاری صبح ہوتے ہی نماز اور وظیفہ سے فارغ ہو کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور وہ بارہ دانہ مروارید کے جو کلاہ میں چھپا رکھے تھے۔ بادشاہ کے سامنے نکال کر رکھ دئے اور کہا کہ آپ نے صرف ایک موتی کی فرمائش مجھ سے فرمائی تھی اور میرے اللہ نے اتنے سارے موتی مجھ کو عنایت فرمائے کہ آپ دیکھتے تو آنکھیں نیسرہ ہو جاتیں۔ فی الحال یہ بالا رانے

موتی کے میں ان میں سے چن کر لے آیا ہوں وہ آپ لے لیں اور اپنا وعدہ پورا کریں۔ بادشاہ ان موتیوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ موتیوں کو لے کر وزیر سے مشورہ کرنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ وزیر نے پھر وہی رٹ لگائی کہ بادشاہ معظم کی لڑکی ایک فقیر کو بیاہی جائے یہ ممکن نہیں۔ بادشاہ کی ہم چشموں میں بڑی ذلت ہوگی۔ بادشاہ نے کہا یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن مجھے اپنی جان کا خطرہ معلوم ہوتا ہے یہ درویش بہت پہنچا ہوا اور با عظمت معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر اس نے میرے حق میں بدعہا کر دی تو پھر سوائے پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وزیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت بس تھوڑی دیر کے لئے دربار سے اٹھ کر محل میں تشریف لے جائیں۔ میں اس فقیر سے سمجھ لیتا ہوں۔ مجبوراً بادشاہ دربار سے اٹھ کر محل کے اندر چلا گیا۔

وزیر نے درویش قلندر کو بلا کر کہا کہ اے نامراد! تو کس دیوانگی میں مبتلا ہے۔ تو رانی بادشاہ کی لڑکی تیرے جیسے مفلس فقیر کی زوجیت میں دے دی جائے یہ خدا کو بھی پسند نہ ہوگا۔ تیری آرزو کبھی پوری نہ ہوگی بہتر ہے کہ تو اپنی جان بچا کر یہاں سے بھاگ جاوے جو کچھ تیرے نصیب میں بچا ہے سب پورا ہو جائے گا۔ درویش قلندر نے جواب دیا کہ اے ظالم خدا سے ڈر۔ میں تو اپنی جان سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہی ہوں لیکن تو اپنی خیر منا کہ خدا کو حاضر و ناظر اور قادر مطلق جانتے ہوئے اس کو درمیان میں ڈالنے کے بعد پھر وعدہ خلافی پر اتر آیا ہے۔ اور اس کے قہر سے نہیں ڈرتا۔

وزیر کو درویش کی بات پر بہت غصہ آگیا اس نے چوہداروں کو حکم دیا کہ اس کو خوب اچھی طرح زود کو بکر کے باہر نکال دیں اور کبھی محل کے اندر داخل نہ ہونے دیں

شہزادی کی تدفین | حضرت ادھم حیران و پریشان اور زار و قطار روتے ہوئے کا شانہ کو

لوٹ گئے۔ اور مغرم بیٹھ گئے۔ اس واقعہ کو تھوڑی دیر گزری تھی کہ بادشاہ کی لڑکی پیٹ کے شدید درد میں مبتلا ہوئی۔ لاکھ علاج و تدبیر کیا گیا لیکن کوئی قائد نہ ہوا اور دیکھتے دیکھتے مر گئی۔ شاہی محل میں کہرام مچ گیا اور قیامت برپا ہو گئی۔ خود بادشاہ کی حالت بہت افسوس ناک تھی۔ آخر میں بادشاہ نے وزیر کو بلا کر خوب برا بھلا کہا۔ وزیر سر جھکائے نادم کھڑا رہا کیونکہ اب

پشیمانی سے کیا حاصل تھا۔ شہزادی کی تجہیز و تکفین بہت تنگ و احتشام سے کی گئی۔ اور اس کے مقبرہ کے چاروں طرف صحیحے نصب کر دئے گئے۔ جہاں عود و عنبر کے جلانے کا انتظام تھا۔ اور قندیلیں روشن تھیں بے شمار حافظ قرآن قرآن خوانی کے لئے اور کافی پہرے دار پاسبانی اور دیکھ بھال کے لئے مقرر کئے گئے ادھر درویش قلندر کے دل میں عشق کی آگ لگی ہوئی تھی۔ اور ان کو کسی پہلو قرار نہیں مل رہا تھا۔ نصف شب گزرنے کے بعد وہ بیلچے لے کر مقبرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور پہرے داروں سے آنکھ بچاتے نیموں کو چاک کرتے ہوئے وہ اپنی محبوبہ کی قبر تک پہنچ گئے۔ اور اسے کھود کر لاش کو نکال لیا اور پھر قبر کو اسی طرح مٹھیک کر کے اپنے کا شانہ کو لوٹ آئے۔ اپنی جھونپڑی میں پہنچ کر شہزادی کے جسد کو دیوار سے لگا کر بٹھا دیا۔ اور خود اس کے سامنے بیٹھ کر محو نظارہ ہو گئے۔

شہزادی کی صحت یابی | مقوڑی دیر کے بعد ایک حکیم حاذق کا اس طرف سے گزر ہوا۔

وہ کسی شہر سے وارد ہوا تھا۔ اور قلعہ کا دروازہ بند ہو جانے کے باعث ادھر ادھر بٹھک رہا تھا اور رات گزارنے کے لئے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا۔ یکا یک ایک جھونپڑی سے روشنی آتی دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ یقینی کسی درویش کا آستانہ ہوگا۔ اور اسی سمت روانہ ہوا۔ جھونپڑی سے باہر پیر کی آواز سن کر حضرت ادھم کو خیال ہوا کہ کہیں بادشاہ کے خاسوس نہ ہوں جو حقیقت حال کا پتہ چلانے کے لئے متعین کئے گئے ہوں۔ وہ اپنی جھونپڑی کے تہ خانے خانے میں جا کر چھپ گئے۔ اور شہزادی کے جسد کو اسی حال میں چھوڑ حکیم فیلسوف زماں جھونپڑی کے اندر پہنچے تو کسی کا پتہ نہ تھا۔ ادھر ادھر دیکھا تو ایک حسین اور پری جمال لڑکی کا جسد دیوار سے لگا ہوا پایا۔ حیران ہو کر اسے کچھ دیر دیکھتا رہا۔ پھر اس کا طبی معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کو سکتہ کا مرض لاحق ہے۔ فوراً نشتر دے کر اس کا تھوڑا خون نکال لیا۔ اور چشم زدن میں اس ماہ رونے آنکھیں کھول دیں۔ اور اس موذی مرض سے اس کو نجات مل گئی۔ ہوش میں آنے کے بعد شہزادی نے اپنے سامنے ایک اجنبی کو دیکھا تو بہت متوحش ہوئی اور اس نے حکیم سے پوچھا کہ بابا !

پس بتاؤ میں یہاں کس طرح آئی؟ حکیم نے جواب دیا کہ بیٹی! مجھے کچھ پتہ نہیں۔ میں دروازے آیا ہوں

شہر میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ کہ دروازہ بند پایا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ اس لئے میں ایسے ٹھکانے کی تلاش میں تھا۔ جہاں رات گزار سکوں ناگاہ اس جھونپڑی کی روشنی مجھے دور سے دکھائی دی میں ادھر چلا آیا تو مکان میں کوئی نہ تھا۔ صاحب خانہ کو ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ تو تمہارے بے حس و حرکت جسم پر نظر پڑ گئی۔ طبی معائنے سے تمہارے مرض کا پتہ چل گیا۔ میں نے فوراً علاج کیا اور اللہ نے تمہیں شفا بخشی۔ میری داستان تو یہی تھی۔ اب تم حال بتاؤ کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو اور تمہارے ساتھ کیا واقعات پیش آئے۔

اس طرح کی گفت و شنید ہو رہی تھی کہ حضرت **حضرت ادھم کاشترادی سے نکاح** ادھم نے ایک طرف سے سر نکال کر دیکھا کہ کیسی آواز

آ رہی ہے۔ کیا ہو رہا ہے۔ اور کون باتیں کر رہا ہے۔ دیکھا تو ایک سفید ریش پاکیزہ صورت و سیرت بزرگ بیٹھے ہوئے اس ماہ رو سے باتیں کر رہے ہیں۔ فوراً وہ باہر نکل آئے اور حکیم حازق کو سلام کر کے ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ حکیم نے سچ لیا کہ یہی صاحب خانہ ہیں۔ ان سے حقیقت حال دریافت کی۔ درویش قلندر نے شروع سے آخر تک سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حکیم تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھے غور و فکر کرتے رہے۔ پھر نسلی تشفی دی۔ اور دونوں کی رضامندی سے دونوں کو نکاح کے رشتہ میں منسلک کر دیا۔ صبح ہوئی تو ان دونوں سے رخصت ہو کر شہر چلے گئے۔

یہ دونوں میاں بیوی کی طرح اس جھونپڑی میں رہنے لگے **حضرت ابراہیم کی ولادت** کچھ دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک صاحب سیرت اور

صورت فرزند سے نوازا۔ لڑکا ماں کی شبیہ اور حد درجہ ذہین و فطین اور خوش اطوار تھا۔ ان دونوں نے اس لڑکے کا نام ابراہیم رکھا۔ اور دل دجان سے پرورش و پر داحت کرنے لگے۔ جب کچھ بڑا ہوا تو مکتب میں داخل کر دیا کہ تعلیم حاصل کر سکے۔

سیر کرتے ہوئے ایک مرتبہ بلخ کے بادشاہ کا گذر اس مکتب کی طرف سے ہوا جہاں ابراہیم بن ادھم تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

شاہ بلخ اور حضرت ابراہیم بن ادھم

بادشاہ بلخ کا طریقہ تھا کہ وہ جب کسی مکتب معائنہ کرتا۔ معلمین کو انعام و اکرام دیتا اور بچوں کو اپنے سامنے مکتب چھٹی دلاتا۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی اس نے وہی کیا۔ لڑکوں کو چھٹی دلانے کے دوران جب حضرت ابراہیم بن ادھم کی باری آئی۔ اور وہ مکتب سے بستہ دبائے نکلنے لگے۔ تو بادشاہ ان کا حسن و جمال دیکھ کر دل و جان سے ان پر فریفتہ ہو گیا۔ اور ان کی شکل میں اس کو اپنی لڑکی کا عکس نظر آیا۔ بچے کو اس نے گود میں اٹھالیا اور ان کی پیشانی چوم لی۔ اور انہیں اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھا کر محل لے جانے لگا جانیکے وقت اس نے معلم سے پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے۔ معلم نے جواب دیا کہ یہ ایک صاحب عظمت قلندر کافر زندقہ ہے۔ جو خود اسے ہر صبح مکتب میں لاتے ہیں۔ اور چھٹی کے وقت لے جاتے ہیں بادشاہ نے کہا میں اس لڑکے کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں جب اس لڑکے کے والد آئیں تو انہیں۔ اطمینان دلا دینا اور میرے پاس بھیج دینا۔ معلم نے کہا بہت اچھا جہاں پناہ۔ بادشاہ اس لڑکے کو لئے ہوئے اپنے محل میں پہنچا اور اپنی ملکہ کے روبرو پیش کر کے کہا کہ ہم لوگوں کی موجودگی کی صورت کتنی ملتی ہوئی ہے۔ ملکہ نے اس کو گود میں لے کر پیار کیا اور کلیجہ سے لگا لیا اور اس کے ساتھ بہت محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ درویش قلندر جب لڑکے کی چھٹی کے وقت مدرسہ آئے تو معلم دور ہی سے ان کو دیکھ کر دوڑا اور سارا حال کہہ سنایا۔ حضرت ادھم یہ ماجرا سن کر مضطرب نہیں ہوئے بلکہ سیدھے بادشاہ کے محل میں پہنچے۔ بادشاہ ان کا منظر ہی تھا۔ بادشاہ نے ان کو گریہ بہت دنوں کے بعد دیکھا تھا۔ لیکن فوراً پہچان گیا۔ بہت عزت اور شفقت سے بغل میں بٹھایا۔ حضرت ادھم نے کہا کہ میرے یہاں آنے کی غرض صرف اپنے لڑکے کو لے جانا ہے۔ کیونکہ لڑکے کی ماں کو اپنے بچے سے بے انتہا محبت ہے۔ اگر وہ فوراً اس کے پاس نہ پہنچا تو وہ جان دے دے گی بادشاہ نے کہا کہ اس کی ماں کا کیا نام ہے۔ اور وہ کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ خدا کے واسطے ٹھیک ٹھیک بتائیے۔ حضرت ادھم نے بے کم دکاست

شروع سے آخر تک سارا قصہ بیان کر دیا۔

بادشاہ نے جب اپنی لڑکی کی زندگی کا مشورہ
حضرت ابراہیم بن ادھم کی ولی عہدی پایا تو فوراً سجدہ شکر بجالایا اور خوش خوش وہاں

سے اٹھ کر سہرا میں آیا اور یہ خوشخبری اپنی ملکہ کو بھی سنائی اور اسی وقت خود سوار ہو کر محافہ
 لے کر روانہ ہوا۔ اپنے ساتھ حضرت ادھم، ابراہیم بن ادھم اور اپنی ملکہ کو بھی لے لیا اور شاہانہ
 بجاتا ہوا چلا۔ شہزادی نے جھونپڑی سے جب اپنے ماں باپ کو آتے دیکھا تو آگے بڑھ کر ادب
 سے سلام کیا۔ اور ماں باپ کے قدموں پر گر پڑی۔ بادشاہ اور ملکہ نے اپنی بیٹی کو اٹھا کر
 سینے سے لگا لیا۔ سب مل کر دیر تک خوشی کے آنسو بہاتے رہے۔ اور پھر شہزادی کو لیکر خوش
 خوش اپنے محل میں پہنچ گئے۔ بادشاہ نے اپنی بیٹی اور داماد کے لئے بڑی جاگیر اور علاقہ عطا
 کیا کہ وہ لوگ شاہانہ زندگی گزاریں لیکن ان دونوں میاں بیوی نے اسے قبول نہیں کیا۔ اور
 شاہانہ تنگ و احتشام پر فقر کی زندگی کو ترجیح دی۔ پھر بادشاہ نے اپنے داماد اور بیٹی کی اجازت
 سے سلطان ابراہیم بن ادھم کو لے کر اپنا ولی عہد بنا دیا۔ کیونکہ اس کی کسی بیوی سے اولاد نہ رہی تھی
 تھی۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اور سلطان دو جہاں ابراہیم بن ادھم اپنے
 نانا کی جگہ تخت نشین ہوئے۔ اور بہت بیدار مغزی اور عدل کے ساتھ حکومت چلاتے رہے
 لیکن ان کا دل اس طرف راغب نہیں تھا۔ کل شئی یوجع الی اصلہ کے مطابق ان کی
 طبیعت فقر اور درویشی کی طرف زیادہ مائل تھی۔ فقر اور درویشوں کی بہت عزت کرتے اور ان
 کی جوتی اپنے ہاتھوں سے ان کے سامنے رکھتے تھے۔

بالآخر ایک رات وہ تخت پر سوتے تھے۔ کراچانک
حضرت ابراہیم بن ادھم کی گوشہ نشینی مکان کی چھت بننے لگی۔ سلطان جاگ

گئے اور پکارا کہ کون اوپر چل رہا ہے جو اب ملاکہ اونٹ گم ہو گیا ہے تلاش کر رہا ہوں۔ سلطان
 نے خفا ہو کر کہا اے احمق! چھت پر اونٹ کس طرح چلا آئے گا۔ ادھر سے جو اب ملاکہ اے غافل انسان

خدا قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے تو اونٹ کو مکان کی چھت پر کسی حکمت عملی سے پہنچا سکتا ہے لیکن تو جو اطلس و کمنوآب کے کپڑے پہن کر اور گدے دار بستر سے پر استراحت کر کے خدا کو تلاش کرتا پھرتا ہے۔ یہ کیسی نادانی ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا۔ لیکن سلطان کے دل میں یہ بات جا کر چبھ گئی۔ اسی وقت امٹھ کر تمام شاہانہ لذتوں سے منہ موڑ لیا اور صحرا کی طرف نکل گئے۔ راستے میں ایک چرواہا ملا اس کو اپنا قیمتی کپڑا دے دیا اور اس کا ٹاٹ کا کپڑا خود لے کر پہن لیا۔ چلتے چلاتے مرو پہنچے اور وہاں سے نیشاپور آ کر ایک غار میں جا گزیں ہو گئے۔

حلقہ ارادت میں شمولیت جمعرات کی جمعرات وہ غار سے نکلے۔ جنگل سے لکڑی کا ایک گٹھا سر پر لاتے اور فروخت کر کے اس کی قیمت سے آدھا

خود اپنے کھانے کے لئے لے لیتے اور آدھا فقرا کو تقسیم کر دیتے جمعہ کے روز مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے اور پھر اپنے غار میں واپس ہو جاتے۔ کچھ روز وہاں ٹھہر کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر اپنی مراد کو پہنچے۔

قطب الاقطاب جوانی ہی میں آپ برابر توبہ استغفار پڑھتے رہتے تھے۔ بلخ کی سلطنت چھوڑنے سے پہلے کبھی تکمہ گریباں سے آواز آتی اور کبھی ترکش اور انگوٹھی

سے کہ اے ابراہیم! تم کو خالق کو نین نے دنیا داری کے لئے نہیں پیدا کیا ہے۔ بلکہ تمہاری افرینش کا مقصد کچھ اور ہے۔ یہ باتیں ان کے دل میں لگتی رہیں۔ اور آخر کار وہ قطب الاقطاب کے درجہ پر پہنچے

حضرت ابراہیم بن ادھم کا اعزاز بلخ کی بادشاہی ترک کرنے کے بعد آپ ایک ویرانہ میں گوشہ گیر ہو گئے تھے۔ صبح کے وقت جب آپ کے

صاحبزادے اور جانشین کے نام کی نوبت بچ رہی تھی۔ آپ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ سبحان اللہ ایک وقت ایسا تھا کہ میرے نام کی بھی نوبت بچتی تھی۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ اللہ نے حکم فرمایا ہے۔ کہ جب ابراہیم کے دل میں ایسا خطر پیدا ہو گیا ہے۔ تو آج سے قیامت تک ان کے نام کی

نوبت عالم ملکوت میں ساتوں طبق آسمان پر بجائی جائے۔

بادشاہی ترک کرنے کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادہم دریائے وجلہ کے کنارے سے گذر رہے تھے۔ دیکھا کہ وہاں ایک صاحب زہد اور صائم اللہ ہر درویشِ قامت پذیر ہیں۔ درویش کی صحبت حاصل کرنے کے لئے مٹھوڑی دیر آپ رک گئے۔ جب افطار کا وقت ہوا تو غیب سے ایک تون کھانے کا ان بزرگ کے لئے حسب معمول وارد ہوا۔ لیکن حضرت ابراہیم ادہم کے لئے دس خوانِ حنر ہوئے۔ زاہد کو بڑی بغیرت آئی۔ اور انہوں نے خدا سے عرض کیا الہی! تیری مہربانی اور لطف و کرم پر توکل کر کے میں دریا کے کنارے عرصہ سے مقیم ہوں۔ میرے لئے تو صرف ایک طبق کھانے کا بھیجا۔ غیب سے آواز آئی کہ لے زاہد! تو مفلس تھا۔ جتنا تجھ کو ابھی بلا فقر اختیار کرنے سے پہلے اتنا بھی تو بہت مشکل سے حاصل کر سکتا تھا اس لئے تیرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ لیکن تیرے اس مہمان نے میری محبت میں بادشاہی کو چھوڑا ہے۔ اس لئے اس کی پہلی شوکت اور حشمت کی مناسبت سے اس کو جو کچھ دیا گیا بہت ہی کم ہے۔ تو زیادہ قصہ کو طول نہ دے کیونکہ میرے اپنے دوستوں کے ساتھ لاکھوں راز دنیا ز ہیں۔

خواجہ حضرت سے ملاقات
حضرت ابراہیم بن ادہم ایک مرتبہ صحرا میں جا رہے تھے۔ کہ عالم غیب سے ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور انہیں اسم اعظم الہی سکھلایا اسم اعظم کا سیکھنا تھا۔ کہ عرش سے تحت الثریٰ تک سب روشن ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ خضر علیہ السلام پہنچے اور انہوں نے فرمایا کہ اے ابراہیم! جنہوں نے تم کو ابھی اسم اعظم سکھلایا تھا وہ میرے بھائی الیا اس علیہ السلام تھے۔ اور میں بھی تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں اس کا در برابر جاری رکھنے سے تم بہت جلد اپنے مقصد حقیقی میں کامیاب ہو گے۔

درویش کا مقام
ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادہم لکڑی کا گٹھڑ سر پر لئے مکہ کے بازار میں کھڑے تھے۔ بلخ کے ایک شخص کا اس طرف سے گذر ہوا اس نے حضرت سلطان ابراہیم ادہم کو پہچان لیا۔ اس نے سلام کر کے ادب سے عرض کیا کہ اے سلطان!

بلخ کی سلطنت کو چھوڑنے سے آپ کو کیا فائدہ ہو بیکار کی تکلیف اور پریشانی آپ نے اپنے سرلی حضرت سلطان ابراہیم ادم نے لکڑی کے گھڑ پر اپنا ہاتھ مارا تو وہ سب سونا ہو گیا پھر آپ نے وہ بوجھ سر سے دور پھینک دیا اور فرمایا کہ بلخ کے نام کی نحوست نے آج کی حلال روزی میری ضائع کر دی اور سلطنت کو چھوڑ کر معمولی مرتبہ جو میں نے پایا وہ تم نے ابھی خود مشاہدہ کر لیا۔

ایک رات حضرت ابراہیم بن ادم کے غار میں اقامت گزریں تھے سردی

بہت سخت پڑ رہی تھی۔ اور آپ کو غسل کی حاجت پیدا ہو گئی۔ غار کے پہلو میں ایک چشمہ تھا جس میں برف جم گئی تھی۔ آپ نے برف توڑ کر غسل فرمایا اور بخار میں مشغول ہو گئے۔ سردی اتنی زیادہ معلوم ہونے لگی کہ جان جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اسی وقت آپ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر اس وقت آگ ہوتی یا پوسٹین موجود ہوتا تو بدن گرا جاتا۔ اسی درمیان میں آپ پر غنودگی طاری ہوئی اور آپ سو گئے۔ اسی وقت اللہ کے حکم سے ایک اثر دہا نمودار ہوا اور آپ کے جسم کو لپیٹ کر گرا دیا اور آپ صبح تک آرام سے سوتے رہے۔ صبح کو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اثر دھا جسم میں لپٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا خداوند! مجھے ٹھنڈک لگ رہی تھی۔ اپنی مہربانی سے تو نے گرا دیا اور اب اس بلا سے بھی چھٹکارا دلا۔ وہ اثر دھا فوراً جسم مبارک سے علیحدہ ہو گیا اور اپنا سر حضور کی خدمت میں زمین پر ملنے لگا اور غائب ہو گیا۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادم برابر روزہ سے رہتے اور رات بھر جاگ کر شب بیداری نماز اور ریاضت میں مشغول رہتے۔ کبھی کبھی دن کو جنگل سے لکڑی کاٹ کر لے آتے اور اسے فروخت کر کے غریبوں کو تقسیم کر دیتے۔ تھوڑی دیر کے لیے بھی آرام نہ فرماتے ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ حضرت آپ کسی وقت بھی نہیں سوتے۔ آپ نے جواب دیا کہ جو شخص دوست کی یاد میں محو ہو اسے نیند کس طرح آئے گی۔

غار میں خوشبو کی مہک ایک مرتبہ حضرت ابو سعید الخدری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان

ابراہیم بن ادھم کی زیارت کے لئے غار میں تشریف لائے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم اس وقت عوام کے اثر و حاکم سے گھبرا کر مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔ غار خالی تھا۔ لیکن پورا غار خوشبو سے منک رہا تھا۔ حضرت شیخ ابوسعید الخیر نے فرمایا کہ سبحان اللہ کیا کرامت ہے۔ اگر اس پورے غار کو مشک سے بھر دیا جائے پھر بھی اس سے ایسی دلدیر خوشبو نہیں پیدا ہوگی۔ جیسی اس وقت پیدا ہے۔ اور یہ محض اس مرد خدا کے قیام کے باعث ہے۔

اکل حلال کی فضیلت رات بھر عبادت کرنے کے شوق میں ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھم نے مسجد بیت المقدس میں اپنے کو بوسینے میں چھپالیا کیونکہ

رات کو اس مسجد میں کسی کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں تھی۔ مسجد کو خالی کر کے حرام باہر چلے گئے اور دروازہ میں تالہ لگا دیا۔ ایک پہر رات گزرنے کے بعد خود بخود دروازہ کھلا اور ایک نورانی چہرہ بزرگ تشریف لائے۔ ان کے ساتھ چالیس کبیل پوش افراد بھی تھے۔ ان چالیسوں اشخاص نے ان بزرگ کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر وہ بزرگ محراب کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئے۔ اور بقیہ سب اشخاص ان کے سامنے بیٹھے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج کی رات یہاں کوئی باہر کا آدمی موجود ہے۔ ان بزرگ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ ابراہیم ادھم ہے۔ چالیس شبانہ روز سے اس کو عبادت میں مزہ نہیں مل رہا ہے۔ یہ حقیقت تھی۔ اس لئے یہ سن کر حضرت ابراہیم بن ادھم بوریچے سے باہر نکل پڑے اور ان بزرگ کو سلام کر کے کہا کہ اے حضرت! آپ نے جو کچھ ابھی فرمایا بالکل صحیح ہے۔ اب یہ بھی بتا دیجئے کہ مجھے عبادت میں مزہ کیوں نہیں ملتا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ فلاں دن تم نے بصرہ میں خرما خریدا تھا۔ اس خرما فروش سے ایک تولنے میں گر گیا تھا۔ تم نے یہ سمجھ کر کہ وہ خرما تمہارا ہی ہے۔ اٹھالیا تھا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم فوراً بصرہ روانہ ہو گئے۔

اور اس خرما فروش سے مل کر معافی چاہی۔ خرما فروش

نے معافی مانگنے کا سبب پوچھا آپ نے جو واقعہ تھا بیان کر دیا تھا۔ خرما فروش نے معاف تو کر دیا لیکن

اس کے دل پر یہ بات ایسی لگی کہ اس نے دوکان ہی اٹھا دی اور تائب ہو کر آپ کی خدمت اختیار کر لی اور اپنی ریاضت سے تھوڑے ہی دنوں میں ابدالوں میں شامل ہو گیا۔

ایک شخص حضرت ابراہیم ادھم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے **ولی اللہ ہونے کا طریقہ** اس سے پوچھا کہ کیا تم ولی اللہ ہونا چاہتے ہو۔ اس نے جواب دیا

اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا تو پھر ابھی دنیا اور آخرت کی تمنا نہ کرو۔ اور اللہ کے سوا ہر چیز سے فارغ اور بے نیاز ہو جاؤ۔ اور ہمیشہ حلال روزی کھاؤ۔ بغیر اس کے کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔

ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادھم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ **انکساری کی تلقین** حضرت مجھے کچھ نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا جو بند ہے اس کو کھولو اور جو

کھلا ہے۔ اس کو بند کرو۔ اس شخص نے عرض کیا حضرت میں سمجھا نہیں۔ فرمایا روپے کی پھیلی جو بند ہے اس کو کھولو اور زبان جو کھلی ہوئی ہے۔ اس کو بند کرو۔ پھر فرمایا کہ جب تک تم اپنی بیوی کو بیوہ اپنے فرزندوں کو یتیم اور خود کو کتے کی برابر نہ سمجھو گے ہرگز امید مت رکھو کہ تم اللہ والوں کی صف میں بیٹھو گے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادھم سے پوچھا کہ اگر کوئی **اکل حلال کی تلقین** شخص بھوکا ہو اور کھانے کو کوئی حلال چیز موجود نہ ہو تو کیا کرے فرمایا

صبر کرے۔ ایک روز دو روز تین روز یہاں تک کہ دس روز صبر کرے اس نے کہا اگر اس مدت میں بھی کھانے کو نہ ملے تو کہا ایک مہینہ صبر کرے۔ اس نے کہا اگر ایک مہینہ میں بھی نہ ملے تو کیا کرے فرمایا صبر کرے یہاں تک کہ مر جائے۔ اس نے پوچھا کہ حضرت پھر اس کی دیت کس پر ہوگی فرمایا مارنے والے پر۔

ایک مرتبہ گوشت بہت گراں ہو گیا۔ آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا اس کا سستا کر دینا تو بہت آسان ہے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت! وہ کس طرح! آپ نے فرمایا

گوشت کھانا چھوڑ دو خود سستا ہو جائے گا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کی پند و نصائح | ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادھم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: حضرت! میں نے

اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے کچھ نصیحت فرمائیے کہ میں اسے ہمیشہ پیش نظر رکھوں۔ آپ نے فرمایا میری صرف چھ باتیں مان لو اور پھر تمہارا جو جی چاہے کرو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اول یہ کہ جب تم خدا کی نافرمانی کرو تو اس کی نعمت کھانا چھوڑ دو۔ اس شخص نے جواب دیا دنیا میں جو کچھ ہے سب تو اسی کا ہے پھر کیسے ممکن ہے۔ فرمایا پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس کی نعمت کھاتے ہو اور پھر اس کی نافرمانی کرتے ہو دوسرے یہ کہ جب تم اس کی نافرمانی کرنا چاہو تو اس کے ملک سے باہر جا کر کرو۔ اس نے کہا حضرت مشرق سے مغرب تک سب تو اسی کا ملک ہے۔ پھر میں کہاں جاؤں۔ فرمایا تو پھر یہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے ملک میں رہو اور اس کی نافرمانی کرو؛ تیسرے یہ کہ اگر کوئی گناہ کرنا چاہو تو ایسی جگہ چھپ کر کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو نہ دیکھے۔ اس نے کہا حضرت یہ کس طرح ممکن ہے وہ تو تمام رازدوں کا جانتے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس کے ملک میں رہو۔ اس کی دی ہوئی روزی کھاؤ۔ اور پھر اس کے سامنے گناہ کرو۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جب ملک الموت تمہاری روح قبض کرنے آئیں۔ تو ان سے کہو کہ تھوڑی دیر کیلئے توبہ کر لینے کی مہلت دے دیں۔ اس نے کہا حضرت وہ میری بات کب مانتے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نادان! جب تم ملک الموت کو تھوڑی دیر بھی روکنے پر قادر نہیں ہو تو پھر مناسب یہ ہے کہ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی توبہ کر لو۔ پانچویں بات یہ کہ جب منکر نکیر قبر میں تم سے سوال کرنے کے لئے آئیں تو تم انہیں کسی حیلے سے ٹال دو۔ اس نے کہا حضرت، یہ تو سب سے مشکل ہے۔ وہ کہاں کسی حیلے سے ٹالنے والے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر اس کو تم دشوار اور محال سمجھتے ہو۔ تو پھر ان کے آنے سے پہلے ہی جواب دینے کے لئے اپنے کو تیار کر لو تا کہ اس وقت بے بس نہ ہو چھٹی بات یہ کہ کل قیامت کے دن جب گنہگاروں کے لئے فرمانِ ایڑی ہوگا۔ کہ انہیں دوزخ میں لے جاؤ۔ تو تم اڑ جانا کہ میں تو نہیں جاتا۔ اس نے کہا حضرت یہ تو اور بھی ناممکن ہے میری اتنی مجال کہاں کہ خدائے تبارک و تعالیٰ کے خلاف زبان ہلا سکوں اور میری خواہش کے مطابق بچے چھوڑ

دیا جائے۔ آپ نے فرمایا تو پھر کس بھروسہ پر وہ حرکت کرتے ہو جو تم کو نجات سے دور اور عذاب سے قریب کر دینے والی ہے۔ اس نے کہا حضرت آپ نے جو کچھ فرمایا میں سمجھ گیا اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ میری نجات کس میں ہے۔ اس کے بعد اس نے توبہ کی اور حضرت کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا اور دنیا سے بچدہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ رخصت ہوا۔

درویشوں کی خواہش کی تکمیل | ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھم درویشوں کی جماعت کے ساتھ ایک گڑھ کے پاس سے گزرے وہاں لکڑی بہت

زیادہ پڑی ہوئی تھی۔ درویشوں نے کہا کہ آج رات اسی جگہ لکڑی جلا کر گزاری جائے۔ حضرت نے ان لوگوں کی بات مان لی۔ اور اسی جگہ بیٹھ گئے۔ درویشوں نے قلعہ سے آگ لائی۔ اور لکڑی جلانے کے بعد روکھی روٹی کھانے لگے۔ حضرت نماز میں مشغول تھے۔ ان درویشوں میں سے ایک نے کہا کاش کہ اس وقت اللہ حلال گوشت کھانے کو بھیج دیتا ہم لوگ بھون کر کھاتے۔ حضرت نے سن لیا۔ سلام پھینکے کے بعد فرمایا خدا تعالیٰ اس پر قادر ہے۔ کہ وہ تم لوگوں کو اسی وقت حلال گوشت بھیج دے۔ یہ کہہ کر وہ پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی۔ کہ شیر کے غرانے کی آواز ان لوگوں کے کان میں پہنچی دیکھا کہ ایک شیر ایک گورخر کو دبوچے ہوئے سامنے آ رہا ہے۔ اور وہ گورخر اتنا زخمی ہو چکا ہے۔ کہ چلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ درویشوں نے شیر پر ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ شیر اپنی جان بچا کر بھاگا۔ اور گورخر چھوڑ گیا۔ درویشوں نے گورخر کو پکڑ کر ذبح کیا اور کباب بنا کر کھایا۔ لیکن حضرت شیخ نے اس میں سے کچھ بھی نہیں تناول فرمایا اور صبح تک نماز میں مشغول رہے۔

حضرت سلطان ابراہیم ادھم ایک مرتبہ ایک کنویں پر پہنچے اور طہارت کے خیال سے پانی نکالنے کو ڈول کنویں میں ڈالا۔ ڈول باہر نکالا تو وہ چاندی سے بھرا

ہوا تھا۔ اسے پھینک کر پھر ڈول اندر ڈالا تو اس مرتبہ سونے سے بھرا ہوا نکلا۔ تیسری مرتبہ اسے پھینک کر پھر ڈالا تو ڈول مرطرید سے بھرا ہوا تھا۔ اس کو بھی پھینکا اور کہا خداوند! یہ سب مال و دولت مجھے کس لئے دکھاتا ہے۔ تیرے اس غلام نے اس قسم کی بہت سی چیزوں کو کھا کر تجھ سے دل لگایا ہے تو مجھ

ہی چیزوں کو پھر دکھا کر فریفتہ کرنا چاہتا ہے۔ تیری یکساٹی کی قسم! میں ان کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھوں گا مجھے مہربانی کر کے پانی عطا فرما کہ وضو اور طہارت کے بعد تیری عبادت میں مشغول ہوں۔ یہ کہہ کر پھر ڈول کنویں میں ڈالا۔ پانی سے بھرا ہوا ڈول نکلا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کر کے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے

یاد الہی سلطنت چھوڑ کر جب حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو ان کے وزیر اور اس کی خبر ہو گئی۔ یہ لوگ آپ کے ایک خور و سال پچے کو لے کر وہاں پہنچ گئے اس پچے سے حضرت ابراہیم بن ادھم کو بے انتہا محبت تھی۔ اس پچے کو دیکھ کر محبت پدری میں جوش آیا اور آپ نے اس کو لے کر اپنے زانو پر بٹھالیا۔ یکایک غیب سے آواز آئی کہ اے ابراہیم! تو نے میری دوستی کا کیوں جھوٹا دھوئے کیا تھا۔ اپنے فرزند کو دیکھ کر تو مجھے بھول گیا۔

یہ سن کر آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور زار زار رونے لگے۔ پھر فرمایا خدا وندا! جس نے ابراہیم کو تیری یاد سے غافل رکھا اسے قتا کر دے۔ اسی وقت اس لڑکے کی جان نکل گئی۔ اور آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے دفن کر کے سجدہ شکر بجالایا۔

بلخ واپس جانے سے انکار حضرت سلطان ابراہیم ادھم سلطنت چھوڑ کر جب بلخ سے نکلے تو کچھ عرصے کیلئے دریائے دجلہ کے کنارے مقیم ہو گئے تھے آپ کے امرا و وزراء اور اراکین سلطنت آپ کی تلاش میں آپ کے پیچھے پیچھے وہاں تک پہنچ گئے اس وقت آپ اپنے خرقہ کو سی رہے تھے۔ جب آدمیوں کا مجمع دیکھا تو پوچھا کہ تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو ان لوگوں نے حقیقت حال سے مطلع کر کے درخواست کی کہ حضور پھر بلخ واپس تشریف لے چلیں آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ جب ان لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ کی سوئی جس سے سی رہے تھے۔ دجلہ میں پھینک دی اور فرمایا کہ اگر میری یہ سوئی دریا سے نکال دو تو میں تم لوگوں کی بات مان لوں گا۔ ان لوگوں نے بہت کوشش کی لیکن کچھ حاصل نہیں ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے دریا کی مچھلیو! میری سوئی تم میں سے جس کے پاس ہے۔ مجھے لا کر دے۔ فوراً ایک لاکھ مچھلیاں سونے کی سوئیاں منہ میں لئے دریا سے اوپر نکل آئیں۔ ان ہی میں سے ایک کے پاس حضرت کی سوئی بھی تھی۔ حضرت نے اپنی ہی سوئی

لے لی اور آئے ہوئے امرا اور وزراء کو رخصت فرماتے ہوئے کہا کہ مجھ کو بلخ کی بادشاہت کی خواہش نہیں ہے تم لوگ جاؤ اور جس کو اس کام کے لائق سمجھو اپنا بادشاہ بنا لو۔ وہ سب جبران اور نامید واپس ہو گئے۔

پہاڑ کی اطاعت ایک دن حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم کو قبیس کی چوٹی پر بیٹھے اپنے ساتھیوں سے بات کر رہے تھے۔ دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا کہ اگر ولی اللہ پہاڑ کو چلنے کا حکم دیں تو پہاڑ حرکت میں آجائے۔ یہ جملہ ختم ہوتے ہی پہاڑ میں حرکت پیدا ہو گئی اور وہ چلنے لگا۔ آپ نے اپنے پائے مبارک کو پہاڑ پر مارتے ہوئے کہا کہ رک جا۔ میں تو بطور تمثیل دوستوں سے کہہ رہا تھا۔ تجھے چلنے کو نہیں کہا تھا۔

نصب العین ایک دن خلیفہ مقتصد باللہ حضرت ابراہیم بن ادھم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ کو کوئی حاجت ہو تو فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے دنیا دنیا والوں کے لئے اور آخرت آخرت والوں کے لئے چھوڑ دی ہے۔ اور خود اس دنیا میں یا دالی کو اور اس دنیا میں اس کے دیدار کو اپنا نصب العین بنا لیا۔ ایک اور شخص نے آپ سے یہی سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ والوں کو کوئی حاجت نہیں ہوتی۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کے بیٹھنے کا طریقہ حضرت ابراہیم بن ادھم کبھی پالتی مار کر نہیں بیٹھتے تھے کسی شخص نے ان سے

اس بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ایک دن میں چار زانو بیٹھا تھا۔ تو غیب سے آواز آئی کہ اے ادھم کے بیٹے کیا غلام اپنے آقا کے سامنے اسی طرح بیٹھتے ہیں۔ بس اس روز سے میں نے توبہ کر لی۔

فقیری کی تشریح ایک دن حضرت ابراہیم بن ادھم اور حضرت خواجہ شفیق بلخی قدس اللہ سرہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صاحب کشف و کرامت درویش وہاں

تشریف لائے۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم نے ان سے پوچھا کہ آپ اپنا گزارہ کس طرح کرتے ہیں درویش نے جواب دیا کہ جب کھانے کو مل جاتا ہے۔ شکر ادا کرتا ہوں اور جب نہیں ملتا تو صبر کرتا ہوں

حضرت نے فرمایا کہ یہ تو خراسان کے کتے بھی کرتے ہیں۔ پھر اپنے خلیفہ حضرت خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اپنا گزارہ کس طرح کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب مجھے کچھ ملتا ہے میں تقسیم کر دیتا ہوں اور اگر کچھ نہیں ملتا تو شکر ادا کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم نے اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی اور فرمایا کہ فقیری یہی ہے۔

خوف خدا کہ آپ کس کے بندے ہیں؟ آپ خوف سے کانپنے لگے اور بے ہوش ہو کر

گہرے پھر جب ہوش ہوا تو یہ آیت کریمہ پڑھی۔ ان کَلَّ مِنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
الْآتَى الرَّحْمَنَ عَبْدًا۔ اس شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے پہلے ہی یہ جواب کیوں نہیں دیا
آپ نے جواب دیا مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے اپنے کو اس کا بندہ کہا اور اس نے حق بندگی طلب کیا
تو کیا ہوگا۔ اور اس سے انکار کی بھی مجال نہ تھی۔

وفات حضرت ابراہیم بن ادھم کے دو کامل اور جید خلیفہ تھے۔ ایک خواجہ حذیفہ مرعشی اور
دوسرے خواجہ شفیق بلخی قدس اللہ اسرارہما۔ آپ کو آخر زندگی میں کسی جگہ قسرا نہیں ملتا

تھا اور لوگوں کی نظر سے چھپے چھپے رہتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ بغداد میں اور بعضوں کا قول ہے کہ شام
میں لیکن زیادہ محقق ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے مقبرہ کے پاس ایک غار تھا اسی میں اقامت پذیر
تھے۔ اور اسی جگہ آپ نے وفات بھی پائی۔ مشہور ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو غیب سے یہ آواز
آئی: اَلَا اِنَّ اِمَامَ الْاَرْضِ قَدْ مَاتَ۔ یہ آواز سن کر لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ پھر پتہ چلا کہ
حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم قدس اللہ سرہ العزیز کا وصال ہو گیا۔ آپ کا وصال ۲۶ جمادی الاول
۲۸۰ھ مصنف سیر الاقطاب نے آپ کی تاریخ وفات امام اصفیاء بودکھی ہے۔



حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی قدس اللہ سرہ



حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی قدس اللہ سرہ کا لقب شہید الدین تھا۔ آپ بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ صوفیا آپ کو قطب المحققین، امام الفقرا اور واقف اسرار حدیث وغیرہ کے القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ آپ کو خرقہ فقر و ارادت حضرت سلطان ابراہیم ادھم قدس اللہ سرہ سے عطا ہوا تھا۔ آپ کو علوم باطنی کے ساتھ علوم ظاہری میں بھی بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ آپ بہت بڑے فقیہ عالم اور عامل سلوک تھے۔ علم سلوک میں آپ کی کچھ تصانیف بھی ہیں۔ تیس برس تک آپ برابر با وضو سے تین تین چار چار پانچ پانچ چھ روز پر افطار کرتے اور اس وقت بھی تین لقمے سے زیادہ نہیں تناول فرماتے کہ درویش کی غذا لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے۔ آپ کا قول تھا کہ اگر تم کسی درویش کی تحویل میں روپیہ دیکھو تو ہرگز اس کے پاس نہ بیٹھو جو درویش شکم سیر ہو کر کھائے وہ پیٹو، خود پرست اور کچا فقیر ہے۔ اگر لوگ اس کو اپنا مقتدا بھی سمجھیں پھر بھی اس کی صحبت سے بھاگنا چاہیے۔

ایک دن خواجہ حذیفہ علیہ السلام حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی
حلقہ ارادت میں شمولیت کے پاس آئے اور فرمایا کہ ہر مسافر کے لئے راہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جاؤ ابراہیم ادھم کی صحبت اختیار کرو۔ یہ بات ان کے دل میں ایسی لگی کہ وہ حضرت سلطان ابراہیم ادھم

کی خدمت میں فوراً

حاضر ہوئے اور ان کے قدموں پر گر پڑے حضرت سلطان نے بڑی شفقت اور محبت سے ان کو اٹھایا اور سینہ سے لگا کر ارشاد فرمایا کہ اے حذیفہ! مطمئن رہو انشاء اللہ تھوڑے ہی دنوں میں اپنی منزل پر پہنچ جاؤ گے۔ پھر حضرت خواجہ حضرت سلطان ابراہیم ادہم کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور گوشہ گیر ہو کر یاد الہی میں مشغول ہو گئے۔

مسلل چھ ماہ تک اپنے پیر کی خدمت میں حاضر رہے اور اس

خرقہ فقر و ارادت

دوران میں صرف چھ مرتبہ افطار فرمایا۔ حضرت سلطان ابراہیم ادہم نے جب آپ کے مجاہدہ اور ریاضت کو دیکھا تو فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے۔ درویش کا جو کام ہے تم سب انجام دے رہے ہو۔ اللہ سے میری دعا ہے کہ دن بدن تم کو نیک کام کی زیادہ توفیق بخشے اور تمہارا مرتبہ بلند کرے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے پیر کی توجہ اور دعا سے حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ اس لائق ہو گئے کہ حضرت ابراہیم ادہم نے اپنا خرقہ ان کو پہنا کر خلافت اور اجازت بخشی کہ وہ بیعت قبول کر کے عوام کی خدمت کریں۔

خلافت اور اجازت دینے کے وقت آپ نے

حضرت ابراہیم بن ادہم کی نصیحت

ان کو نصیحت فرمائی کہ دنیا کو ہرگز قبول نہ کرنا اپنے پیرانِ طریقت کے راستے پر چلنا اور اس پر یقین رکھنا کہ دنیا درویشوں کی راہزن ہے۔ جب کوئی خدا کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ تو دنیا اس کی راہ میں بڑی بڑی چٹانیں کھڑی کر دیتی ہے کہ وہ راستے سے منحرف ہو جائے۔ اور خدا کی اطاعت سے باز آئے۔ لیکن مرد وہی ہے جو اپنی حفاظت کرے۔ دنیا والے اگر تم سے ملنے آئیں تو تم خدا سے توبہ اور استغفار کے طلبگار رہو۔ اور گریہ و زاری کر کے اپنے پیرانِ سلاسل سے مدد مانگو۔ تم دنیا والوں سے اس طرح بھاگو جیسے تیر کمان سے گیزاں ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ سات برس کی عمر میں حافظ قرآن

حضرت ابیزید بطنامی کی رائے

کے ساتھ ہفت قرأت قاری بھی ہو گئے تھے۔ اور دن اور رات ملا کر دو مرتبہ ختم قرآن پاک فرماتے آپ جس درویش کو دیکھتے اسی کی عزت فرماتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ تقریباً ہر شخص آپ کے بارے میں اچھی رائے رکھتا تھا۔ حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کے علاوہ حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامیؒ نے بھی آپ کو ایک مرتبہ دیکھا تھا۔ اور دیکھ کر فرمایا تھا۔ کہ حذیفہؒ مرد خدا اور شیخ ہونے والے ہیں۔ جواں ہو کر بہت سے لوگوں کو یہ منزل مقصود تک پہنچائیں گے۔ سولہ برس کی عمر میں علم لدنی کے عالم ہو گئے تھے۔ اور شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت میں ہم آہنگی پیدا کر دی تھی۔

گریہ وزاری کا سبب آپ ہمیشہ کھیل کا لباس پہنے رہتے اور خلوت گزریں ہو کر ہر وقت خوف خدا کے باعث روتے رہتے۔ لوگ اگر اس کثرت گریہ کا

سبب دریافت کرتے تو آپ فرماتے۔ کہ رسول اللہ نے فریق فی الجنة و فریق فی السعیر فرمایا ہے۔ معلوم نہیں میرا تعلق کس گروہ سے ہے۔ اسی خوف سے روتا رہتا ہوں۔ ایک شخص نے کہا جب آپ کو خود ہی نہیں معلوم کہ آپ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو پھر بیعت کیوں لیتے ہیں حضرت خواجہ ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو غیب سے آواز سنائی دی۔ کہ اے حذیفہ! میں تم کو دوست رکھتا ہوں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہشت میں داخل کروں گا۔ اس مجلس میں اس وقت تیس کفار بھی تھے جنہوں نے ہاتھ کی آواز اپنے کانوں سے سنی اور یہ سن کر فوراً مسلمان ہو گئے۔

جنت کی بشارت حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ ایک مرتبہ روضہ منورہ پر حاضر تھے۔ وہاں آپ کو رسول اللہ کا دیدار نصیب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے رسول اللہ

ڈر معلوم ہوتا ہے۔ کہیں قہر الہی میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ آپ نے جواب دیا کہ ہمت بلند رکھو تم جنت میں میرے ساتھ ساتھ رہو گے۔ اور جو تمہاری صحبت میں رہے گا۔ اسے بھی جنت نصیب ہوگی۔

حضرت شیخ بہیرہ بصری قدس اللہ سرہ

○

حضرت شیخ بہیرہ بصری قدس اللہ سرہ کا لقب امین الدین تھا۔ آپ اکابر علماء و مشائخ میں تھے صوفیا آپ کو تاج العارفین، ناصر شریعت، امام طریقت اور حجت الاصفیا کے لقب سے مخاطب کرتے ہیں۔ آپ کو خرقہ فقر و ارادت حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی قدس اللہ سرہ سے عطا ہوا تھا۔

حضرت شیخ بہیرہ بصری نے ایک سو بیس برس کی حیات پائی تھی۔ آپ سترہ برس **مجاہدہ نفس** کے سن میں علوم ظاہری میں ماہر ہو گئے تھے۔ اور اپنے وقت کے علماء اور دانش مندوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ اور روزانہ دو مرتبہ حتم قرآن فرماتے کبھی بے وضو نہیں رہتے تیس برس تک شدید ریاضت اور مجاہدہ نفس میں مشغول رہے۔ غایت نامرادی میں زار زار روتے اور خدا سے عرض کرتے کہ خداوند! بے چارہ بہیرہ، تیرے راہ پر گامزن ہے۔ اور تمام شکنجہ لی کے باوجود اس نے تجھ سے دل لگا یا ہے۔ اس کو بخش دے اور رحم فرما۔

ایک مرتبہ اسی طرح گریہ و زاری کر رہے تھے کہ غیب سے آواز **حلقہ ارادت میں شمولیت** آئی اے بہیرہ! میں نے تجھ کو بخشا اور اپنے بندگان خاص میں شامل کیا۔ تو جا اور حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو۔ چنانچہ وہ فوراً حضرت

حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے۔ حضرت حذیفہ مرعشی نے آپ کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور بہت عزت اور شفقت سے پیش آئے۔ اور فرمایا کہ اے مہیرہ! تم اللہ کے حکم سے تیس سال تک پہلے ہی ریاضت اور مجاہدہ کر چکے ہو اس لئے اس کے اثرات ہونا ضروری ہیں۔ بس ایک ہفتہ میں منزل مقصود تک پہنچ گئے۔

خرقہ فقر ایک سال بعد ان کے پیر روشن ضمیر نے ان کو خرقہ فقر سے نوازا۔ اور پیرانِ سلاال کے نقش قدم پر چلنے کی نصیحت فرمائی۔ حضرت مہیرہ بصری نے خرقہ فقر پہننے کے بعد کبھی شکر اور نمک زبان پر نہیں رکھا۔ اور رفتہ رفتہ اس بلند مقام پر پہنچ گئے کہ آپ کے خادموں پر بھی عرش سے فرش تک روشن ہو جاتا تھا۔

گریہ وزاری حضرت شیخ مہیرہ بصری فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے خرقہ فقر و ارادت نیب اتن کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام بزرگوں کی روحوں نے مجھ کو دعا دی۔ اور میرا اس وقت شدید گریہ سے برا حال تھا۔ کیونکہ درویشی بہت مشکل کام ہے۔ میں خدا سے ڈر رہا تھا کہ خرقہ تو میں نے پہن لیا ہے۔ لیکن خدا نخواستہ کوئی ایسی حرکت نہ مجھ سے سرزد ہو جائے جو میری رسوائی کا باعث ہو۔

حضرت شیخ مہیرہ بصری پانچ پانچ چھ روز پر افطار کرتے اور اتنا روتے کہ بعض وقت لوگوں کو خوف ہوتا کہ کہیں ان کی جان نہ نکل جائے۔

ایک دن حضرت مہیرہ بصری پر خشیت الہی سے بہت زیادہ رقت طاری ہوئی۔ آپ زلزلہ روتے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ الہی! اگر تو نے بے چارے مہیرہ سے افطار کا حساب لینا شروع کیا تو اس کا کیا حال ہوگا۔ آواز آئی کہ اے مہیرہ! میں نے تم پر حساب آساں کر دیا۔ اور تم کو بخش دیا پھر اللہ کا ان پر خاص لطف و کرم نازل ہوا۔ ہر شخص ان سے محبت کرنے لگا۔ اور جو وہ چاہتے ہو جاتا

عبادت و ریاضت حضرت مہیرہ بصری برابر اپنے حجرہ میں ہی رہتے تھے۔ اس میں سے بہت کم باہر نکلتے۔ دنیا والوں کے یہاں وہ بھول کر نہیں جاتے یہاں

تک کہ بادشاہ وقت کی بھی امنوں نے صورت نہیں دیکھی۔ دنیا والوں کی دلی ہوئی کوئی چیز نہیں کھاتے فرماتے تھے کہ دولت مندوں کے یہاں کا کھانا زہر کی مانند ہے۔ اس کے کھانے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور تباہی آتی ہے۔ آپ رات کو بہت کم سوتے۔ شب بیداری کر کے یا دالہی میں مشغول رہتے ہمیشہ اکل حلال کھاتے اور فقراء کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کو پسند فرماتے۔ کھانے کے وقت اپنے پیرانِ سلاسل کی روش کے مطابق تین لقمہ سے زیادہ نہیں کھاتے۔ آپ کا قول تھا کہ درویشوں کو سارے جہاں سے بیگانہ ہو جاتا چاہیے۔ نہ کسی کی تعریف سے خوش ہو نا چاہیے نہ کسی کی مذمت سے ناخوش۔ ایک دن دولت مندوں میں سے ایک شخص حضرت ہبیرہ بصریؒ کی خدمت میں ایک ہزار درہم نذرانہ لایا۔ آپ اسے دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا۔ تو بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ اور چہرے کا رنگ زرد تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت، یہ کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا آہ! اس عزیز کا حال کیا پوچھتے ہو جو حب الہی کا طالب ہے۔ اور اس کے پاس اس کے برعکس اس کو تباہ کر دینے والی چیز لائی جائے اس سے تو مر جانا ہی بہتر ہے۔ درویش کو درم و دینار سے کیا کام۔ اس کو تو فقر و فاقہ اور شکستگی دل چاہیے۔ جس میں یہ باتیں نہیں وہ درویشی کے لائق نہیں۔

آپ کا وصال ۷۰ شوال کو ہوا۔

وقات



حضرت شیخ ممشاد علودنیوری قدس اللہ سرہ

حضرت شیخ ممشاد علودنیوری قدس اللہ سرہ کا لقب کریم الدین تھا۔ آپ شیخ نامدار عالم اسرار اور حافظ کلام پاک تھے۔ صوفیا نے آپ کو حجت العابدین، شمس الفقراء، متدین صادق اور دستگیر در ماندگان کے القاب سے مخاطب کیا ہے۔ آپ کو خرقہ وارادت حضرت شیخ بمبیرہ بھڑئی سے عطا ہوا تھا۔ آپ اکثر حضرت شیخ معروف کرمی قدس اللہ سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے اور ان سے بھی آپ کو خلافت اور اجازت ملی تھی۔

مجاہدہ نفس آپ اور بھی بہت سے درویشوں کی خدمت میں رہے تھے۔ اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ نعمت حاصل کی تھی۔ مرید ہونے سے پہلے آپ تیس برس تک ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہے تھے۔ آپ بالعموم سات سات روز پر افطار کرتے۔ اور منہ کی خشکی دور کرنے کے لئے دو گھونٹ پانی اور ایک خرما پر قناعت کر لیتے۔

ترک دنیا اوائل زندگی میں حضرت ممشاد علودنیوری خاصے دولت مند تھے۔ جب اللہ کی محبت میں آپ نے درویشی اختیار کی اور اللہ کی طرف مائل ہوئے۔ تو اپنا سارا مال متاع اللہ کی راہ میں محتاجوں کو تقسیم کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنے افطار کے لئے بھی کچھ نہیں رکھا۔ پھر قبلہ رو ہو کر

فرمایا کہ الہی۔ سوائے تیری رضا کے مجھے اور کچھ نہیں چاہیے میرے بال بچوں کا تو نگہبان ہے اور یہ کہہ کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہیں عبادت میں مشغول ہو گئے۔ ایک دن آپ اپنے حجرہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص سر پر خواتجہ لئے ہوئے آیا اور سلام کر کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کون ہو اور یہ سامان کس نے بھیجا ہے۔ آنے والے نے جواب دیا کہ میں مردانِ غیب سے ہوں رب العزت سے مجھے یہ حکم ملا ہے۔ کہ اس نعمت کو میں آپ کے اہل و عیال کے پاس پہنچا دوں۔ اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔ کہ آپ اپنے کام میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ آپ کے بیوی بچے میرے بندے ہیں ان کے لئے آپ کسی دقت ذرا بھی فکر نہ کریں۔ خزانہ غیب سے ان کو کافی روزی ملتی رہے گی۔ حضرت شیخ... سجدہ شکر بجالائے۔ اور اللہ کی عبادت میں لگ گئے۔ آپ برابر فقر و فاقہ کی زندگی گزارتے اور پیوند لگا ہوا کپڑا پہنتے اور خوفِ خدا سے بعض وقت اتنا روتے کہ بے ہوش ہو جاتے

حضرت شیخ ممشاد علو دنیوری سے ملنے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام
اکثر آتے رہتے تھے ایک دن آپ نے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے

حلقہ ارادت میں شمولیت

پوچھا کہ اے خواجہ! مجاہدہ اور ریاضت میں یوں تو میں برابر لگا ہوا ہوں اور خدا کے عشق میں گھل رہا ہوں۔ لیکن معلوم نہیں میرا انجام کیا ہونے والا ہے۔ خواجہ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علو! اللہ تعالیٰ جس کو اپنا دوست بناتا ہے۔ اس کے دل میں اپنا خوف بہت زیادہ ڈال دیتا ہے۔ اور اس کو اپنا امیر محبت بنا لیتا ہے۔ اور تم میں خشیت الہی اور حب الہی دونوں ہی موجود ہیں۔ لیکن تم کو کسی دردِ شس کامل کے حلقہ ارادت میں آجانا بہت ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی دردِ شس کامل کا پتہ چل جائے تو علو! بے چارہ فوراً ہی اس کی خدمت میں حاضر ہو۔ خواجہ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ خواجہ ہبیرہ بصری اس دور میں بہت بڑے بزرگ ہیں۔ اور جس پر ان کی نظر پڑ جاتی ہے وہ شیخ کامل ہو جاتا ہے۔ تم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو جاؤ۔ ہدایت ملتے ہی حضرت شیخ ممشاد علو دنیوری شیخ ہبیرہ بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ ہبیرہ بصری نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ اے علو! تمہارا کام ہمیشہ ملت رہے گا۔ میں خدا سے دعا گو ہوں تھا کہ وہ تم کو میرا جانشین بنا دے۔ پھر انہیں اپنے ساتھ مخلوت میں

بٹھا کر ذکر الہی میں لگا دیا۔ یہاں تک کہ سارے پردے اٹھ گئے۔ اور عرش سے تحت الثریٰ تک ان پر روشن ہو گیا۔ پھر حضرت ہبیرہ نے فرمایا کہ اے علو! ابھی بلندی تک پہنچنے میں دیر ہے۔ یہ درجہ تو مبتدیوں کا ہے اگر منتہی لوگ لوح محفوظ دیکھ لیں۔ تو انہیں پتہ چلے کہ کچھ دیکھا۔
حضرت شیخ ہبیرہ بصری عرش کو دیکھ کر تڑپ جاتے تھے۔ اور آہ کر کے فرماتے کہ ہبیرہ اللہ تعالیٰ کا طالب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش و کرسی دکھلاتا ہے۔

خرقہ فقر و ارادت
حضرت شیخ مشاد علو دینوریؒ جب کچھ عرصہ تک اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں رہ کر ریاضت اور مجاہدہ کر چکے۔ تو ایک دن ان کے پیر حضرت ہبیرہ بصریؒ نے فرمایا کہ اے علو! تمہارا کام مکمل ہو گیا۔ جاؤ وضو کر کے آؤ۔ حضرت شیخ نے تعمیل حکم کیا۔ پھر حضرت ہبیرہ بصری نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ خلو و نل! علو کو درویشی کے مقام اعلیٰ پر پہنچا دے۔ اس جملہ کے کہتے ہی حضرت شیخ مشاد علو بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا۔ پھر بے ہوش ہو گئے اور اس طرح چالیس مرتبہ ہوش میں آ کر بے ہوش ہوتے رہے۔ آخر میں پیر روشن ضمیر نے حضرت کے دہن مبارک میں اپنا لعاب دہن دے دیا۔ اس مرتبہ جب ہوش میں آئے تو حضرت ہبیرہ بصریؒ نے فرمایا کہ تم نے اپنے مطلوب اور مقصود جاں کو دیکھ لیا۔ آپ نے سرنیبا زجھکا کر عرض کیا کہ تین سال کی ریاضت میں جس گنج سعادت کو میں نہیں پاسکا۔ آپ کے طفیل میں چشم زدن میں پالیا۔ پھر حضرت ہبیرہ بصریؒ نے اپنا کبیل جو انہیں بزرگوں سے بلا تھا۔ شیخ مشاد علو کو عطا فرمایا۔ اور اپنے سجادہ پر بٹھایا۔ اس روز سے حضرت مشاد علو نے کوئی کام باری تعالیٰ کے خلاف نہیں کیا۔

ریاضت و عبادت
حضرت شیخ مشاد علو دینوریؒ جب کسی کو مرید کرنا چاہتے تو پہلے مراقبہ میں چلے جاتے۔ اگر آپ کو بشارت ہوتی تو مرید کرتے ورنہ نہیں۔ آپ سے جو مرید ہوتا پہلے ہی روز اس پر عرش سے فرش تک روشن ہو جاتا۔ آپ تھوڑی دیر قیلولہ کے علاوہ کبھی نہیں سوتے۔ چار پائی پر بالکل نہیں لیٹتے۔ اور ہمیشہ ذکر الہی اور تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے۔

کفار کا قبولِ اسلام ایک مرتبہ کافروں کی بہت بڑی جماعت پوجا پاٹ کے لئے کہیں جا رہی تھی۔ آپ کی نظر ان لوگوں پر پڑی تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی پوجا کرنے میں تمہیں شرم نہیں آتی۔ بس اتنا فرمانا تھا کہ ان سب لوگوں کے دل پر سے جمالت کی تاریکی دور ہو گئی۔ اور وہ سب کے سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے پھر آپ نے ان سمجھوں کے لئے دعا فرمائی کہ الہی! یہ بھٹکے ہوئے بندے تیرے دربار میں حاضر ہو گئے ہیں۔ ان پر مہربانی اور لطف و کرم فرما۔ آواز آئی کہ اے علو! ان لوگوں کے لئے توجہ دعا مانگے گا۔ میں قبول کروں گا۔ آپ نے ان لوگوں کیلئے دعا فرمائی۔ اور اسی وقت ان سبوں پر سارے حقائق روشن ہو گئے۔ اور وہ سب عبادت اور ذکر الہی میں مشغول ہو گئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں مطلوب حقیقی تک پہنچ گئے۔

عشقِ الہی ایک شخص حضرت مشاد علو دنیوریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالبِ دعا ہوا آپ نے فرمایا کہ خدا سے کہو تاکہ تمہیں مشاد کی دعا کی حاجت نہ رہے۔ اس نے پوچھا بتائیے اللہ کہاں ملے گا۔ آپ نے جواب دیا جہاں تم نہ ہو گے۔ یہ سن کر وہ آدمی چلا گیا۔ اور گوشہ گیر ہو گیا۔ اور ایسے بلند مرتبہ پر پہنچ گیا کہ ایک مرتبہ دنیور میں سیلابِ عظیم آیا۔ اور لوگ متوحش ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے تو دیکھا کہ وہ شخص سامنے اپنی جانب لڑ پر بیٹھا آ رہا ہے۔ اور وہ جانتا کشتی کی طرح پانی پر رواں ہے۔ حضرت مشاد علو دنیوریؒ نے یہ دیکھ کر اس سے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے اس نے جواب دیا کہ یہ سب حضرت کی دعاؤں کی برکت سے ہے۔ آپ تو خود جانتے ہی ہیں میں کیا عرض کروں۔

سماع کی پسندیدگی کی وجہ حضرت مشاد علو دنیوریؒ سماع کو پسند فرماتے تھے اور اپنے شاخ و طریقت کا عرس اہتمام سے کرتے تھے

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت! سماع میں آخر کیا اسرار ہے جو آپ اسے اس قدر پسند فرماتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کے اسرار تو میں بیان کرنے پر قادر نہیں لیکن سمجھنے کے لئے یوں

سمجھ لو کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور سارے اولیائے عظام اور بزرگان کرام نے سماع کو درست سمجھا ہے۔ تو میں بھی ان لوگوں کی سنت پر گامزن ہوں۔ "سماع" اسرار الہی میں سے ایک بہترین ہے جو ہر شخص کے سمجھنے کے لائق نہیں۔ اگر سماع کا راز لوگوں پر روشن ہو جائے تو پھر سماع کے بغیر ایک لمحہ کے لئے بھی لوگوں کو چین نہ ملے۔ ظاہر میں لوگ سمجھتے ہیں کہ صوفیا تو الوں کا گانا سن کر وجد کر رہے ہیں۔ لیکن صاحب حال و وجد کو دراصل آواز قدسی پر بے خودی طاری ہوتی ہے۔

حضرت مشاد علو دنیوری نے اپنی ساری زندگی دن کو کبھی کبھی نہیں کھایا۔ پیا یہاں تک کہ صغیر سنی میں بھی دودھ رات کو نوش فرماتے اور دن کے وقت دودھ نہیں پیتے۔

فرمودات حضرت مشاد علو دنیوری فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عارف کے سر میں ایک آئینہ لگا دیا ہے۔ کہ وہ جب اس طرف دیکھتا ہے۔ اس کو خدا کا جلوہ نظر آتا ہے ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے دوستوں کے ساتھ دوستی کرنے سے انکار کرتا ہے اس کی معمولی سزا یہ ہے کہ جس چیز کی اس کو ضرورت ہوتی ہے اسے نہیں ملتی۔ پھر فرمایا کہ دنیا والے جن چیزوں پر رتکھے ہوئے ہیں۔ ان سے اپنے کو علیحدہ رکھنا ہی دل کی فراغت ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ دل اور نفس کے خواہشات کو دبانے کا نام ہی توکل ہے۔ اور مخلوق خدا کو وحدانیت پر اکٹھا کرنے کو اجتماع اور شریعت میں تفرقہ ڈالنے کو انتشار کہتے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ حکما کو عقل و حکمت کی دولت خاموشی اور تفکر سے ملتی ہے۔ نیز تصوف سے مراد صفائی اسرار اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر عمل کرنا اور بے کار چیزوں سے دست بردار ہو جانا ہے۔

حضرت مشاد علو دنیوری نے ایک مرتبہ فرمایا کہ بہشت کو جمیع لوازمات کے ساتھ چالیس سال سے میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن میں اسے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ رہا ہوں

دعوت قبول کرنے سے انکار حضرت مشاد علو دنیوری کے شاگرد اور مرید حضرت شیخ ابو عامر قدس اللہ سرہ ایک دن اپنے پیر کی خدمت

میں حاضر تھے کہ ایک شخص حضرت کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے کا خواستگار رہا۔ حضرت مشاد علو دنیوریؒ نے اس سے فرمایا کہ صوفیوں کو در بدر اور بازار میں پھرانا چاہتے ہو یہ نہ ہو گا۔ اس شخص نے بہت اصرار کیا لیکن آپ راضی نہ ہوئے۔ جب وہ شخص چلا گیا۔ تو حلقہ گوشوں نے عرض کیا کہ حضرت نے تو کبھی ایسا نہیں کیا۔ کہ کسی کی دعوت رد کی ہو۔ آج کیا بات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ان لوگوں میں سے تھا۔ جس کو دولت آئی۔ اور نکل گئی اب وہ خواہشمند ہے کہ کچھ کھلا کر اپنی دولت واپس لائے۔ اس کے دل سے دولت کی محبت ابھی تک دور نہیں ہوئی ہے۔

ایک دن حضرت شیخ مشاد علو دنیوریؒ اپنے گھر سے نکلے۔ تو ایک کتابھونکنے لگا۔ آپ کی زبان مبارک سے بے ساختہ لاله الا اللہ نکلا۔ اس کلمہ کا نکلنا تھا کہ کتابھونکنے پر مر گیا۔

حضرت مشاد علو دنیوریؒ کے وصال کے وقت ایک شخص نے لاله الا اللہ پڑھے

قتانی اللہ کی تلقین کی۔ آپ نے دیوار کی طرف منہ کر کے کہا ہم نے تو اپنا سب کچھ تیرے لئے فنا کیا آج اس کا تیرے دوست کو یہی بدلہ مل رہا ہے۔ پھر اسی گھڑی ایک شخص نے پوچھا کہ حدائے عزوجل نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا کہ چالیس سال سے بہشت میرے سامنے لائی جا رہی ہے۔ اور میں اس کی طرف نہیں دیکھ رہا ہوں۔ پھر ایک شخص نے پوچھا کہ آپ اپنے دل کو کیسا پاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تیس برس سے میرا دل گم ہے اور میں اسے نہیں پار رہا ہوں۔ میرے علاوہ دوسرے محبان خدا نے بھی اپنا دل کھو کر نہیں پایا میں کس طرح پاؤں گا۔

حضرت مشاد علو دنیوریؒ کے تین جید حلقا تھے۔ حضرت خواجہ ابواسحاق شامی شیخ ابو

وقات عامر اور شیخ احمد آسود دنیوریؒ۔ آپ کا ۱۴۴۱ھ محرم الحرام ۱۲۹۹ھ کو وصال ہوا۔ سیر الاقطاب کے مصنف نے آپ کا سنہ وصال قدرہ اولیائے حق بودہ لکھا ہے۔

حضرت خواجہ ابوالسحاق شامی قدس اللہ سرہ

○
حضرت خواجہ ابوالسحاق شامی قدس اللہ سرہ بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ گذرے
ہیں۔ آپ کا لقب شریف الدین تھا۔ آپ علائق سے بے نیاز تھے۔ اور درویشوں کے ساتھ رہنا
پسند فرماتے تھے۔ صوفیا آپ کو زاہد متمکن، عابد متدین، تاج الاولیا اور سراج الاتقیاء جیسے
القاب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کو خرقہ فقر و ارادت حضرت شیخ ممشاد علودنیوریؒ سے عطا
ہوا تھا۔

مرید ہونے کی کیفیت حضرت خواجہ ابوالسحاق شامی قدس اللہ سرہ پانچ چھ روز پر اور
کبھی سات روز بعد افطار کرتے اور فرماتے کہ جو لذت بھوک میں مجھے
ملتی ہے۔ وہ کسی چیز میں نہیں ملتی۔ اور افطار کے وقت بھی تین لقمے سے زیادہ تناول نہیں فرماتے جب
آپ کو مرید ہونے کی خواہش ہوئی تو آپ نے مسلسل چالیس روز تک استخارہ کیا۔ آواز آئی کہ ابوالسحاق
جاؤ ممشاد علودنیوریؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو جاؤ کہ وہ میرا دوست ہے۔ یہ ہدایت ملتی ہی
آپ حضرت ممشاد علودنیوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی محبت اور شفقت سے
پذیرائی کی اور فرمایا میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تم درویش کامل ہو جاؤ۔ اور تمہارے فرزندوں اور مریداں

بھی کالمین میں شمار ہوں۔ پھر مرید کر کے خلوت میں بٹھا دیا اور فرمایا کہ ہمارے مشائخ کا طریقہ نفس کے ساتھ معاملہ کرنے کا رہا ہے۔ تم بھی فقر و فاقہ اختیار کرو اور ذکر الہی میں مشغول ہو جاؤ۔ پس سات سال تک حضرت ابوالسحاق شامی اپنے پیر کی خدمت میں رہ کر مجاہدہ نفس کرتے رہے اور اکیس روز پر جو کچھ روٹی کا ٹکڑا اور پانی میسر آجاتا آپ افطار کر لیتے

آخر میں غیب سے آواز آئی کہ اے علو! ابوالسحاق کا کام پورا ہو گیا۔ اور

خرقہ و ارادت وہ درجہ فائقہ پر پہنچے۔ اب ان کو اپنا خرقہ پہنا کر اپنا قائم مقام بنا دو حضرت ممشاد علو دنیوری نے حکم کے مطابق اپنا خرقہ ان کو عنایت فرمایا اور اپنی خلافت اور اجازت سے نوازا۔ اسی وقت آواز آئی کہ ابوالسحاق! تم اب میرے مقبول بندوں میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ یہی ہوا اور آپ کی زہری میں بہت سے بھٹکے ہوئے منزل پر پہنچ گئے۔ اور آپ کی ہی ذات بابرکات سے چشتیوں کی ابتداء ہوئی۔ کیونکہ یہی سلسلہ بعد میں چشتیہ کہلایا۔

سلسلہ چشتیہ کی وجہ تسمیہ اس کی وجہ تسمیہ بتائی جاتی ہے۔ کہ جب حضرت ابوالسحاق شامی بغداد میں اپنے پیر کی قدسی کے لئے حاضر ہوئے تو آپ کے پیر حضرت ممشاد علو دنیوری نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے آپ نے جواب دیا کہ غلام کو لوگ ابوالسحاق چشتی کہتے ہیں۔ آپ نے بڑی محبت اور شفقت سے فرمایا کہ تم خواجہ چشت ہو اور چشت میں اسلام تمہارے قدم کی برکت سے پھیلے گا۔ پیر سے خلافت اور اجازت پانے کے بعد آپ چشت تشریف لائے اور وہاں خواجہ چشت کے نام سے مشہور ہوئے۔

خواجگان چشت آپ کے علاوہ چشت میں چار اور صاحب ولایت اور عظمت بزرگان دین بھی پیدا ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک خواجہ ابوالاحمد ہیں جو حضرت

ابوالسحاق شامی سے مرید بھی ہوئے۔ دوسرے حضرت ابو محمد ابن خواجہ ابوالاحمد تیسرے ناصر الدین خواجہ ابولوسف، چوتھے حضرت خواجہ مودود۔ یہ پانچوں بزرگ ارادت اور خلافت کی نسبت سے یکے بعد دیگرے سجادہ نشین ہوئے اور اپنے کافی مریدین اور خلفاء چھوڑ کر رخصت ہوئے۔ ان کو خواجگان چشت کہا جاتا ہے۔

سماع اور اس کی شرائط حضرت خواجہ ابوالسحاق شامی سماع کے بہت شوقین تھے اور کسی عالمِ شرع نے کبھی ان پر اعتراض نہیں کیا۔ ان پر جب کیفیت طاری ہوتی تو در دیارِ حبش میں آجاتے تھے اگر ان کی مجلس سماع میں کوئی بیمار شریک ہوتا تو اللہ سے صحتیاب کر دیتا۔ ان کی مجلس میں شریک ہونے کے بعد پھر کوئی گناہ کی طرف راغب نہیں ہوتا لیکن دنیا والوں کو اس میں شریک ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اور اگر کوئی آجاتا تو پھر وہ تارک دنیا ہو جاتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت خواجہ سے پوچھا کہ حضرت! آپ دنیا والوں کو اپنی مجلس میں شریک ہونے کے فیض سے کیوں محروم رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ دنیا اور دنیا والے اہل کثافت کے زمرے میں آتے ہیں۔ اور درویش اہل لطافت کے۔ کثافت اور لطافت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور اجتماعِ ضد میں محال ہے۔ پھر سماع کے لئے اجتماعِ اخوان کی شرط ضروری ہے۔ تاکہ اس وقت سب کا دل خدا کی طرف متوجہ رہے اور سب حاضرین دیلریار کے طالب ہوں۔ الفقرا کمنفس واحد (یعنی سب فقرا ایک جیسے ہیں) کے معنی یہی ہیں۔ سماع کے دوران اسرار الہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور دل آئینہ کی طرح روشن ہو جاتا ہے اہل سماع اسی لئے روشن ضمیر ہو جاتے ہیں۔ آپ جب مجلس سماع منعقد کرنا چاہتے تو دو تین روز پہلے ہی خبر کر دیتے تھے۔ اور خود روزہ طے کار کھ لیتے تھے۔ قوالوں کو مجلس سماع میں حاضر ہونے سے پہلے تاٹب ہونے کی ہدایت تھی۔

بارش کیلئے مجلس سماع کا انعقاد ایک مرتبہ شدید خشک سالی ہوئی۔ سلطان وقت اور تمام ائمہ کرام حضرت خواجہ ابوالسحاق شامی کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے خواستگار ہوئے۔ حضرت خواجہ نے قوالوں کو طلب کر کے مجلس سماع منعقد کرنے کا حکم فرمایا۔ لیکن سلطان وقت سے فرمایا کہ آپ تشریف لے جائیں۔ سلطان وقت نے بعض فقرا کے ذریعہ حضرت خواجہ سے درخواست کی کہ اسے بھی مجلس میں شرکت کی اجازت دی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آپ موجود ہوں گے۔ تو بہت سی نعمتیں جو سماع کے دوران اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں نازل نہیں ہوں گی۔ پھر بارش کس طرح نازل ہوگی۔ آپ دل جمعی کے ساتھ خدا کی مہربانی اور عنایت کے منتظر رہیں

انشاء اللہ بارش ضرور ہوگی۔ سلطان وقت آپ کے حکم کے مطابق اپنے محل میں چلا گیا اور حضرت خواجہ پر سماع کے دوران حال اور وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور زار زار رونے لگے۔ ٹھیک اسی وقت۔ رحمت الہی جوش میں آئی۔ اور بارش ہونے لگی۔ اور خلق خدا کو الہمینان نصیب ہوا۔

دوسرے روز سلطان وقت حضرت خواجہ کی خدمت میں پھر حاضر سلطان کی آمد پر اظہار تحفگی

ہوا حضرت خواجہ زار زار رونے لگے۔ یہاں تک کہ حاضرین مجلس

پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ اور ان لوگوں نے حضرت خواجہ سے گریہ و زاری کا سبب دریافت کیا۔ آپ

نے فرمایا کہ نہیں معلوم اللہ کا کون سا گناہ مجھ سے سرزد ہو گیا ہے۔ کہ سلطان وقت متواتر میرے یہاں تشریف

لا رہے ہیں۔ اور مجھے فقرا کی صحبت سے باز رکھ رہے ہیں۔ مجھے خوف ہو رہا ہے۔ کہ کہیں قیامت کے دن

میرا انجام دولت مندوں کے زمرے میں نہ ہو۔ پھر آہ کر کے بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو زباں

پر یہ حدیث جاری تھی۔ انہم احین مسکینا و احشرنی فی زمرة المساکین

یعنی اے اللہ مجھ کو مسکین زندہ رکھ اور مسکین ہی میں مار اور میرا انجام بھی مساکین ہی کے

زمرے میں کیجیو، سلطان وقت کے آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ شرمندہ ہو کر واپس ہو گیا۔

حضرت خواجہ ابواسحاق شامی جب کسی دولت مند کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے اتوب من

کل المعاصی كما حفظنی۔ یعنی اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں میری حفاظت کر۔

حضرت خواجہ ابواسحاق شامی کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ جب کہیں جانا چاہتے

وقات تو پلک مارتے پہنچ جاتے۔ مقام کی دوری ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی

تھی آپ کا وصال ۱۴ ربیع الثانی کو ہوا

حضرت شیخ ابوالاحمد چشتی قدس اللہ سرہ



حضرت شیخ ابوالاحمد چشتی قدس اللہ سرہ مشائخ کبار اور اولیائے نامدار میں سے گزرے ہیں۔ آپ کا لقب قدوة الدین تھا۔ صوفیا آپ کو عمدة الابرار، قدوة الاخيار اور ہادی گمراہان کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے بادشاہی چھوڑ کر گدائی اختیار کی تھی اور خرقة فقروا رادت حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی سے حاصل کیا تھا۔

حسب و نسب | آپ کے والد ماجد سلطان فرسنا قہ چشت کے شرفاً اور رؤسائے سے تھے آپ صحیح النسب حسنی سادات تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح مذکور ہے

حضرت شیخ ابوالاحمد چشتی ابن سلطان فرسنا قہ، ابن سید ابراہیم ابن سید یحییٰ - ابن ناصر الدین ... سید حسن - ابن سید مجد المعالی، ابن سید عبد اللہ ابن سید حسن مثنیٰ، ابن امیر المؤمنین سلطان العارفين حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ابن امیر المسلمین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سلطان فرسنا قہ کی ہمیشہ کو خواجہ ابوالاسحاق شامی کی ہدایت | سلطان فرسنا قہ کی ہدایت

ولیہ بن تھیں۔ جن کے یہاں حضرت خواجہ ابوالاسحاق شامی کا اکثر آنا جانا تھا۔ ایک دن انہوں نے اس

پاک باز خاتون سے فرمایا کہ تمہارے بھائی کے یہاں ایک بلند مرتبہ فرزند تو لد ہونے والا ہے۔ تم اپنی بھادج کی خاص طور پر نگہداشت کرنا اور جس کھانے میں ذرا بھی شبہ ہو ان کو کھانے کے لئے نہ دینا اسی دوران جب ان کی بھادج حاملہ ہوئیں تو انہوں نے اپنی بھادج کی پوری تندہی سے حضرت خولجہ کی ہدایت کے مطابق دیکھ بھال کی۔ اور احتیاط کی حد کر دی کہ اپنے ہاتھ سے سوت کات کر اور بیچ کر اپنی بھادج کے خورد و نوش کا انتظام کرتیں۔ بالآخر چھ رمضان المبارک ۲۶ھ کو معصم باللہ کے عہد خلافت میں حضرت ابوالحسن چشتی پیدا ہوئے اور ان کی پرورش و پرورش دہانت بھی ان کی وہی نیک دل اور صالحہ مہو بھی نے اپنے ذمے لی۔

اس درمیان میں جب کبھی حضرت خواجہ ابوالسحاق شامی وہاں تشریف

حضرت خواجہ ابوالسحاق شامی کی پیش گوئی

فرما ہوتے تو شیخ ابوالحسن چشتی کو گود میں دیکھ کر فرماتے کہ اس بچہ سے انشا اللہ ایک بہت بزرگ اور نامدار خانوادے کا آغاز ہوگا۔ اور عجیب و غریب احوال و آثار ظہور پذیر ہوں گے۔ اتفاق سے ایک مرتبہ صرف سات برس کے سن میں حضرت شیخ ابوالحسن چشتی حضرت خواجہ ابوالسحاق شامی کی مجلس میں پہنچ گئے، اس وقت مجلس سماع منعقد تھی۔ اسی حالت سماع میں حضرت خواجہ ابوالسحاق کی نظر حقائق اثران پر پڑ گئی اور انہوں نے اس بچہ کو پکڑ کر اپنے قریب کر لیا۔ اور سینے سے لگا کر علم لدنی میں ماہر کر دیا۔ چنانچہ اسی سات سال کے سن میں وہ علوم و فنون کے ایسے ایسے نکتے بیان فرماتے کہ علمائے وقت ان سے اکتساب علم فرماتے۔

تیرہ سال کی عمر میں حضرت ابوالسحاق شامی سے مرید ہو کر خلوت گزریں ہوئے اور مجاہدہ و ریاضت میں مشغول اور منہمک ہو گئے۔ چنانچہ سات سات روز

مجاہدہ و ریاضت

پر تجرید و وضو فرماتے اور سات ہی دن پر افطار بھی فرماتے۔ مزید یہ کہ بزرگان چشت کی روش کے مطابق تین لقمے سے زیادہ کھانا نہیں تناول فرماتے اور نہ چند گھونٹ سے زیادہ پانی پیتے۔ چالیس دن میں ایک مرتبہ قضائے حاجت فرماتے۔ آپ کے چہرے پر ایک خاص قسم کا جلال و جمال نمایاں تھا

جو شخص دیکھتا اس پر دہشت طاری ہو جاتی۔ آپ کی جبین مبارک سے ایسا نور نکلتا تھا کہ وہ تاریک حجرے میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت بہ حسن و خوبی کر سکتے تھے۔

حضرت شیخ ابوالاحمد چشتی اپنے اوائل عمر میں جب کہ ان کا سن تقریباً بیس برس تھا اپنے والد سلطان فرسناقہ کے ہمراہ شکار کے لئے کسی پہاڑ کی طرف گئے تھے

خرقہ فقر و ارادت

اتفاق سے وہ اپنے والد اور شکر سے بچھڑ گئے۔ اور بھٹکتے ہوئے ایک پہاڑ پر پہنچ گئے۔ وہاں دیکھا کہ چالیس اشخاص رجال غیب میں سے ایک چٹان پر کھڑے ہیں۔ اور ان ہی میں حضرت خواجہ ابوالاسحاق شامی بھی ہیں۔ چونکہ حضرت خواجہ ابوالاسحاق شامی سے ان کی پہلے کی واقفیت تھی۔ اس لئے وہ فوراً گھوڑے سے اتر کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں پہنچ کر وہ ان کی نظر حقائق اثر سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ اپنا اسلحہ گھوڑا اور ساز و سامان وہیں پر چھوڑا صرف ایک کنبیل اور کھڑکراں کے ہمراہ ہو گئے۔ سلطان فرسناقہ اور ان کے ہمراہیوں نے بہت تلاش کیا لیکن ان کا پتہ نہ چلا کچھ دنوں کے بعد ایک شخص خبر لایا کہ فلاں پہاڑی علاقہ میں وہ حضرت ابوالاسحاق شامی کے ہمراہ دیکھے گئے ہیں۔ سلطان نے ان کو لانے کے لئے اپنے سرداروں کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے پتہ تو چلا لیا لیکن لاکھ سمجھانے بچھانے پر بھی وہ واپس نہیں ہوئے۔ پس آٹھ برس تک وہ حضرت خواجہ کے ساتھ رہ کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ پیر روشن ضمیر نے اپنا خرقہ ان کو عطا فرمایا کہ اپنی جگہ پر بٹھایا اور فرمایا کہ اے ابوالاحمد تم میرے فرزند ہو۔ اپنے پیران سلاسل سے مجھے جو کچھ نعمتیں بھی ملی تھیں وہ سب آج تمہیں دے رہا ہوں۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر اور قبلہ رو ہو کر ان کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائی۔ غیب سے آواز آئی کہ ابوالاحمد کو میں نے اپنے مقبول بندوں اور دوستوں میں شامل کیا اور جو شخص بھی ان کی صحبت میں رہے گا اسے بھی اپنا دوست بناؤں گا۔

حضرت شیخ ابوالاحمد چشتی کے بارے میں مشہور ہے کہ تیس برس تک آپ نے خواب استراحت نہیں فرمایا اور نہ بغیر وضو رہے۔ تین چار فاقہ سے پہلے غذا

شب بیداری

نہیں کرتے اور کبھی جی بھر کر پانی بھی نہ پیتے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ کے شکر گزار رہتے۔

دعائے مغفرت آپ ہر روز نماز تہجد کے بعد دعا فرماتے کہ خدایا گنہگارِ امت محمدی کو بخش دے
غیب سے آواز آتی کہ اے ابوالاحمد! ہم نے تمہاری دعا قبول فرمائی اور گنہگارِ امت
محمدی کو تمہاری سفارش پر بخش دیا۔ اس طرح معلوم نہیں کتنے گنہگاروں کی بخشش آپ کے ذریعہ
ہوتی رہی۔

علماء سے مناظرہ حضرت ابوالاحمد چشتی کو سماع بہت مرغوب تھا۔ آپ جس وقت حالت -
سماع میں ہوتے اس وقت جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی وہ صاحبِ کرامت ہو
جاتا، جو کافر بھی اس وقت آپ کے سامنے آجاتا مسلمان ہو جاتا اور جس مریض پر آپ کی نظر پڑ جاتی
صحت یاب ہو جاتا۔ ان کے فضائل اور کرامت کی وجہ سے کچھ علماء ان پر طعنہ زن ہوئے اور ان سے
حسد کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی ایک جماعت امیر نصیر کے دربار میں شکایت لے کر حاضر ہوئی کہ
آپ کے بھانجے ابوالاحمد نے چشت میں سماع کی بدعت پھیلارکھی ہے۔ اور لوگوں کو غلط راستے کی طرف
لے جا رہے ہیں۔ ان کو آپ اپنے حضور طلب فرما کر ہم لوگوں سے مناظرہ پر آمادہ کریں
اگر انہوں نے ہم لوگوں کو قائل کر دیا تو ٹھیک ہے۔ وہ حق پر ہیں۔ اور ہم لوگ برسرِ غلطی ورنہ پھر
وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ امیر نصیر ملک شام کے بہت ذی مرتبت اور انصاف پسند امیر تھے
اور حضرت ابوالاحمد کے رشتے میں خالو ہوتے تھے۔ انہوں نے فوراً آدمی بھیج کر حضرت ابوالاحمد کو طلب
فرمایا۔ حضرت نے سارا حال سن کر اپنا خرقة پہنا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور اپنے ایک
خادم محمد خدا بندہ کو ساتھ لیا جو کہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص سے زیادہ پڑھا ہوا نہیں تھا اور
پھر امیر نصیر کے دربار کی طرف چل پڑے۔ دربار میں پہنچے تو وہاں شہر اور اطراف شہر کے ستر علماء
فضلاء اور مفتیوں کو اپنا منتظر پایا۔ ان علماء نے امیر سے یہ بھی التجا کی تھی کہ جب حضرت ابوالاحمد چشتی
دربار میں حاضر ہوں تو ان کی طرف سے بے اعتنائی برتی جائے۔ لیکن جیسے ہی حضرت ابوالاحمد چشتی
دروازہ تک پہنچے امیر نصیر کے دل میں ایسی دہشت اور کیفیت پیدا ہوئی کہ وہ بے اختیار ان کے
استقبال کے لئے آگے بڑھے اور ان کے ہاتھوں کو چوم کر بہت اعزاز و احترام سے اپنی مجلس میں

لائے مجلس میں آنے کے بعد علمائے بہت سے مشکل اور دقیق سوالات پیش کئے۔ ان کے سوالات سن کر حضرت شیخ نے اپنے خادم محمد خدابندہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ کورولاں کچھ مشکل سوالات سوچ کر آئے ہوں گے جن کا مجھے جواب دینا ہو گا۔ لیکن یہ تو اتنے آسان اور معمولی ہیں کہ تمہارے جیسا ناخواندہ آدمی بھی انشاء اللہ بہ حسن و خوبی جواب دے سکتا ہے۔ اس لئے تم ہی دو چنانچہ اس ناخواندہ خادم نے ان کے اسی سوالوں کا کتب متداولہ کے حوالوں سے جواب دیا آخر میں جب علما کے سب سوالات ختم ہو گئے۔ تو آپ نے ان لوگوں سے خود ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب ان لوگوں سے نہ حل ہو سکا اور وہ نام اور شمار ہوئے۔

امیر نے یہ سب دیکھ کر آخر میں ازراہ تمسخر علماء سے
علماء کی حلقہ ارادت میں شمولیت کہا کہ اگر کچھ اور شبہات رہ گئے ہوں جس کو آپ لوگ

پوچھنا چاہتے ہوں تو پوچھ ہی لیجئے۔ کس نہ باقی رہے۔ علماء نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔ اور بولے کہ ہم لوگ تصور دار ہیں۔ حضرت خواجہ عالم کو علم لدنی حاصل ہے۔ جب ہم لوگ ان کے خادم کی برابری نہیں کر سکتے۔ پھر ان سے مباحثہ کرنا سراسر حماقت ہے۔ پھر وہ لوگ اپنے عمامہ کو اپنی گردن میں پیٹ کر حضرت خواجہ کے قدموں پر گر پڑے۔ اور سب کے سب ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے پھر امیر نصیر نے ان سے معذرت چاہی اور بہت کچھ تحفے تحائف خدمت اقدس میں پیش کئے لیکن حضرت نے ان میں سے ایک چیز بھی قبول نہ فرمائی۔ اور اپنے کاشانہ میں واپس چلے گئے۔ اس واقعہ سے آپ کی بزرگی اور عظمت کا غلغلہ ہر طرف پھیل گیا اور لوگ جوق در جوق ہر چار طرف سے خدمت اقدس میں آکر مرید ہونے لگے۔

خواجہ سری سقطی کی مجلس سماع میں شرکت
 حضرت ابوالاحمد حشمتی نیا کپڑا کبھی نہیں پہنتے
 تھے اور نہ دولت مندوں کے قریب

بیٹھے تھے وہ حافظ قرآن تھے۔ اکثر حضرت خواجہ سری سقطی قدس اللہ سرہ آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لایا کرتے اور آپ کی مجلس سماع میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت ابوالاحمد حشمتی کی مجلس سماع میں نما حاضرین

لیکھتے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ قوالوں کو بھی شوق حاصل ہو جاتا اور غائت شوق میں ان کے منہ سے کف نکلنے لگتا اور انہیں تن بدن کا بھی ہوش نہیں رہتا تھا۔ مجتہدین وقت میں سے کسی نے بھی آپ کے سماع پر اعتراض نہیں کیا۔ تمام علمائے عمر آپ کی خطابت سے حیرت زدہ ہو جاتے تھے۔ آپ دن میں ایک بار اور رات میں دو مرتبہ ختم قرآن فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی پیشانی پر ایک ایسا نور درخشاں تھا کہ جو بھی آپ کی خدمت میں آتا دیکھ کر متحیر ہو جاتا۔

حضرت ابوالواحد حشمتیؒ کے والد ماجد سلطان فرساقہ کا

سلطان فرساقہ کا اطہارِ تدامت

ایک فمخانیہ تھا۔ حضرت ابوالواحد حشمتیؒ ایک دن موقع پا کر اس میں داخل ہو گئے۔ اور اندر سے دروازہ مضبوطی سے بند کر کے شراب کے خموں کو توڑنا شروع کیا سلطان کو خبر ہوئی۔ وہ بہت برا فرودختہ ہوا اور اس مکان کی چھت پر آ کر غایت غضبناکی میں ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر ان کو کھڑکی سے مارا۔ پتھر ہاتھ سے گرتے ہی فضا میں معلق ہو گیا۔ سلطان اس واقعہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور فوراً اپنے لڑکے کے ہاتھ پر توبہ کی یہ واقعہ ۲۸۰ھ کا ہے۔

فضل بن یحییٰ برمکی اکثر حضرت ابوالواحد حشمتیؒ کے سماع پر اعتراض کرتا تھا۔ حضرت کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کلاسِ تاحق

سماع پر اعتراض کی سزا

اعتراض کرنے کی وہ خود سزا پائے گا۔ اتفاق سے ان ہی دنوں فضل برمکی شدید بخار میں مبتلا ہوا لاکھ لہبانے علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی جب وہ علاج معالجہ سے ناامید ہو گیا۔ تو پھر خدا کی طرف اس نے لو لگائی۔ اور نماز و تلاوت قرآن میں مشغول ہو گیا۔ ایک دن اس نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو وہ گڑ گڑا کر اپنی صحت کے لئے ان سے ملتجی ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فضل! تو نے ابوالواحد حشمتیؒ کے سماع پر اعتراض اور انکار کیا ہے۔ اور یہ انکار گویا مجھ سے اور مشائخین سے انکار ہے۔ جب تک تو توبہ کر کے ان کی مجلس سماع میں حاضر نہیں ہوگا۔ تجھ کو صحت نہیں ہوگی۔ خواب سے بیدار ہو کر فضل برمکی اسی وقت دوڑتا ہوا حضرت ابوالواحد حشمتیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت وہ

مجلس سماع میں تھے۔ فضل برہ کی مجلس میں پہنچ کر دست بستہ ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ ناگاہ حضرت کی نظر اس پر پڑی تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اے فضل! تم نے انکار سماع کا نتیجہ دیکھ لیا۔ فضل برہ کی سر زمین پر رکھ کر عرض کی کہ حضرت! جیسا میں نے کیا تھا ویسا پایا۔ مجھ سے خطا ہوئی معافی کا طلبگار ہوں حضرت مخدوم جو سماع سنتے ہیں وہ بلاشبہ اسرار الہی ہے۔ پھر حضرت نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر پھیرا اور اسے فوراً صحت کامل ہوئی۔ گویا وہ کبھی بیمار ہی نہیں ہوا تھا۔ اس واقعہ کا مشاہدہ کر کے سات سو کفار مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ذکر الہی کی برکت

ایک دن حضرت ابوالحسن حشمتیؒ اناشی آدمیوں کے ہمراہ دیانے دجلہ کے کنارے تشریف لے گئے۔ وہاں پر کشتی موجود نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا اؤ ہم سب حلقہ بنا کر ذکر الہی میں مشغول ہو جائیں۔ ہم لوگوں کا کام ہو جائے گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور دجلہ سے اس طرح خمیر و خموبی سے پار ہو گئے۔ کہ کسی کا پیر تک تر نہ ہوا۔ اس وقت وہاں پر چوبیس کفار موجود تھے۔ جو سب کے سب مسلمان ہو گئے اور وہ سب بھی حضرت کے طفیل بلا کشتی کے دریا پار کر گئے۔ اور اپنی عبادت و ریاضت سے آگے چل کر شیخ کامل ہوئے۔

کفار کا قبول اسلام

ایک دن حضرت ابوالحسن حشمتیؒ سفر کرتے ہوئے اس جگہ سے گزرے جہاں پر صرف کفار ہی کفار بستے تھے۔ اور ان لوگوں کا شیوہ یہ تھا کہ اگر کوئی مسلمان اس طرف سے گذرتا! اس پر ظلم و جور کی انتہا کر دیتے اور اسے زندہ جلا دیتے تھے۔ اس خوف سے اگر کسی مسلمان کو اس طرف سے جانا بھی ہوتا تو وہ اپنے کو مومن نہیں کہتا اور کافروں کا لباس پہن کر اس طرف سے گذرتا۔ جیسے ہی حضرت ابوالحسن حشمتیؒ کو کفار نے دیکھا دوڑ کر پکڑ لیا اور پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو؟ آپ نے فرمایا: محمدؐ میں مسلمان ہوں، کفار نے کہا کہ ہم لوگ کسی مسلمان کو زندہ نہیں چھوڑتے اور اسے آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر کوئی واقعی مسلمان ہے تو اسے آگ نہیں جلانے گی اور پھر ہم لوگ اسی کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ بلاشبہ اگر کوئی مسلمان سچے دل سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے گا اسے آگ کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ پس ان کفار نے

آگ جلائی اور حضرت ابوالحمزہ چشتیؒ کو اس میں ڈال دیا۔ آپ نے آگ میں پہنچتے ہی مصلے بچھا کر پر سے نکلنے لگے۔ وہ آگ کی بھٹی ہو گئی۔ کافروں نے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ اور سب کے سب خلوص دل سے مسلمان ہو گئے۔ یہ لوگ تعداد میں کل دس ہزار تھے۔ ان میں سے ایک سوا شخصانہ نے حضرت مخدوم کی خدمت اختیار کر لی۔ اور وہ سب شیخِ کامل کے درجہ پر پہنچے۔ اور بقیہ وہیں سکونت پذیر رہے۔

حضرت ابوالحمزہ چشتیؒ کا وصال ماہ جمادی الثانی ۲۵۵ھ میں ہوا۔
وقات مصنف سیر الاقطاب نے تاریخ وصال قطب العالمین نکالی ہے۔



حضرت شیخ ابو محمد حشتی قدس اللہ سرہ

○

حضرت شیخ ابو محمد حشتیؒ مادرزاد دلی تھے۔ آپ کا لقب ناصح الدین تھا۔ صوفیا کے حلقے میں آپ عمدۃ المشائخ والفقراء، قدوة الائمہ والعلماء، مخزن سخا اور معدن دفا کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کو غرقہ فقر و ارادت اپنے والد ماجد حضرت شیخ ابو احمد حشتی قدس اللہ سرہ سے ملا اور آپ ہی سے علوم ظاہری و باطنی بھی حاصل ہوئے۔

ولادت فرزند کی بشارت حضرت شیخ ابو محمد حشتیؒ کی والدہ ماجدہ سے روایت ہے کہ جب آپ شکم مادر میں چار ماہ کے تھے۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز اکثر ماں کے کان میں آتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے اپنے شوہر حضرت شیخ ابو احمد حشتی سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے خوش خبری دی کہ اللہ ہم لوگوں کو فرزند سعادت مند اور دلی اللہ۔۔۔ عطا کرنے والا ہے۔ ایک دن حضرت ابو احمد حشتی اپنی زوجہ محترمہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یکایک بلند آواز سے السلام علیکم یا دلی اللہ خلیفتی فرمایا۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے فرمایا کہ حضرت کیا معلوم شکم میں لڑکی ہے یا لڑکا۔ پھر آپ ایسا فرما رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے اشارت اور بشارت دی ہے اور وعدہ فرمایا ہے کہ مجھے مادرزاد دلی فرزند

عطا ہوگا۔ اور یہ میں نے لوح محفوظ میں بھی پڑھ لیا ہے۔

رسول اللہ کا ارشاد گرامی جس رات کو حضرت شیخ ابو محمد چشتیؒ پیدا ہوئے وہ شب

عاشورہ تھی آپ کے والد ماجد شیخ ابو احمد چشتیؒ نے اسی لمحہ خواب میں رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے ابو احمد! تیرے گھر ابھی فرزند تو لد ہوا ہے۔ اس کا نام میرے ہی نام پر رکھنا اور میرا اس کو سلام پہنچا دینا۔ حضرت شیخ جیسے ہی خواب سے بیدار ہوئے تو فرزند کی ولادت کی خبر سنی۔ نزدیک گئے تو نو مولود کو کلمہ طیبہ پڑھتے سنا۔ آپ نے وضو کر کے لڑکے کو السلام علیکم کہا۔ لڑکے نے وعلیکم السلام کے ساتھ فرمایا یا شیخنا قل ما ردیناک ہذا اللیلۃ یعنی اے حضرت آپ نے آج رات۔ خواب میں کیا دیکھا ہے مجھے بھی بتائیے۔ حضرت شیخ ابو احمد چشتیؒ نے اپنے لڑکے کے کان کے پاس جا کر فرمایا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو سلام کہا ہے۔ پھر باپ بیٹا دونوں سر بسجود ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد حضرت شیخ ابو احمد چشتیؒ نے دعا فرمائی کہ الہی میرے اس لڑکے کے ولی اللہ بنا دے۔ آواز آئی کہ اے ابو احمد! میں نے تمہاری دعا قبول کی۔ اور تمہارے لڑکے کو میں نے اپنا مقبول بندہ بنا لیا۔

ایام طہولیت جس رات کو حضرت ابو محمد چشتیؒ پیدا ہوئے وہ شب عاشورہ تھی۔ دن ہوا تو آپ نے تمام دن اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیا۔ آپ کی والدہ نے آپ کے والد سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تمہارا لڑکا ولی مادر زاد ہے۔ اس نے انبیاء اور اولیاء کی پیروی میں روزہ رکھا ہوگا۔ اور یہی بات بھی تھی کیونکہ جب شام ہوئی تو آپ نے دودھ پینا شروع کیا۔ ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو دودھ پلا رہی تھیں تو آپ دودھ پینے کے دوران اتنا بنسے کہ آپ کی والدہ کو بہت عجیب سا معلوم ہوا انہوں نے آپ کے والد ماجد سے اس کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تمہارے لڑکے کو لانے کیلئے شیطان آیا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ شیطان کو مار کر وہاں سے بٹا دیں۔ چنانچہ جب شیطان لعین

نامراد بھاگا تو ابو محمد کو ہنسی آگئی۔

حضرت ابو محمد چشتیؒ کی والدہ ماجدہ بیان فرماتی ہیں کہ پیدائش کے وقت سے اڑھائی سال تک بچوں نماز کے وقت ابو محمد آسمان کی طرف دیکھ کر بے تعداد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرتے تھے اور اس وقت ان کے چہرے پر ایسا نور نمایاں ہوتا کہ اس سے سارا گھر روشن ہو جاتا۔ اور اکثر گھر میں چراغ جلانے کی ضرورت ہوتی

حضرت ابو محمد چشتیؒ جب اڑھائی سال کے ہوئے تو ان کی غذا بہت کم ہو گئی ان کی والدہ ماجدہ نے ان کے والد سے شکایت کی کہ ابو محمد ان دنوں بہت کم کھاتا ہے

فرمایا شروع ہی سے کم کھانے کی عادت ڈال رہا ہے۔ جب حضرت ابو محمد چشتیؒ چار برس چار مہینے کے ہوئے تو انہیں مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ یکا یک ایک روزان کے تختہ پر لکھا ہوا دیکھا گیا بسم اللہ الرحمن الرحیم علم القرآن رب یسر ولا تعسر و رب زدنی علماً و نعماد تمہ بالخیر پھر تھوڑے ہی دنوں میں آپ نے قرآن مجید ختم کر کے علوم دینی میں کمال حاصل کر لیا۔ آپ نے چار ہی برس سے باجماعت نماز پڑھنی شروع کر دی تھی اور سات برس کے سن میں خلوت گزیر ہو گئے تھے۔

اسی وقت سے آپ کی یہ کرامت ظاہر ہو گئی تھی کہ آپ کی زبان مبارک سے جو نکلتا ضرور ہو جاتا۔ خلیفہ وقت اور عوام اسی وقت سے آپ کے حدر و جہ مقصد

ہو گئے تھے۔ آپ کی خدمت میں جو بھی کوئی مقصد لے کر آتا وہ پورا ہوتا۔ تیس برس تک آپ ہر وقت بافورہ آگے اگر کوئی کافر آپ کے سامنے آجاتا تو فوراً مسلمان ہو جاتا۔ یہاں تک کہ چشت میں کوئی کافر نہیں رہا اور جو آپ سے مشرف بہ اسلام ہوتا اس پر عرش سے فرش تک روشن ہو جاتا۔ اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد چوبیس سال کی عمر میں آپ ان کے قائم مقام ہوئے اور ان کے سجادہ پر بیٹھے۔ اور اکثر سلاطین جوانب شاہیر وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اخلاص و ارادت کا اظہار فرماتے۔ حضرت ابو محمد چشتیؒ اکثر کنواں میں نماز معکوس ادا فرماتے تھے۔ کبھی استراحت نہیں فرماتے اور دن رات عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے

آپ کے والد ماجد حضرت شیخ ابو محمد چشتیؒ نے اپنے وصال سے کچھ دن پہلے ان کو مرید کر کے اپنا خرقہ پہنا دیا اور اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ پھر وصیت فرمائی کہ

بیشہ فقر و فاقہ کو اختیار کریں اور فقر اور مساکین کے ساتھ صحبت رکھیں اور دولت مندوں سے پرہیز کریں حضرت ابو محمد چشتی اپنے والد اور شیخ کی تمام نصیحتوں پر ہمیشہ پورا پورا عمل فرماتے رہے۔ دس برس تک مسلسل حجرہ میں بند رہ کر عبادت و ریاضت اور ذکر الہی میں مشغول رہے۔ سات سات روز پر صرف ایک خرابے لفظ فرماتے

ایام طغولیت میں ایک دن حضرت ابو محمد چشتی اپنے مکتب جارہے تھے

خواجہ حضرت سے تحصیل علم راستے میں ان کو حضرت خواجہ حضرت علیہ السلام ملے۔ انہوں نے خوشخبری دی کہ اے ابو محمد! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں علم صوری اور معنوی سکھلاؤں حضرت ابو محمد چشتی نے آپ کا قدم چوم کر عرض کیا کہ حضرت جو آپ کو حکم ملا ہے بجالائیں پس حضرت علیہ السلام نے آپ کو اسم اعظم سکھایا اور اس کے سیکھتے ہی تمام علوم اور اسرار الہی ان پر ظاہر ہو گئے۔ اسی جگہ سے لوٹ کر وہ گھر آئے۔ ان کی والدہ ماجدہ نے پوچھا کہ آج تم نے کیا پڑھا۔ اپنی تختی لاؤ تاکہ میں دیکھوں حضرت ابو محمد چشتی نے جواب دیا کہ اے ماں! میں نے آج جو کچھ پڑھا ہے وہ تختی پر نہیں آسکتا۔ آپ کی والدہ نے قرآن شریف اٹھا کر کہا کہ سناؤ۔ آپ نے جواب دیا کہ امی جان! آپ قرآن مجید اپنے پاس رکھیں میں زبانی سناتا ہوں اور پھر پورا کلام پاک حفظ سنا دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ حیران رہ گئیں اور سجدہ شکر بجالائیں۔

نغمہ غیبی ایک دن آپ کے والد ماجد حضرت ابو محمد چشتی سماع سن رہے تھے اور قوال اشعار پڑھ رہے تھے۔ عالم وجد و کیف میں آپ کی نظر فیض اثر حضرت ابو محمد چشتی پر پڑی۔ آپ نے

پکارا چلے آؤ۔ حضرت ابو محمد چشتی مدہوش مجلس سماع میں شریک ہو گئے۔ اور دیر تک کیف اور ذوق میں رہے۔ پھر بے خود ہو کر گر پڑے۔ سات روز تک ان پر وہی عالم کیف و وجد طاری رہا۔ نماز کا وقت ہوتا تو قوال رک جاتے اور آپ نماز ادا کرتے۔ پھر مجلس سماع شروع ہو جاتی اور آپ پر بے خودی طاری ہو جاتی۔ سات روز تک یہ حالت دیکھ کر آپ کے والد ماجد نے قوالوں کو خاموش ہو جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابو محمد چشتی کو ہوش آ گیا۔ قوالوں کو خاموش دیکھ کر آپ نے آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا "قولوا! قولوا!" بس اسی دم عالم غیب سے نغمہ کی آواز آنے لگی۔ حضرت ابو محمد چشتی پھر سماع میں مشغول ہو گئے۔ اور حاضرین بھی اس آواز کو سن کر کیف ہوئے۔ یہاں تک کہ متواتر تین دن اسی طرح

عالم غیب سے نغمہ کی آواز آتی رہی اور حضرت ابو محمد سماع فرماتے رہے پھر ہوش میں آئے تو اپنے والد ماجد اور شیخ کے قدموں کو چوم کر فرمایا کہ حضرت ابو فتح یاب سماع میں ہوتا ہے کسی شغل میں میسر نہیں سو برس تک بھی اگر کوئی شخص ریاضت شاقہ اور مجاہدہ کرے تو اس مرتبہ پر نہیں پہنچ سکتا جو اسے ایک مرتبہ کے سماع میں حاصل ہوتا ہے۔ حضرت شیخ ابو احمد ہشتی نے فرمایا کہ اسے ابو محمد سماع راز سر بستہ ہے اسے پوشیدہ ہی رکھنا چاہیے۔ بے چارے عوام اس کی تاب نہیں لاسکتے۔ اگر میں سماع کے راز کو ظاہر کر دوں تو ساری دنیا سماع میں مبتلا ہو جائے گی اور خدا سے سوائے اس کے اور کسی نعمت کی طلبگار نہیں ہوگی۔

شہزادے کو نصیحت ایک مرتبہ حضرت ابو محمد ہشتی دجلہ کے کنارے بیٹھ کر اپنا خرقہ ہی رہے تھے اسی اثنا میں خلیفہ کے صاحبزادے وہاں پر پہنچے اور گھوڑے سے اتر کر ادب سے بیٹھ گئے۔ حضرت ابو محمد ہشتی نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی بادشاہ کی سلطنت میں ایک بوڑھی عورت بھی ایک رات فاقہ رہ جائے تو اسے قیامت کے دن اس حکمران کا دامن پکڑنے کا حق حاصل ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو بادشاہت عطا فرمائی ہے۔ اور اس میں فقراء اور بے سارا لوگ بھی رہتے ہیں۔ تو تمہیں ایک لمحہ بھی غفلت سے کام نہیں لینا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کل قیامت کے دن سارا ہونا پڑے۔ حضرت جب نصیحت فرما چکے تو خلیفہ کے صاحبزادے نے کچھ نقد و جنس تحفہ کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اے شہزادے! ہمارے خواجگان میں سے کسی نے بھی ان چیزوں کو قبول نہیں کیا ہے۔ میں بھی نہیں قبول کر سکتا۔ میرے لیے فقر کی نعمت ملک سلیمان سے زیادہ بہتر ہے۔ خلیفہ کے لڑکے نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ نے اسے سمجھایا کہ خدا کے بندوں کے لیے غیب کا خزانہ کھلا ہوا ہے۔ اس لیے انہیں تمہارے عطیات کی حاجت نہیں ہے۔ شہزادہ پھر بھی نہ مانا اور بھندہ ہوا کہ کچھ قبول ہی کر لیا جائے تب آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ خداوند! ”دیکھا جو کچھ ہم نے ان لوگوں کو بھی دکھلا دے“ اتنا کہنا تھا کہ دجلہ کی بے شمار مچھلیاں منہ میں ایک ایک اشرافی لے لے ہوئے سطح آب کے اوپر آگئیں

شہزادہ حیران رہ گیا اور حضرت کے قدموں پر سر رکھ کر معافی مانگی اور واپس چلا گیا۔ حضرت نے اس کے تحفہ میں سے کچھ بھی قبول نہیں کیا۔

ایک مرتبہ جب سلطان محمود سبکتگین سومنات فتح کرنے کیلئے روانہ ہوا تو اس نے حضرت ابو محمد چشتی کو خواب

فتح سومنات میں روحانی مدد

میں دیکھا کہ وہ اس کی مدد کے لئے آمادہ ہیں۔ اور ستر برس کے سن میں چند فقراء کے ساتھ جنگ میں شریک ہیں۔ اور ایک جگہ بے نفس نفیس کافروں کے ساتھ جنگ بھی کر رہے ہیں۔ جنگ میں مغلوب ہو کر سلطانی لشکر جنگل کی طرف ہٹ رہا تھا۔ کہ یکایک اپنے مرید اور خلیفہ محمد کا کو کو جو اس وقت چشت میں تھے انہوں نے آواز دی کہ ”محمد کا کو فوراً پہنچو“ آواز کا دینا تھا کہ محمد کا کو پہنچ گئے اور دشمنوں کی صف میں گھس گئے اور گھسان کی جنگ شروع ہو گئی جس میں لشکر سلطانی کو فتح حاصل ہوئی بھیک اسی روز اور اسی گھڑی لوگوں نے چشت میں حضرت محمد کا کو کو دیکھا کہ وہ دیوانہ وار در دیوار پر لکڑی چلا رہے ہیں اور کف منہ سے جاری ہے۔ بعد میں لوگوں نے جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے پورا ماجرا کہہ سنایا۔ سومنات کی فتح کے بعد جب محمود سبکتگین ہندوستان سے غزنی لوٹا تو حضرت ابو محمد چشتی کی ظاہری اور باطنی مدد کا مشاہدہ کر کے ان کا دل سے معتقد ہو گیا اور ارادت مندانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کی۔

حضرت ابو محمد چشتی کی ایک حقیقی بہن تھیں جو بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ انہوں نے عبادت و ریاضت

حضرت ابوالحمزہ کی تحراب میں ہدایت

میں انہماک کے باعث چالیس برس کے سن تک شادی نہیں کی تھی۔ بھائی کے ساتھ رہتی تھیں

اور خدا کی عبادت اور ان کی خدمت میں اپنا وقت صرف کرتی تھیں۔ اپنا ذاتی خورد و نوش کا خرچہ چرخہ کات کر اور سوت پیچ کر پورا کر لیتی تھیں۔ حضرت ابو محمد چشتی اکثر اپنی بہن کو فہمائش کرتے تھے کہ عقد زوجیت میں منسلک ہو جائیں اس لئے کہ ان کے بطن سے ایک فرزند

تولد ہونے والا ہے جو اپنے وقت کا قطب اور ولی ہو گا۔

لیکن ان کی بہن راضی نہیں ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک روز حضرت نے اپنے والد ماجد حضرت ابو محمد چشتیؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ اے ابو محمدؒ! اپنی بہن کو سمجھاؤ اور شادی پر راضی کرو۔ تم ان کے بلے میں جو کہتے ہو بالکل صحیح ہے۔ فلاں شہر اور فلاں مقام پر ایک صحیح النسب سید زادہ محمد سمعان نام کا رہتا ہے۔ وہ جوان صالح اور دلویس کامل ہے۔ تم اس کو تلاش کر کے اپنی بہن کو اس کی زوجیت میں دے دو۔ اسی رات کو ان کی بہن نے بھی اپنے والد ماجد سے یہی ہدایت پائی اس لئے بالآخر راضی ہو گئیں۔

حضرت ابو محمد چشتیؒ کی ہمیشہ کا محمد سمعان سے عقد

چنانچہ اسی بنا پر حضرت شیخ نے محمد سمعانؒ کو خط بھیجا کہ اگر ایک

پیر میں جو تا پسنے ہوئے ہو تو میرا خط دیکھتے ہی دوسرے پیر میں جو تا پسنے بغیر فوراً اسی حال میں چل پڑو قاصد دئے ہوئے پتہ پر جب اس موضع میں . . . محمد سمعانؒ کے گھر پہنچا تو اس وقت واقعی وہ صرف ایک پیر میں جو تا پسنے ہوئے تھے اور دوسرا انگام تھا۔ یہ خط دیکھ کر اسی حال میں روانہ ہو گئے اور حضرت ابو محمد چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملاقات کی۔ حضرت ابو محمد چشتیؒ نے اپنی بہن کو ان کی زوجیت میں دے دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے بطن سے ابو یوسف نامی ایک فرزند پیدا ہوئے۔ جن کی پرورش و پرورش حضرت نے اپنے فرزند کی طرح خود کی اور علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ کر کے درویشی کے مرتبہ تک پہنچایا اور اپنی خلافت اور ارادت سے نوازا۔

کشف و کرامت

قصبہ سنجان خواف کے رہنے والے حضرت استاد مردانؒ، جو کہ حضرت ابو محمد چشتیؒ کے محبوب مرید اور خلیفہ خاص تھے۔ بیان فرماتے ہیں کہ خلافت

واجازت مرحمت فرما کر حضرت نے مجھ کو اپنے وطن واپس جانے کی ہدایت فرمائی۔ میں جدائی برداشت نہ کر کے رونے لگا۔ اور عرض کیا کہ غلام کو تاب مفارقت نہیں ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا جاؤ اللہ سے میں نے التجا کی ہے۔ جس وقت بھی تم کو مجھے دیکھنے کی خواہش ہوگی۔ حجاب جسمانی اور مسافت مکانی

دور ہو جائے گی۔ آپ کے فرمانے سے مجھے تشفی اور تسلی ہوئی اور میں چلا گیا اور پھر سنجان سے جنت
مجھے صاف نظر آنے لگا۔ اور جب میں چاہتا اپنے پیر دستگیر کو دیکھ لیتا۔

حضرت ابو محمد حشتیؒ کے تین جید اور مقرب خلیفہ تھے۔ ایک حضرت ناصر الدین خولجہ
ابو یوسف حشتیؒ۔ دوسرے حضرت محمد کاکوؒ۔ اور تیسرے حضرت استاد مرداں قدس

وفات

اللہ اسرارِ ہم۔ آپ کا وصال ۴ ربیع الثانی ۸۸۵ھ میں ہوا
مصنف سیر الاقطاب نے آپ کا سنہ وفات امام برحق بود نکالا ہے۔



حضرت خواجہ ابویوسف چشتی قدس اللہ سرہ

شجرہ نسب افضل سے نوازا تھا۔ آپ کا لقب ناصر الدین تھا۔ آپ کے والد ماجد محمد سمعان نجیف الطرفین سید تھے۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ حضرت خواجہ ابویوسف بن خواجہ محمد سمعان بن سید ابراہیم، بن سید محمد، بن سید حسین، بن سید عبد اللہ الملقب علی اکبر، بن حضرت امام حسن عسکری، بن حضرت امام علی تقی، بن حضرت امام محمد تقی، بن حضرت امام علی رضا، بن حضرت امام موسیٰ کاظم، بن حضرت امام جعفر صادق، بن حضرت امام محمد باقر، بن حضرت زین العابدین بن حضرت امیر المومنین امام حسین علیہ السلام ابن امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ صوفیا آپ کو سید الاولیاء، اشرف اکابر، زبدہ صابراں، جمال طریقت، کمال حقیقت اور مفردہ اہل معرفت جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے خرقہ فقر و ارادت اپنے ماموں حضرت شیخ ابویوسف چشتی سے پایا۔ اور انہیں کے زیر تربیت رہ کر اوج کمال تک پہنچے۔ جب آپ چھتیس برس کے تھے۔ آپ کے پیر دستگیر اور ماموں کا وصال ہوا۔ وصال کے وقت حضرت مخدوم نے آپ کو اپنا قائم مقام اور جانشین بنایا۔ آپ سے بہت سے کرامات ایسے ایسے ظہور پذیر ہوئے کہ انسانی فہم سے بالاتر ہیں

سخاوت آپ کی صحبت میں جو بھی بیٹھا دلی ہو جاتا۔ دولت مند لوگ آپ کی مجلس میں اگر آجاتے تو ان کے چہرہ کارنگ متغیر ہو جاتا اور ان پر گریہ طاری ہو جاتا۔ آپ فقرا کی صحبت کو پسند فرماتے۔ اور ان کی بہت زیادہ تعظیم فرماتے۔ آپ کا قول تھا کہ فقرا اللہ اور اس کے رسول کے دست میں پھر ان کے ساتھ دوستی کو کون نہیں پسند کرے گا۔ آپ دنیا والوں سے بہت کم ملتے جلتے پھر بھی آپ کے عقیدت مندوں اور مریدوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ اگر معتقدین میں سے کوئی آپ کے پاس نذر پیش کرتا تو آپ اسے فوراً فقرا اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔ اگر خادم کی غلطی سے کبھی کوئی چیز رہ جاتی تو آپ کے حضور قلبی میں خلل پڑ جاتا اور آپ سمجھ جاتے کہ خادم سے کوئی چیز تقسیم کرنے سے چھوٹ گئی ہے۔ فوراً دریافت فرماتے اور چھوٹی ہوئی چیز کو فقرا میں تقسیم کر دیتے۔

بیس سال کی عمر میں آپ ایک مرتبہ کسی امیر کے محل کی طرف سے گذرے۔ امیر زادی سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ امیر کا نوکر باہر کھڑا ہوا تھا۔ آپ نے اسے بلا کر کہا کہ امیر کو میرا پیغام پہنچاؤ کہ وہ اپنی لڑکی میری زوجیت میں دے دے۔ نوکر نے امیر کو پیغام پہنچایا۔ امیر نے جواب دیا کہ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوگی لیکن میں پہلے آدمی بھجوں گا۔ اس کے سامنے خواجہ کو خطبہ دینا ہوگا۔ حضرت خواجہ حقیقت حال کو سمجھ گئے آپ نے نوکر سے کہا کہ میں نے یہ بات امیر سے امتحاناً کی تھی۔ ورنہ میں کچھ ایسا خواہش مند نہیں تھا۔ یہ کہہ کر اپنے کاشانہ کی طرف چلے گئے۔ جیسے ہی آپ وہاں سے روانہ ہوئے اس امیر زادی کے پیٹ میں شدید درد شروع ہوا۔ اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد انتقال کر گئی۔

خواجہ ابویوسف چشتی کا نکاح اپنے پیر و مربی کے وصال کے بعد حضرت خواجہ ابویوسف چشتی ایک مرتبہ بہت تشریف لے گئے۔ واپسی کے وقت کھک نامی ایک گاؤں سے آپ کا گزر ہوا۔ وہاں ایک درویش تھے۔ رات کے وقت آپ ان کے کاشانہ میں قیام پذیر ہوئے۔ ان بزرگ سیرت درویش کی ایک پاکباز اور پارسلر کی تھیں۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ چودھویں رات کا چاند آسمان سے ان کی گود میں اتر آیا ہے اور کتاب ہے کہ میں تجھے

اپنی زوجیت میں لینا چاہتا ہوں۔ اور میں نے قبول بھی کر لیا ہے۔ صبح کے وقت جب وہ درویش حضرت خواجہ کی خدمت میں آئے تو حضرت نے اس لڑکی کا خواب ان سے بیان فرماتے ہوئے تعبیر بتائی کہ ماہ چہار دہم سے مراد میں خود ہوں۔ اللہ کے حکم کے بموجب آپ فوراً اپنی لڑکی میری زوجیت میں دے دیں۔ درویش تھوڑی دیر نہ خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ میری کیا مجال جو آپ جیسے بزرگ اعلیٰ مرتبت شخص سے رشتہ قائم کرنے کا خیال دل میں ملاؤں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اللہ کا حکم ہے کہ آپ کی لڑکی میری زوجیت میں آئے اور ان سے قطب زمانہ فرزند پیدا ہوں۔ وہ درویش اٹھ کر اپنی لڑکی کے پاس آئے۔ لڑکی نے بغیر ہلو چھے سارا خواب کہہ سنایا جو لفظ بہ لفظ حضرت خواجہ کے بیان کے مطابق تھا۔ اب ان درویش کا شبہ دور ہوا۔ اور انہوں نے اپنی لڑکی کو خوشخبری سنائی کہ جس چاند کو تم نے خواب میں دیکھا تھا۔ وہ تمہارے گھر پہنچ گیا ہے۔ پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں آئے اور اپنی لڑکی کا عقد ان سے پڑھا دیا۔ چند دنوں کے بعد حضرت خواجہ اپنی زوجہ محترمہ کو ساتھ لے کر واپس وطن پہنچے۔ ان ہی دلیہ کے بطن سے حضرت خواجہ مودود چشتی اور شیخ تاج الدین ابو الفتح پیدا ہوئے۔

ٹھنڈے پانی کا چشمہ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی ایک دن گرمی کے زمانے میں اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھیوں نے درخواست کی کہ اگر آپ کی دعا کی برکت سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ اس جگہ پیدا ہو جائے تو بے شمار مخلوق خدا، گرمی کی شدت سے نجات پائے۔ حضرت خواجہ نے بے تامل اپنا عصا ایک پتھر پر مارا اور وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ ابلنے لگا۔ تمام ساتھیوں نے آسودہ ہو کر پانی پیا، وضو کیا اور نماز شکرانہ ادا کی۔ وہ چشمہ آج تک جاری ہے۔ گرمی کے موسم میں اس کا پانی غایت درجہ ٹھنڈا اور خوش ذائقہ ہو جاتا ہے اور سردی کے موسم میں معتدل رہتا ہے۔ بخار کا مریض اس کو پی لے تو شفا پاتا ہے اور کوئی حاجت مند اس جگہ جا کر کوئی دعا مانگے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

پتھر کی اطاعت حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی کے حجرے کے دروازہ پر ایک بڑا سا پتھر

تتا جس پر بیٹھ کر اکثر حضرت خواجہ عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اس پر بیٹھے ہوئے تھے پھر وہیں سے ایک گاڑی کی طرف کسی ضرورت سے روانہ ہوئے۔ وہ پتھر بھی ان کے پیچھے پیچھے رواں ہوا۔ لوگ تماشائی کی حیثیت سے اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ لوگوں کا شور و غوغا سن کر حضرت خواجہ مڑے تو دیکھا کہ پتھر بھی چلا آ رہا ہے۔ انہوں نے فوراً اس کی طرف دیکھ کر فرمایا قف مکانک۔ بس یہ فرمانا تھا کہ پتھر وہیں پر رگ گیا اور آج تک اسی جگہ قائم ہے۔ اس واقعہ کے بعد اکثر لوگ جمعہ کی رات کو حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ کو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ اس پتھر پر بیٹھا دیکھتے اور اس جگہ سے ایسی روشنی پھیلتی کہ تمام قریہ روشن ہو جاتا۔ چنانچہ آج تک وہ مقام زیارت گاہ عوام ہے۔

خرقہ قراداد حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ جب مرید ہونے کے ارادے سے حضرت شیخ ابو محمد چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے غانت لطف و کرم سے ان کو ناصر الدین کا خطاب دے کر فرمایا کہ ناصر الدین! سارا علم خدا کو ہے۔ سوائے اس کے جو وہ اپنے بندوں کو تعلیم فرماتا ہے۔ بیشک وہی علیم و خبیر ہے۔ پھر حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ نے ان سے مسواک کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت شیخ ابو محمدؒ نے اس کے ساتھ سو جوابات ایسے دئے کہ حضرت خواجہ کا دل تمام شک و شبہ اور دوسوسوں سے پاک و صاف ہو گیا۔ پھر مرید کر لینے کے بعد حضرت شیخ ابو محمد چشتیؒ نے فرمایا کہ اے ناصر الدین! سات مرتبہ میرا نام لے کر آسمان کی طرف دیکھو حضرت خواجہ نے حکم کے مطابق کیا۔ اسی لحظہ عرش تک سارے جوابات دور ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ دوبارہ سات مرتبہ میرا نام لے کر زمین کی طرف دیکھو۔ حضرت خواجہ نے تعمیل حکم کی اور اسی وقت تحت الشریٰ تک سب روشن ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے جو اسم اعظم آپ کو سکھلایا تھا۔ آپ نے حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ کو سکھلایا۔ اس کے سیکھتے ہی تمام علم لدنی اور اسرار ربانی ان پر ظاہر ہو گئے۔ پھر اپنا خرقہ پہنا کر خلافت اور اجازت سے نوازا اور اپنی جگہ پر بٹھایا پھر فرمایا کہ اے ناصر الدین! اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی نعمتوں سے نوازا ہے

پند و نصائح تمہارے لئے ضروری ہے۔ کہ فقر و فاقہ اختیار کرو اور فقیروں کی صحبت میں بیٹھو

تمام فقرا کے سردار حضرت سردار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہمارے پیران دستگیر فقرا ہی کے زیر میں تھے۔ اور ہم پران کی پیروی فرض ہے۔ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ نے آپ کی نصیحت کو دل و جان سے قبول کیا اور چار سال تک گوشہ نشین ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہے آپ تین چار فاقہ کے بعد صرف تین لقمہ طعام تناول فرماتے، پیوند لگا ہوا کپڑا پہنتے اور اکثر سماع سنتے۔

مجلس سماع میں دنیا داروں کی شرکت سے ممانعت

مجلس سماع میں ہوائے فقر، علماء، صلحا اور مشائخ کے کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ سماع کے وقت اگر کوئی دنیا والوں میں سے آجاتا تو سماع روک دیتے اور جب وہ چلا جاتا تو کچھ درویشوں کو باہر بٹھا کر سماع شروع کرتے۔ اور اگر دنیا والوں میں سے کوئی اصرار کر کے شریک ہی ہو جاتا اور آخر وقت تک رہتا تو وہ مجذوب ہو جاتا اور ترک دنیا کرتا۔ اگر کوئی فاسق شریک ہوتا تو اپنے فسق و فجور سے تائب ہو کر مشائخ میں سے ہو جاتا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری مجلس میں اگر کوئی فاجر آئے گا تو وہ صاحب نعمت ہو کر واپس ہوگا۔

خواجہ ابو بکر شبلیؒ کی خواجہ ابو یوسف چشتیؒ سے عقیدت

حالت سماع میں حضرت پیشانی مبارک سے ایک ایسا نور ظاہر ہوتا جو آسمان تک منور کر دیتا۔ اور کسی شخص نے آپ کے سماع پر اعتراض نہیں کیا۔ حضرت خواجہ ابو بکر شبلی قدس اللہ سرہ العزیز آپ سے ملنے اکثر تشریف لاتے اور جب آپ کے چہرہ پر نور دیکھ لیتے تب سماع فرماتے اور وجد میں آتے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ اے شیخ! آپ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ کی صورت دیکھ کر کیوں سماع فرماتے ہیں۔ آخر کار راز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "لوگو! تم کیا جانو کہ خواجہ ناصر الدین کے دیدار سے مجھے کیا حاصل ہوتا ہے اگر تم لوگ وہ چیز دیکھ لو تو صبر و قرار رکھ کر دیوانے ہو جاؤ۔ خواجہ ناصر الدین کے دیدار سے شبلی اپنے مطلوب حقیقی تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے اتنے الطاف و اکرام سے نوازا ہے جو حدیساں میں نہیں آسکتے"۔

سماع کی برکت

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی سے پوچھا کہ حضرت اگر سماع اسرار الہی ہے تو حضرت جنید بغدادی جو سید الطائفہ اور قطب وقت ہیں کیوں اس سے تائب ہو گئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ شیخ ابو بکر شبلی جو کہ ان کے خلیفہ اور حجت ہیں وہ تو برابر میری مجلس میں شریک ہو کر سماع سنتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ حضرت خواجہ جنید بغدادی نے چونکہ احوال اخوان سماع میں دشواری محسوس کی۔ اس لئے توبہ کر لی۔ اور جس کو اخوان سماع میسر نہ ہوں بلاشبہ اس کو سماع سے توبہ کر لینا ہی مناسب ہے۔ قسم ہے اللہ کی اگر حضرت جنید میری مجلس میں شریک ہوتے تو ہرگز توبہ نہ کرتے۔ اے عزیز! سماع سے جو چیز حاصل ہوتی ہے۔ وہ سو برس کی عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔

شہتیر میں اضافہ

ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی کسی طرف تشریف لے جا رہے تھے دیکھا کہ لوگ مسجد بنا رہے ہیں۔ اور ایک شہتیر مسجد کے اوپر لے جا رہے ہیں، حضرت خواجہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ جب اس شہتیر کو لوگ اوپر لے گئے تو دیکھا کہ چار انگل کم ہو گئی ہے لوگوں نے بہت غور و فکر کیا لیکن کوئی صورت سمجھ میں نہیں آئی۔ حضرت خواجہ یہ دیکھ کر گھوڑے سے اترے۔ اور مسجد کے اوپر گئے۔ شہتیر کا ایک کنارہ خود پکڑ کر لوگوں کو کہا کہ دوسرا کنارہ پکڑ کر دیوار پر رکھیں۔ اور پھر بسم اللہ کہہ کر حضرت خواجہ نے شہتیر کو مسجد کی دیوار پر رکھ دیا اور وہ چار انگل بڑھ گیا۔ وہ مسجد آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

قرآن مجید کا حفظ

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی کو ابتدا میں کلام پاک حفظ نہیں ہوتا تھا اس سے وہ بہت زیادہ فکر مند رہتے تھے۔ ایک رات انہوں نے اپنے پیرو مرہی کو خواب میں دیکھا کہ وہ حال دریافت فرما رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! کلام پاک یاد نہیں ہوتا اس سے بہت زیادہ پریشان ہوں۔ حضرت پیر روشن ضمیر نے فرمایا کہ سو مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھو اس کی برکت سے تم کو حفظ ہو جائے گا۔ آپ نے اٹھ کر ایسا ہی کیا اور پورا کلام پاک یاد ہو گیا چنانچہ وہ دن اور رات میں پانچ مرتبہ ختم قرآن فرماتے تھے۔

احتسابِ نفس ایک رات حضرت خواجہ ابویوسف چشتیؒ نے اپنے نفس سے کہا کہ اگر آج کی رات تو میرے ساتھ موافقت کرے تو میں دو رکعت نماز میں ختم قرآن کروں لیکن نفس نے اس رات اس وجہ سے موافقت نہ کی کہ سیر ہو کر پانی پی لیا تھا۔ وہ دو رکعت ادا نہ ہو سکی۔ آپ نے اس کی سزا میں بیس سال تک اپنے نفس کو جی بھر کر پانی نہیں پینے دیا۔

برائے اعتکاف مکان کی تعمیر حضرت خواجہ ابویوسف چشتیؒ بچپن سے سال تک خولہ حاجی امکی اور خواجہ ابواسحاق شاقیؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہوتے رہے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ اعتکاف کے لئے اس جگہ ایک زیر زمین مکان بنا لیا جائے۔ لیکن زمین کی سختی کے باعث کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ آپ نے غیبی اشارہ پا کر کدال خود اٹھالیا اور چاشت سے نماز ظہر تک پورا کام مکمل کر دیا جو کہ آج تک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ بارہ برس تک آپ اس مقام پر قیام پذیر رہے۔ اور آپ کی مقبولیت اور شہرت اتنی زیادہ بڑھی کہ اکثر آپ وضو کرتے گم ہو جاتے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وضو مکمل کرتے۔ اسی دوران حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی وضع قطع روش اور حالات سے بہت زیادہ محفوظ ہوئے اور تحسین فرماتے ہوئے کہا کہ ہمیشہ چشتیوں کی یہی وضع اور روش رہی ہے۔

رجالِ غیب کی صحبت حضرت خواجہ ابویوسف چشتیؒ جس وقت اپنے حجرے میں آقامت گزیں ہوتے اس وقت وہ کیفِ مستی کے عالم میں ہوتے نہ۔ تو وہ گاؤں میں نکلتے نہ کسی آدمی سے ملتے جلتے۔ اس زمانے میں رجالِ غیب سے ان کی صحبت رہتی۔ اور جن درہری کا نجوم رہتا۔ کیونکہ بے شمار پریاں اور جن ان کے مرید تھے۔ اور وہ سب خدمت میں حاضر رہتے۔ ان میں دو نفر سانپ کی شکل میں حجرے کے دروازے پر پاسبانی کے لئے متعین رہتے۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ کی رحلت کے بعد بھی وہ دو سانپ دروازے کے باہر متعین رہتے اور جو شخص حسن اعتقاد کے ساتھ اس جگہ زیارت کے لئے آتا اسے آنے دیتے۔ اور جس کی نیت اچھی نہ ہوتی اس پر حملہ کر دیتے اور حجرے میں گھسنے نہیں دیتے۔ کچھ مدت تک وہ سب

اسی طرح رہے پھر غائب ہو گئے۔

آپ کا وصال ۳ رجب المرجب ۵۹۳ھ میں ہوا۔ سیر الاقطاب کے مصنف **وقات** نے تاریخ وفات عارف کامل بودہ نکالی ہے۔



حضرت خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ

۱

حضرت خواجہ مودود چشتیؒ اپنے وقت کے یگانہ روزگار، صاحب اسرار، معدن انوار اور قدوة الاقطاب تھے۔ آپ کا لقب قطب الدین تھا۔ آپ اپنے معاصرین مشائخ میں بہت زیادہ مقبول اور اور محترم تھے۔ سب ان کے حلقہ گروش اور اوائل عمر ہی سے ان کی تعظیم و تکریم میں کوشاں تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر لوگ مستفیض ہوتے تھے آپ کا قول و فعل شریعت کے مطابق ہوتا تھا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے۔ صوفیا آپ کو شرف الاسلام والمسلمین شمع صوفیاں اور چراغ چشتیاں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کو خرقہ فقر و ارادت اپنے والد بزرگوار سید الاولیا ناصر الدین حضرت خواجہ ابویوسف چشتیؒ سے حاصل ہوا تھا۔ جیسا کہ آپ کے والد ماجد کے نسب نامہ سے ظاہر ہے۔ آپ صحیح النسب سادات میں سے تھے۔

روشن ضمیری | حضرت خواجہ مودود چشتیؒ نے ستانوے سال کی عمر پائی تھی۔ اور سات ہی برس کے سن میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ آپ فقرا اور مساکین کے ساتھ رہنا زیادہ پسند فرماتے اور نیا کپڑا کبھی نہیں پہنتے، آپ کو کشف قلوب، کشف قبور اور کشف ارواح حاصل تھا۔ آپ کے سامنے جو بھی آتا اکثر اس کے دل کی بات بیان فرما دیتے۔ کسی قبر سے گزرتے تو اس کی

حالت بتا دیتے۔ علم کی دولت اللہ تعالیٰ نے ایسی عطا فرمائی تھی کہ پندرہ سال کی عمر میں منہاج العارفین جیسی نادر روزگار کتاب اپنے خواجگان کی روش سے متعلق تصنیف فرمائی۔ چوبیس سال کی عمر میں جب آپ کے والد ماجد اور پیر روشن ضمیر کا وصال ہوا آپ ان کی جگہ سجادہ نشین ہوئے۔ یہ سلطان منجربن ملک شاہ سلجوقی کا عہد تھا۔

خروج و خلافت حضرت خواجہ موردِ حشتیؒ مرید ہونے کے بعد تیس سال تک خلوت نشین ہو کر عبادت و ریاضت شاقہ میں مشغول رہے۔ پانچ چھ روز پر افطار کرتے اور تیس برس تک رات کو خواب استراحت نہیں فرمایا۔ جب آپ کے والد ماجد نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز کر کے کبیل پہنایا تو فرمایا کہ اے مورد! یہ کبیل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ہے۔ اس کو دہی پہنے جو صاحب ریاضت ہو۔ اور چونکہ تم میں نیک بختی اور سعادت کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس لئے تمہیں دے رہا ہوں۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام کا سکھلایا ہوا اسم اعظم جو سینہ بہ سینہ چلا آ رہا تھا ان کو سکھلایا۔ اسم اعظم کے سکھلاتے ہی ان پر علم لدنی ظاہر ہو گیا یہاں تک کہ جو بھی آپ سے مرید ہوتا عرشِ شہت الشریٰ تک اس پر ظاہر ہو جاتا۔ اور جو آپ کی صحبت میں بیٹھا پاک خصال ہو جاتا۔ آپ کے تقریباً دو ہزار خلیفہ تھے اور مریدوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ جو بھی آپ کی خانقاہ میں تین روز قیام کرتا اپنی مراد کو پہنچتا۔ آپ کے فرزندوں اور مریدوں میں سے جس کو مشکل آپڑتی وہ آپ کو یاد کرتا اور اللہ اس کی مشکل آسان کر دیتا۔ بلکہ اب تک آپ کے خاندان میں یہ طریقہ رائج ہے۔

پچپن میں کرامت کا ظہور پچپن کے زمانے میں ایک دن حضرت خواجہ موردِ حشتیؒ اپنے مکتب خانہ جارہے تھے۔ موسم بہار تھا اور بے شمار لوگ سیلاب کا تماشہ دیکھنے کے لئے جارہے تھے۔ پانی سنگریزوں اور چٹانوں سے ٹکراتا شور کرتا ہوا بہ رہا تھا۔ اور ہزاروں لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ پانی کا بہاؤ اتنا تیز اور سخت تھا۔ کہ کسی کی ہمت اس سے گزرنے کی نہیں ہو رہی تھی۔ لوگ ایک دوسرے کو لٹکار رہے تھے۔ کہ بے کوئی جو اس کو پار کر جائے جیسا کہ بچوں

کی عادت ہوئی ہے۔ حضرت خواجہ نے ان سے فرمایا کہ میں اس کو عبور کر سکتا ہوں۔ لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا اسے خواجہ! اگر آپ اس کو عبور کر لیں تو ہم سب آپ کے مرید ہو جائیں گے۔ آپ کو جوش آ گیا۔ آپ نے جوتا بھی نہیں اتارا اور پلک مارنے میں صحیح سلامت ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر واپس چلے آئے اور لطف یہ کہ آپ کا جوتا بھی نہیں بھیگا۔ وہاں پر جتنے لوگ تھے یہ کرامت دیکھ کر سب آپ کے مرید ہو گئے۔

خواجہ مورد چشتی کو کرامت پوشیدہ رکھنے کی ہدایت

ایک مرتبہ حضرت خواجہ مورد چشتی اپنے مکتب خانہ

میں پڑھ رہے تھے۔ خشک سالی کے باعث اس زمانے میں عام طور پر لوگ تنگ دست تھے۔ مکتب کے ساتھیوں نے آپ سے کہا کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ ہم لوگوں کو کچھ کھانے کو ملے۔ آپ اپنا ہاتھ آستین میں لے گئے۔ اور باہر نکال کر کچھ پھینکا تو اتنی مٹھائیاں بکھر گئیں۔ کہ لوگ اس کو چنتے چنتے تھک گئے۔ یہ خبر باہر پھیلی تو لوگوں کا ہجوم ہونے لگا اور شور و غوغا سے ہنگامے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ آپ نے یہ دیکھ کر ہاتھ باہر نکال لیا اور سب مٹھائیاں ختم ہو گئیں۔ تمام حاضرین فوراً آپ کے مرید اور معتقد ہو گئے۔ یہ خبر جب آپ کے والد بزرگوار کو پہنچی تو آپ نے ان کو بلا کر سختی سے منع کیا۔ اور بہت ناراض ہوئے فرمایا کہ ہمارے خواجگان نے کرامت کو ہمیشہ چھپایا ہے۔ اور پوشیدہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ پھر تم کیوں ظاہر کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی روش کے خلاف تم چل پڑو اور پھر کل قیامت کے دن تمہیں شرمندہ ہونا پڑے۔ یوں آپ برابر فرمایا کرتے تھے کہ یہ لڑکا ایک دن قطب الاقطاب ہوگا اور یہی ہوا بھی۔

رجال غیب اور اجتہ کی حاضری

ایام طفلی میں ایک دن آپ شکار پارٹی کے ساتھ کسی سرائے کی طرف گئے۔ سرائے کے قریب پہنچے تو

آپ چپ چاپ اس کے اندر چلے گئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور دوسرے لوگ جو آپ کے ساتھ تھے شکار کرنے میں مشغول رہے۔ اس جگہ پر بارہ ہزار جن مقیم تھے جو حضرت شیخ ابوالحسن چشتی کے مرید

تھے۔ وہ لوگ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے۔ ان کے ہمراہی شکاری سب شکار سے فارغ ہو کر ایک جگہ جمع ہوئے تو حضرت خواجہ کو غائب پایا۔ تلاش کرتے ہوئے سوائے تک پہنچے تو دیکھا کہ حضرت خواجہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے چاروں طرف سبز لباس میں ملبوس رجالِ غیب اور جن بیٹھے ہوئے ہیں۔ کچھ زمین پر سر رکھے ہوئے ہیں اور کچھ آمدورفت کر رہے ہیں شکاریوں نے وہاں پہنچ کر جو کچھ شکار کیا تھا سامنے پیش کیا۔ ان جانوروں میں کچھ دودھ دینے والے جانور زندہ بھی تھے۔ آپ نے ان کو دودھ کا حکم دیا۔ لوگوں نے تعمیل حکم کیا اور کافی دودھ فراہم کر لیا۔ حالانکہ ان میں سے دودھ دینے کے لائق اس وقت کوئی نہ تھا۔ اس کرامت کی شہرت اتنی زیادہ ہوئی کہ لوگ جوق درجوق ہر طرف سے آکر مرید ہونے لگے۔ اور شکار میں جو لوگ ساتھ تھے وہ لوگ تو فوراً حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

حضرت خواجہ مودودِ چشتیؒ میں خلق و تواضعِ حد سے زیادہ تھا۔ جو ضرورت مند آپ کی خدمت میں آتا اس کو ہر قیمت پر راضی اور خوش کر کے واپس کرتے۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے سلام کرنے میں سبقت فرماتے اور اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ اپنے غلام اور لونڈی سے بھی یہی برتاؤ کرتے۔ ایک دن لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ اے حضرت بڑے چھوٹے ہر ایک کو پہلے ہی سلام کر دیتے ہیں اور تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آخر یہ کس طرح مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا دوستو! ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں جب اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچے تو خدا نے عزوجل نے انہیں پہلے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرمایا تھا۔ خود ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کسی کو دیکھتے اس کو پہلے سلام کرتے چنانچہ یہ آپ کا خاص معجزہ ہے۔ کہ سلام کرنے میں کوئی شخص بھی آپ سے سبقت نہ لے گیا۔ پھر میں کیوں نہ ایسا کروں جس کو خدا اور اس کے رسول نے پسند فرمایا ہو وہ تو میرے لئے فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ مودودِ چشتیؒ کو جب خانہ کعبہ کے طواف کی خواہش ہوتی تو وہ

زیارت کعبہ

چشمِ زدن میں وہاں پہنچ جاتے اور حج ادا کر کے واپس ہو جاتے۔ اگر کبھی آپ بیمار اور مضحل ہوتے تو رب العزت فرشتوں کو حکم دیتا کہ خانہ کعبہ کو ان کے سامنے کر دو اور پھر وہ طواف اور نماز سے فارغ ہو جاتے۔

حالتِ سماع میں خواجہ مودودِ چشتی کی کیفیت

حضرت خواجہ مودودِ چشتی کو سماع کا بہت زیادہ شوق تھا۔ اور وہ

اکثر مجلسِ سماع ترتیب دیتے جس میں علماء اور مشائخ بہت بڑی تعداد میں شریک ہوتے۔ اور چھوٹے بڑے سب کے لئے انواع و اقسام کے نفیس اور لذیذ کھانے مہیا کئے جاتے۔ مجلسِ سماع کا آغاز اور اختتام تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوتا۔ حضرت خواجہ سماع کے دوران کبھی اتنا روتے کہ سب پر گریہ طاری ہو جاتا۔ کبھی تبسم ہوتے تو روئے نور سرخ ہو جاتا۔ کبھی مستی کے عالم میں منہ سے کف جاری ہو جاتا اور اکثر لوگوں کے درمیان سے غائب ہو جاتے اور دیر کے بعد نمودار ہوتے۔ حاضرین میں سے ایک مرتبہ ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت! حالتِ سماع میں لوگوں کے درمیان سے آپ کے غائب ہو جانے میں کیا راز پوشیدہ ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ عزیزِ من! صاحبِ سماع محبوب کا نورانی لباس زیب تن کر لیتا ہے۔ اور سب سے بیگانہ ہو کر اس کے ساتھ بیگانہ ہو جاتا ہے اور محبوبِ حقیقی اپنی محبت کی کشش سے اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور اپنا لباس پہنا کر اسے اپنے ہی جیسا بنا لیتا ہے پھر وہ عام لوگوں کو کس طرح نظر آئے گا۔ جن کی آنکھیں نورِ معرفت سے روشن ہیں وہی اس مقام کو پا سکتے ہیں۔ سماع کے بارے میں میں تفصیل سے بیان بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اگر تشریح بھی اس کا بیان کروں تو لوگ مجھے دار پر کھینچ دیں گے۔ اور جب ہمارے پیروں نے سماع کے راز کو پوشیدہ رکھا ہے۔ تو پھر میں ایسا کم حوصلہ نہیں ہوں کہ اس کے راز کو پوشیدہ نہیں رکھوں اور فاش کر دوں۔

شیخ الاسلام اور خواجہ مودودِ چشتی حضرت خواجہ مودودِ چشتی کے والد بزرگوار کا جب وصال ہوا اور آپ ان کی جگہ پر سجادہ نشین ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر صرف چوبیس سال تھی۔ یہ خیر شیخ الاسلام حضرت شیخ احمد جام زمرہ فیل کو

پہنچی تو آپ نے فرمایا خواجہ مودود بڑے خاندان سے ہیں اور کمسن ہیں مجھ کو وہاں جانا چاہیے۔ تاکہ میں ان کی تربیت کر کے اپنے ہاتھ سے ان کو سجادہ پر بٹھاؤں اور اگر ایسا نہ کر سکا تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ سرزد ہو جائے جو اس عالی مرتبت خاندان کی خفت اور اہانت کا باعث ہو۔ چنانچہ اس بنا پر حضرت شیخ الاسلام جام سے چشت روانہ ہوئے۔ جب وہ ہرات تک پہنچے تو منافقین اور فتنہ پردازان مشورہ کر کے حضرت خواجہ کی خدمت میں آئے۔ اور کہا کہ حضرت شیخ احمد جام زندہ نیل آپ کے والد بزرگوار کی رحلت کی خبر پا کر اور آپ کو کمسن سمجھ کر آپ کی ولایت پر قبضہ کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ حضرت خواجہ یہ سن کر تھوڑی دیر مراقبہ میں رہے پھر فرمایا کہ تم لوگ بالکل غلط اور بے بنیاد بات کہہ رہے ہو۔ حضرت شیخ احمد جام خلوص و محبت کی بنا پر ہم لوگوں کی تقویت کے لئے آرہے ہیں۔ اسی درمیان میں جب لوگوں نے خبر دی کہ حضرت شیخ الاسلام زندہ نیل گئے ہیں۔ تو حضرت خواجہ ان کے استقبال کی تیاری فرمانے لگے۔ پھر منافقوں نے بھڑکایا کہ حضرت کا جانا مناسب نہیں ہے اور اگر آپ استقبال کے لئے جانا ضروری ہی سمجھتے ہیں تو پھر کافی آدمی اور ساز و سامان کے ساتھ تشریف لے جائیں۔

شیخ الاسلام کا استقبال حضرت خواجہ نے پھر ان کی باتوں پر دھیان نہیں دیا اور چار ہزار مریدین اور صوفیاء کے ساتھ جو اس وقت خدمتِ اقدس میں موجود تھے استقبال کے لئے آگے بڑھے۔ حضرت شیخ الاسلام کے ساتھیوں نے جب اتنا بڑا مجمع آنے دیکھا تو ان کو خبر دی۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ کوئی بوج نہیں ہے خواجہ مودود چشتی میرے استقبال کے لئے آرہے ہیں۔ اور یہ مجمع ان کے مریدوں اور صوفیاء کا ہے۔ بہر حال مارن اور سا فلان کے درمیان دریا تے ٹونک پر یہ دونوں بزرگ دیکھا ہوئے۔ دریا کے ایک طرف حضرت شیخ احمد جام زندہ نیل شیر پر سوار کھڑے تھے۔ اور دوسری طرف حضرت خواجہ چشت سے دیوار پر سوار ہو کر بہت بڑے مجمع کے ساتھ آئے تھے۔ آضر کار دریا کے ایک کنارے سے حضرت شیخ الاسلام نے آواز دی کہ دستو دریا عبور کر کے تم لوگ آتے ہو ہم لوگ آئیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا

کہ آپ اتنی دور سے میری خاطر سے تشریف لارہے ہیں۔ اب مناسب یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں پہلے میں ہی پہنچوں یہ فرمایا اور لسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر دیار سے کودے اور بجلی کی طرح دریا کے اس پار پہنچ کر بغل گیر ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلام نے یہ دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا خیال غلط تھا خواجہ مودود کا ملان روزگار میں سے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے میں ان کے دیدار سے شرف یاب ہوا پھر ایک ساتھ دونوں بیٹھ کر گفتگو فرماتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ غریب خانہ پر تشریف لے چلیں اور ہمارے خواجگان کی زیارت بھی کر لیں حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میرے آنے کا مقصد تم سے ملنا تھا۔ اور وہ مجھے بوجہ احسن میسر ہوا اور تمہارے خواجگان کی زیارت بھی مجھے اسی جگہ سے حاصل ہو رہی ہے۔ کیونکہ اولیائے کرام کی ارواح کا تصرف اور ان کی دلالت کا اثر ہر جگہ ہے۔ میں جس جگہ سے چاہوں ان لوگوں کی زیارت کر سکتا ہوں۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے چشت کی طرف رخ کر کے فاتحہ پڑھی اور واپس ہو گئے راستہ میں اپنے معتقد خواجہ علی حکیم کے گھر پر قیام فرمایا۔ حضرت خواجہ مودود چشتیؒ بھی کچھ دور آگے تک چھوڑنے کے خیال سے ساتھ تھے۔ اور وہ دونوں بزرگان صاحب اسرار تین روز تک اس جگہ ٹھہر کر سماع میں مشغول رہے۔ کچھ دیر پہلے حضرت شیخ الاسلام کے خادم نے آکر پوچھا کہ پڑاؤ کہاں ڈالاجائے حضرت شیخ نے فرمایا ٹھہر جاؤ ابھی ہم درمیش ہے۔ جب رات ہوئی تو پھر یہ دونوں بزرگوار سماع میں مشغول ہو گئے۔

منافقوں نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے حضرت خواجہؒ کے منع کرنے کے باوجود حضرت

شیخ الاسلام کے قتل کا منصوبہ

شیخ الاسلام کے قتل کا منصوبہ بنایا اور مسلح ہو کر مجلس میں گھس آئے کہ تیغ و خنجر سے حضرت شیخ کا کام تمام کر دیں۔ لیکن جیسے ہی ان منافقوں کی نظر ان بزرگوں پر پڑی وہ لوگ کاپننے لگے۔ حضرت خواجہؒ نے ان بزرگوں کی طرف غور سے دیکھا تو وہ لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور جب تک وہ دونوں بزرگوار سماع میں مشغول رہے منافقین بے ہوش اسی جگہ پڑے رہے مجلس سماع کے ختم ہونے کے بعد

حضرت شیخ الاسلام نے ان لوگوں کو دیکھا تو حضرت خواجہ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے! حضرت خواجہ نے تمام ماجرا شروع سے آخر تک کہہ سنایا۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ! امود و در! ان لوگوں نے جو کچھ کیا اس کی سزا خود پالی۔ اب ان لوگوں کا قصور معاف کر دینا چاہیے۔ حضرت

مناقضین کی پشیمانی

خواجہ نے جواب دیا کہ ان بدبختوں نے آپ کا قصور کیا ہے۔ کیا ہے۔ جب تک آپ ان لوگوں کو معاف نہ کریں گے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کا قصور معاف کیا تم بھی معاف کر دو۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جب آپ نے انہیں معاف کر دیا تو میں بھی معاف کرتا ہوں یہ جملہ کہتے ہی وہ سب اپنی اصلی حالت پر آگئے۔ اور دونوں بزرگوں کے قدموں پر گر کر پشیمان ہوئے اور اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ پھر حضرت شیخ الاسلام فاتحہ پڑھ کر اپنے دلالت جام کی طرف واپس ہو گئے۔ اور حضرت خواجہ چشت کی طرف روانہ ہوئے۔ رخصت ہونے کے وقت حضرت شیخ الاسلام نے حضرت خواجہ مود و در چشتی کو کھیل علم کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ بغیر علم کے درویشی بے معنی چیز ہے علم معرفت میں جتنا بھی کمال حاصل کر لیا جائے لیکن علم ظاہری کے بغیر کام نہیں چلتا۔ علم ظاہری اور باطنی دونوں کا حصول ضروری ہے۔ تاکہ ظاہر اور باطن یکساں ہو جائے۔ حضرت خواجہ نے اس نصیحت کا بہت زیادہ خیال رکھا اور چشت پہنچنے کے بعد اسی سال بلخ کا ارادہ کیا۔

حضرت خواجہ مود و در چشتی جب بلخ کے نزدیک پہنچے تو وہاں کے عوام جن میں امرا، مشائخ اور اکابرین وغیرہ بھی شامل تھے۔ ان کے

علمائے بلخ سے مباحثہ

استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور بہت عزت و احترام سے انہیں شہر میں لائے اور ان کی خدمت گزاروں میں مشغول ہو گئے۔ لیکن شہر کے علما کو حسب عادت جلن پیدا ہوئی۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ نواح چشت سے ایک شخص اپنے ہزاروں بدعتی مریدوں کو لے کر یہاں آ گیا ہے۔ خود تو سماع و سرود سنتا ہی ہے اب اس شہر کے لوگوں کو بھی درغلانا چاہتا ہے۔ ہم لوگوں کو اس کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ضروری ہے کہ اس کا امتحان لیا جائے۔ اگر اسے علم لدنی حاصل ہے اور انہی کرامت

کی نشانیاں ہم لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ تو خیر در نہ اسے الزام لگا کر شر بد کر دیا جائے۔ اس منصوبہ کے ساتھ جمعہ کے روز تقریباً چار سو علما اور مفتیان بلخ کی جامع مسجد میں جمع ہوئے۔ حضرت خواجہ بھی نماز جمودا کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد مخالفین کی جماعت حضرت خواجہ کے گرد جمع ہو گئی۔ اور مختلف علوم و فنون سے مشکل سوالات کی بوچھا کر دی۔ حضرت خواجہ نے ان کے ہر سوال کا کئی کئی طرح سے تشفی بخش اور مسکت جواب دیا یہاں تک کہ وہ سب عاجز آ گئے اور سخت شرمندہ ہوئے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ کسی طرح حضرت خواجہ علم میں بند نہیں ہو رہے ہیں تو پھر سماع کے اوپر اعتراض اٹھایا۔ اور کہا کہ سماع شریعت میں حرام ہے۔ اور آپ اتنے علم و فراست کے باوجود حرام چیز کو اپنے لئے حلال بنائے ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جب ہمارے پیران سلاسل نے جو علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے۔ اور کبھی کوئی فعل خلاف شرع نہیں کرتے تھے، سماع کو بدعت نہیں سمجھا بلکہ اس کے پابند رہنے۔ خاص کر حضرت ابراہیم بن ادھم قدس اللہ سرہ جو کہ تم لوگوں کے بھی شیخ اور مقتدا تھے اور تم لوگ ان کی ذات بابرکات پر ہمیشہ فخر کرتے ہو سماع سنتے رہے اور کبھی منع نہیں کیا۔ پھر ہم جو کہ ان کے مرید اور عقیدت مند ہیں اور ان کی پیروی کو فرض عین سمجھتے ہیں کس طرح سماع سے باز آجائیں۔

کرامات ان لوگوں نے کہا کہ اے شیخ! حضرت ابراہیم بن ادھم کا طین روزگار اور مجتہدین میں سے تھے۔ وہ سماع سنتے تھے۔ تو اکثر ہوا میں معلق رہ کر بھی لوگوں کو دکھلا دیتے تھے۔ اگر تم ان کی پیروی کرتے ہو تو تم بھی ان کی طرح ہوا میں اڑ کر دکھلاؤ۔ ابھی وہ لوگ بول ہی رہے تھے کہ حضرت خواجہ جمودا میں بلند ہوئے اور پرند کی طرح بجلی کی سی تیزی کے ساتھ..... ادھر ادھر پرواز کرنے لگے مجمع میں کھلبلی مچ گئی اور لوگ حیران و پریشان کھڑے رہے۔ یکایک آہستہ آہستہ آپ پھر نیچے اتر آئے۔ اس مجمع میں تقریباً دس ہزار آدمی تھے۔ جو سب کے سب آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے لیکن۔۔۔ وہ بدبخت مخالفین پھر بھی نہ مانے اور کہنے لگے کہ ایسا تو بہت سے کافر جوگی بھی کر دکھاتے ہیں ہمیں ان باتوں کا اعتبار نہیں ہم لوگوں کو کس طرح معلوم ہو کہ تم نے جو یہ فعل کیا ہے وہ رحمانی ہے یا

شیطانی! پھر مسجد کے دروازہ پر ایک بڑا سا پتھر تھا جس کو پانچمو آدمی بھی مل کر ہلا نہیں سکتے تھے۔ اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر اس کو اپنے پاس بلا کر اس سے گواہی دلو اور تو پھر ہم لوگ مان لیں گے۔ حضرت خواجہ نے اس پتھر کی طرف اشارہ کیا اور وہ یکایک حرکت میں آیا اور لڑھکتا ہوا نزدیک آ کر گواہی دینے لگا کہ اے مسلمانو! حضرت خواجہ مودود دلی اللہ ہیں۔ اور ان کا ہر قول و فعل شرع کے مطابق ہے۔ یہ سن کر ان مخالفین کے دل سے شبہات دور ہوئے اور حضرت خواجہ کے قدموں پر گر کر تائب ہوئے۔

بلخ سے بخارا کا سفر حضرت خواجہ مودود حشٹی بلخ سے نکل کر جب بخارا کی طرف چلے تو راستہ میں ایک دریا ملا جس پر سے لوگ کشتی کے ذریعہ پار ہو رہے

تھے۔ ملاح سب اجرت لے کر پار کر رہے تھے، حضرت خواجہ کے ساتھ بہت سے فقرا اور صوفیا تھے یہ لوگ دیر تک کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے جب حضرت خواجہ نے دیکھا کہ ملاح ان لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہے اور ان لوگوں کو سوار کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ تو پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور میروں کو اشارہ کیا کہ پیچھے پیچھے چلے آئیں اور پلک مارتے میں یہ لوگ سلامتی کے ساتھ دریا کو پار کر گئے۔ تمام لوگ اس واقعہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور حضرت خواجہ کے قدموں پر سر رکھ کر معافی طلب ہوئے۔ حضرت خواجہ مودود حشٹی بخارا پہنچ کر تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے۔ اور حضرت شیخ المشائخ شیخ نجم الدین عمر سے فقہ کی تکمیل کی۔ استاد کو اپنے شاگرد سے غیر معمولی الفت اور شفقت پیدا ہو گئی اور انہوں نے جن کے بادشاہ کو جوہی زمانہ میں ان سے پڑھ رہا تھا ان کا ہم سبق کر دیا اس کو اپنے ہم سبق خواجہ مودود حشٹی سے بہت گہری دوستی ہو گئی۔ چنانچہ اس دوستی کا اثر آج تک ان کے خاندان والوں کے ساتھ قائم ہے اور ان کے خاندان والوں کو کوئی جن ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ بخارا میں بھی حضرت خواجہ کو علمائے بخارا سے مناظرہ اور مباحثہ لاحق ہوا۔ اور وہ لوگ براہین قاطعہ سے بالآخر ان کے قائل اور معتقد ہوئے۔

مومن کی فراست

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ جو کہ عارفینِ کامل میں سے تھے بیان فرماتے ہیں کہ ایامِ عاشورہ میں ایک مرتبہ حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کی خدمت میں بہت کافی لوگ حاضر تھے۔ اور حضرت معرفت کی باتیں بیان فرما رہے تھے۔ یکا یک ایک جوان زہدوں کی سی صورت بنائے، غرقہ بدن پر ڈالے اور سجادہ لغل میں دبائے ایک کونے میں آکر بیٹھ گیا حضرت خواجہ کی نظر اس پر پڑی تو انہوں نے فرمایا کیا پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ وہ جوان اٹھ کر سامنے آیا اور پوچھا کہ اے خواجہ! حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مومن کی فراست یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے" تو اس حدیث کا راز کیا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا: راز یہ ہے کہ اس کا تار توڑو۔ اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان لا کر مومن ہو جاؤ۔ اس نے کہا نعوذ باللہ میرے پاس اور زنا رہو۔ حضرت خواجہ نے ایک خادم کی طرف اشارہ کیا کہ اٹھ کر اس کا غرقہ اتار دے۔ خادم نے جیسے ہی اس کا غرقہ اتارا اندر سے زنا نکل آیا۔ وہ بہت شرمندہ ہوا اور زار زار رونے لگا۔ پھر حضرت خواجہ کے قدموں پر گر کر سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔

حضرت شیخ ابی احمد

حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کے یوں تو تقریباً دس ہزار خلیفہ تھے لیکن ان میں سے گیارہ خلیفہ بہت کامل اور مخصوص تھے۔ اول شیخ ابی احمدؒ جو کہ آپ کے صاحبزادے بھی تھے اور اپنے والد کے وصال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ عوام پر حد درجہ شفقت اور مہربانی کی نظر رکھتے تھے۔ ایک رات آپ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ: "اے احمد! تم اگرچہ میرے مشتاق نہیں ہو لیکن میں تو ہوں" صبح ہوئی تو معمولی حالت اختیار کر کے کہ کوئی ان کو نہ پہچانے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ ارکان حج ادا کرنے کے بعد سیدھے مدینہ منورہ پہنچے اور مسلسل چھ ماہ تک مدینہ منورہ کی مجاورت اور رخا کر وہی کرتے رہے ان کی یہ مجاورت اور خدمت میں پابندی وہاں کے خدام کو گراں گزری۔ ان لوگوں نے ان کو ضرر پہنچانا چاہا تو روضہ اقدس سے صاف آواز آئی کہ ان کو دکھ نہ دو یہ میرے شیدا میوں میں سے

ہیں۔ پھر حضرت شیخ ابی احمد وہاں سے لوٹ کر بغداد پہنچے۔ اور شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سردری قدس اللہ سرہ العزیز کی خانقاہ میں وارد ہوئے۔ شیخ نے ان کی بڑی شفقت اور عزت سے پذیرائی کی۔

حضرت شیخ ابی احمد کی خلیفہ بغداد کو پند و نصائح کی بنا پر جو اس نے رات

کو دیکھا تھا اپنے یہاں مدعو کیا اور بہت عزت اور احترام سے ان کا خیر مقدم کیا۔ حضرت شیخ ابی احمد نے خلیفہ وقت کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ جب حضرت محل سے رخصت ہونے لگے تو خلیفہ نے نقد و جنس سے بہت کچھ تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ حضرت نے اس میں سے تھوڑا سا خلیفہ کی دلجوئی کے لئے اٹھالیا اور باہر آکر وہ سب بھی فقراء میں تقسیم کر دیا۔ پھر وہاں سے خراسان کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کی بیدائش ۷۵۰ھ اور وفات ۸۰۰ھ میں ہوئی۔

خواجہ مود و حشٹی کے خلقاء دوسرے خلیفہ قطب الزاہدین حضرت حاجی شیخ شریف زندنی ہیں جن سے سلسلہ عالیہ حشٹیہ جاری ہوا

شاہ سبحان کہ پہلے ان کو خواجہ سبحان کہتے تھے۔ ایک دن حضرت خواجہ مود و حشٹی کی زبان مبارک سے از روئے مہربانی شاہ سبحان نکل گیا۔ اس وقت سے یہ اسی خطاب سے مشہور ہو گئے۔ اور اپنے اس خطاب پر برابر نازاں رہے۔ علاوہ ان میں شیخ ابو نصیر شکیبائی دیار زاہد جو کہ مشائخ سیستان میں سے ہیں۔ شیخ حسین سیستی خواجہ سبز ہلوش آذربائیجان، شیخ عثمان رومی جو خرقہ بایزیدی سے سرفراز ہوئے تھے۔ اور صاحب دو سلسلہ تھے۔ شیخ احمد مدردن، خواجہ محمد شام اور خواجہ ابوالحسنی بالی ان کے مخصوص خلفاء میں سے تھے

وفات کے حالات حضرت خواجہ مود و حشٹی کی وفات کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ کئی روز علیل رہے۔ پھر جس روز آپ کا وصال ہوا اس

روز گھڑی گھڑی دروازے کی طرف دیکھتے تھے۔ جیسے کوئی کسی کا منتظر ہو۔ یکایک توراتی شکل والے

ایک بزرگ پاکیزہ لباس پہنے دروازے کی طرف سے ظاہر ہوئے اور حضرت خواجہ کو سلام کر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور ایک لیشمی کپڑے کا ٹکڑا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ بغل سے نکال کر پڑھایا حضرت خواجہ نے اس کو پڑھا اور آنکھوں سے لگایا اور پھر اپنے ماتک حقیقی سے جا ملے۔ لوگوں میں کھلبلی مچ گئی۔ نالہ و شیون کی آواز بلند ہوئی۔ اور بے شمار آدمی جمع ہو گئے۔ تجمیز و تکفین کے بعد جب لوگوں نے نعتش مبارک کو باہر نکالا کہ نماز جنازہ ادا کی جائے تو غیب سے ایک تیز آواز پیدا ہوئی لوگ ڈر کر ہٹ گئے۔ پھر رجاں غیب نمودار ہوئے اور نماز جنازہ ادا کی۔ اس کے بعد عوام نے جو ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے نماز جنازہ پڑھی۔ پھر اکابر علماء، مشائخ، صوفیا اور مریدوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ نماز پڑھنے کے بعد لوگوں نے جنازہ اٹھانا چاہا تو پھر ایک ہیبت ناک آواز بلند ہوئی۔ لوگ جنازہ کو چھوڑ کر ہٹ گئے۔ جنازہ خود بخود ہوا میں بلند ہوا اور چلا۔ نسلانق اس کے پیچھے چلی یہاں تک کہ جنازہ خود بخود اس جگہ پر آ کر رک گیا اور نیچے آ گیا جو مزار مقدس کے لئے منتخب کیا گیا تھا اور اسی جگہ نعتش پڑھی و خاک کی گئی۔ وہ جگہ آج تک زیارت گاہ خاص و عام ہے اور قیامت تک رہے گی۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر ہزاروں کفار مشرک بہ اسلام ہو گئے۔

یہ واقعہ یعنی آپ کا وصال ماہ رجب المرجب ۵۲۷ھ میں ہوا تھا۔ سیر الاقطاب کے مصنف نے تاریخ وصال آن حجت الاولیا بودہ نکالی ہے۔

وقات

حضرت شیخ حاجی شریف زندی قدس اللہ سرہ العزیز



حضرت قطب الزاہدین شیخ حاجی شریف زندی قدس اللہ سرہ العزیز مقتداۓ مشائخ وابدال و
 اوتاد تھے۔ آپ کا لقب نیرالدین تھا۔ اکثر علما وفضلا آپ کے خلوص دل سے عقیدت مند تھے
 صوفیا آپ کو عمدہ علما، زیدہ صلحا، متقی کابل، عابد عامل، بحر وفا، کان صفا، ملاذی الغریب والمساکین،
 رکن الملتہ والدین عالم علم غیب، فیض بار اور فضل گستر کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کو خرقہ
 فقر و ارادت حضرت خواجہ مودود چشتیؒ سے حاصل ہوا تھا۔ آپ نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی
 اور چودہ برس کے سن سے آخر وقت تک کبھی بے دھو نہیں رہے۔ ہمیشہ پیوند لگا کر کپڑا پہنتے، اور
 فقر وفاقہ کو پسند کرتے، جب آپ کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا اور فاقہ سے رہتے تو بہت خوش
 ہوتے اور سو سو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کرتے۔ آپ کا قول تھا کہ جب فقر وفاقہ انبیاء اور اولیا کا طریقہ
 رہا ہے پھر اگر بیچارہ حاجی کو یہ نعمت اللہ سے عطا ہوتی ہے۔ تو کیوں نہیں اس پر خوش ہو اور سجدہ شکر بجالائے
 فقرا کی تعظیم و تکریم میں قلوب حضرت شیخ حاجی شریف زندی کے پاس جب کوئی فقیر آتا تو آپ
 اس کی اتنی زیادہ تعظیم و تکریم کرتے کہ لوگ حیران رہ جاتے
 حدیث ہے کہ فقرا کے تلوے کی دھول آنکھوں پر ملتے اور فرماتے الی! فقرا غریبا اور مساکین کے طفیل میں بیچارہ حاجی

شرفی کو فقر پر ثابت قدم رکھا آپ ارادتناہ تو دنیا والوں کے ساتھ بات چیت کرتے اور نہ دولت مندوں کے گھر جاتے۔ ہمیشہ فقرا سے ملتے جلتے اور اپنے کو فقرا کا غلام کہتے۔ آپ فرماتے کہ اگر فقرا مجھے بیچ دیں تو میں راضی ہوں۔ حضرت شیخ حاجی شریف زندنی نے چالیس سال خلق خدا سے کنارہ کش ہو کر صحرا اختیار کر لیا تھا جب بھوک لگتی جنگل کا پھل کھا لیتے اور ریاضت و مجاہدہ میں ہمہ دم مشغول رہتے۔

صحرا نشینی

تین روز پر بے نمک کے سبزی پکا کر افطار کرتے۔ آپ کا چھوٹا اور پس خوردہ اگر کوئی کھا لیتا مجذب ہو جاتا تھے آپ جس پر نظر کرتے وہ درویش کامل ہو جاتا۔ اس دور کے اکثر درویش اور کاملین آپ کی خدمت میں رہنا باعث سعادت سمجھتے۔

آپ سماع کے شوقین تھے۔ اکثر حالت سماع میں گریہ وزاری فرماتے اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتے پھر جب منہ پر پانی ڈالا جاتا تو ہوش میں آتے۔

سماع میں بیہوشی

آپ کے شدت گریہ کے باعث حاضرین بھی زار زار رونے لگتے تھے آپ جب نماز پڑھتے ہوتے تو تن بدن کا ہوش نہ رہتا اور ذکر الہی میں مشغول ہوتے تو بے جان ہو جاتے لوگوں نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ حضرت آپ جب ذکر الہی میں مشغول ہوتے ہیں تو بے طاقت کیوں ہو جاتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ عاشق کو چاہئے کہ جب محبوب کا ذکر سے تو بیقرار ہو جائے اور آپ سے گزر جائے ورنہ وہ پھر کبھی اور انارطی عاشق ہے۔

حضرت شیخ حاجی شریف زندنی جب حضرت خواجہ مودود چشتی کی خدمت میں حلقہ اہدوت میں داخل ہونے کے ارادے سے آئے تو اپنا سر قدموں پر رکھ دیا۔ حضرت خواجہ نے سینہ سے

خلوت نشینی

لگا کر فرمایا کہ اے حاجی! تم نیک بخت ہو اللہ سے میں نے دعا مانگی ہے کہ تم میرے قائم مقام ہو اور لوگوں سے بیعت نہ کرو، جو تمہارا مرید ہوگا وہ اللہ کی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ اس وقت تم جا کر پہلے خلوت نشین ہو جاؤ حضرت شیخ حاجی شریف زندنی نے تعمیل حکم میں خلوت نشینی اختیار کر لی پھر کچھ دنوں کے بعد عرض کیا کہ حضرت خلوت میں وہی بیٹھے جو مجموع ہو اور غلام تو اس لائق نہیں مگر ہاں جب پیر و سنگیر کی نظر توجہ اس نادر مبدول ہوگی تو پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ حضرت خواجہ مودود چشتی نے ان کی طرف نظر التفات مبدول کی اور اہم غلام جو سینہ بہ سینہ چلا آ رہا تھا ان کو سکھلایا اور پھر اسی لمحہ علم لدنی ان پر منکشف ہو گیا۔ اور تمام دینی علوم سے آگاہی ہو گئی۔

خرقہ و خلافت

پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اے حاجی شریف! جو شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے پیروں کی جگہ پر بیٹھے گا۔ وہ ہرگز جاہل نہیں رہے گا۔ علم لدنی اس پر عطا ہو جائے گا۔ اور اس کو غیب سے ہدایات ملتی رہیں گی۔ پھر خرقہ جو کہ کمبل کا تھا ان کو پہنا کر خلافت عطا کی اور اپنا قائم مقام بنایا۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ الہی حاجی شریف درویشی کے لائق ہے۔ کیونکہ وہ کسی وقت بھی تیری یاد سے غافل نہیں رہتا۔ غیب سے آواز آئی کہ حاجی ہمارا دوست ہے اور ہم اس سے راضی ہیں پھر جب حاجی شریف زندگی خلوت میں بیٹھ گئے۔ اور عبادت و ذکر الہی میں مشغول ہو گئے تو غیب سے آواز آئی کہ اے حاجی! یہ خرقہ تجھ کو مبارک ہو۔ اس کی برکت سے میں نے تجھ کو بخش دیا اور اپنے مقبول بندوں میں کیا حضرت شیخ حاجی شریف زندگی سماع کے شوقین تھے اور آپ کی مجلس سماع میں علماء اور مشائخ بھی شریک ہوتے تھے۔ اور علماء میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا آپ کی مجلس سماع میں جو شریک ہوتا تارک دنیا ہو جاتا۔

سماع کا شوق

حضرت شیخ حاجی شریف زندگی کے دیار میں فقرا میں سے ایک شخص رہتا تھا جس کی سات جواں لڑکیاں تھیں وہ فقر و فاقہ میں ہمیشہ مبتلا رہتا تھا اور اس کی وجہ سے بہت پریشان اور بے بس تھا۔ ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے عرض حال کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اے درویش! آج جتنی تکلیف اٹھاؤ گے۔ کل آرام پاؤ گے۔ اس نے عرض کی کہ حضرت! میری طرف خاص توجہ فرمائیے کہ میں اپنی جواں لڑکیوں سے سبکدوش ہوں۔ حضرت شیخ کے یہاں اس وقت کچھ موجود نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے فرمایا کہ آج جاؤ کل آنا۔ حضرت شیخ کے فرمانے کے مطابق وہ واپس ہو گیا واپسی میں اسے ایک آتش پرست ملا۔ اس نے پوچھا درویش! کیا حال ہے؟ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ میری سات جواں لڑکیاں ہیں اور سبکدوش ہونے کے لئے پاس میں ایک پیسہ بھی نہیں سخت عاجز اور بے بس ہو رہا ہوں۔ حضرت شیخ حاجی شریف کے پاس اپنی حالت بیان کرنے گیا تھا انہوں نے کل بلا یا ہے۔ نا امید جا رہا ہوں دیکھیں کیا صورت پیدا ہوتی ہے۔ اس نجومی نے کہا اے فقیر! حضرت شیخ تو خود ہی نادار ہیں۔ اور تم سے بھی زیادہ فقیر میں مبتلا ہیں وہ کیا تمہیں دیں گے اسی لئے انہوں نے

تم سے بہانہ کیا ہوگا۔ جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر سات برس تک میری خدمت گزارا قبول کریں اور جو میں کہوں اس کو بجالائیں۔ تو میں سات ہزار دینار ان کو دے سکتا ہوں، فقیر لوطا اور سارا باجر حضرت شیخ سے کہہ سنایا۔ حضرت شیخ نے تمام باتوں کو سن کر فرمایا سبحان اللہ! اس سے بہتر کیا ہوگا کہ میری سات سال کی خدمت گزارا کے بدلے کسی عزیز حاجت مند کی ضرورت پوری ہو جائے۔ پھر حضرت شیخ اس فقیر کو ساتھ لے ہوئے اس مجوسی کے پاس پہنچے اور جو کچھ اس مجوسی نے کہا اس کو قبول کر لیا۔ مجوسی نے قاضی شہر کے سامنے جا کر خط بندگی مان سے لکھوایا۔ اور سات ہزار دینار ان کو دے دیا حضرت خواجہ نے وہ سب دینار اس فقیر کو دے دیئے کر جا کر لڑکیوں کی شادی انجام دے۔ اور خود اس مجوسی کی خدمت گزارا کے لئے اس کے پاس ٹھہر گئے، اس مجوسی نے ان کے سپرد رات کی پاسبانی کی۔ اور حضرت شیخ مستعدی کے ساتھ اس کے حکم کی تعمیل میں لگ گئے خلیفہ ان کا معتقد تھا، اس کو جو یہ خبر معلوم ہوئی۔ اس نے فوراً سات ہزار دینار اور سات ہزار درہم حضرت خواجہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ اور کہلا بھیجا کہ سات ہزار دینار اس مجوسی کو دے کر اس سے نجات حاصل کریں اور سات ہزار درہم اپنی ضرورت پر خرچ فرمائیں۔ حضرت شیخ حاجی شریف زندنی نے وہ تمام دینار و درہم فقرا اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ اور کہا کہ میں نے سات سال تک اس مجوسی کی خدمت کرنے کا عہد کیا ہے وہ تو مجھے پورا کرنا ہی ہے۔

مجوسی کا قبولِ اسلام یہ خبر جب اس مجوسی کو ملی تو اس نے حضرت سے آکر پوچھا کہ اے شیخ جب

جب خلیفہ وقت نے آپ کی خلاصی کے لئے دینار و درہم بھیجا تو پھر آپ نے اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا۔ اپنی خلاصی کرا لیتے تاکہ اس کڑی خدمت کی تکلیف سے بچ جاتے۔ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ تم اس محنت اور تکلیف کی لذت اور قدر کو کیا جانو، میرا اللہ فقرا اور محنت کو پسند کرتا ہے اور میں اپنے خدا کو پسند کرتا ہوں پھر جس میں وہ راضی ہو اسی میں میرے لئے راحت ہے، اللہ دلجوئی کو پسند کرتا ہے۔ اور دلجوئی کرنے والوں کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ مجوسی حضرت شیخ کی باتوں سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور کہا کہ حضرت میں نے اپنی خوشی سے آپ کو آزاد کیا۔ آپ جائیے اور دلجمعی سے اپنے اللہ کے کاموں میں مشغول رہیے، حضرت شریف زندنی نے فرمایا کہ جب تو نے مجھ کو

آزاد کیا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ تجھ کو دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔ زبان مبارک سے اس جملہ کے نکلتے ہی وہ مجوسی اسلام کی طرف مائل ہو گیا اور فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کر سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ اور سب کچھ چھوڑ کر حضرت شیخ کی خدمت میں لگ گیا اور کچھ ہی دنوں میں حضرت کی تعلیم و تربیت سے شیخ کامل ہو گیا۔

ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں کچھ نقد بطور نذر لایا

دولت سے بے نیازی کی وجہ حضرت شیخ حاجی شریف زمینی نے اس سے فرمایا کہ درویشوں سے تمہیں کیا دشمنی ہے۔ جو اللہ کے دشمن کو میرے پاس لائے ہو۔ دنیا کو درویشوں نے ہمیشہ ٹھکرایا ہے اس شخص نے بہت اصرار کیا کہ اس میں سے کچھ ضرور قبول کر لیجئے۔ جب اس کا اصرار بہت زیادہ بڑھا تو آپ نے اس سے کہا کہ ذرا صحرا کی طرف دیکھو، اس نے اس طرف نظر کی تو دیکھا کہ خزانہ آبِ دریا کی طرح رواں ہے، وہ حیرت زدہ ہو کر قدموں پر گر پڑا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جس کے پاس غیبی خزانہ اس قدر موجود ہو اسے کسی کے لائے ہوئے سیم و زر کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

شیخ حاجی شریف کی قدیموسی کا صلہ سلطان سنجر کی وفات کے بعد کسی شخص نے اس کو خواب میں دیکھا۔ اس نے سلطان سنجر سے پوچھا کہ اللہ

تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اس نے کہا کہ جب میری نیکیاں اور برائیاں اللہ کے سامنے پیش کی گئیں تو برائی کا پلہ بہت بھاری تھا۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ مجھے دوزخ میں ڈال دیا جائے لیکن یکایک پھر فرمان باری ہوا کہ فلاں روز دمشق کی جامع مسجد میں اس بندے نے شیخ حاجی شریف زمینی کی قدیموسی کی تھی، اس کی خیر و برکت کی وجہ سے میں نے اسے بخش دیا

وفات آپ کا وصال ۱۰ ماہ رجب المرجب کو ہوا۔



حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز



حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز علوم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت میں امام عصر تھے۔ آپ کی کنیت ابی انور تھی۔ صوفیا آپ کو سید الاولیاء، حجت الاتقیاء، برگزیدہ پروردگار، صاحب کشف و کرامات اور بادشاہ عالم مشاہدات کے القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ خرقہ فقر و ارادت آپ کو حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ سے عطا ہوا تھا۔

آپ کی جائے پیدائش ہونے کا فخر نیشاپور کے ایک قصبہ ہارون کو حاصل ہے۔ آپ کا جو منظور نظر ہوا وہ صاحب کشف و کرامت دلی اللہ

مجاہدہ نفس و ریاضت

ہو گیا۔ آپ ستر برس تک مجاہدہ نفس اور ریاضت میں مشغول رہے اور اس درمیان میں سیر ہو کر نہ پانی پیا نہ کھانا کھایا اور نہ رات کو سوئے۔ چار پانچ فاقہ کے بعد تین لقمہ اور کبھی چار یا پانچ لقمے حلق سے فرد کر لیتے۔ روپے پیسے کو آپ نے کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انیسویں ہئے اس درویش پر جو رات کو سوئے اور دن کو سیر ہو کر کھانا کھائے، آپ مستجاب الدعوات تھے جو کچھ دعا مانگتے بارگاہ ایزدی سے قبول ہوتی۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے اور بہ دن اور رات کو ایک ایک ختم قرآن کر لیتے۔ آپ صاحب سماع تھے اور حالت سماع میں اتنا روتے کہ لوگوں کو تعجب ہوتا

کبھی کبھی نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ جب نماز میں مشغول ہوتے تو غیب سے آواز آتی کہ اے عثمانؒ میں نے تمہاری نماز کو پسند کیا اور قبول کیا۔ مجھ سے جو کچھ مانگنا چاہتے ہو

دعا کی قبولیت

مانگو تاکہ میں تمہیں دوں۔ حضرت خواجہؒ جب نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے الٰہی! میں تجھ سے تجھ ہی کو مانگتا ہوں آواز آتی اے عثمانؒ! میں نے تمہاری التماس قبول کی۔ اس کے علاوہ اور جو کچھ مانگنا ہے وہ بھی مانگو تاکہ میں وہ بھی تمہیں دوں۔ آپ فرماتے الٰہی! امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جو تیرے خطا کار ہیں ان کو معاف کر دو اور بخش دے، آواز آتی کہ تیس ہزار گنہگار ان امت محمدیہ کو میں نے تیری سفارش پر بخش دیا۔ حضرت خواجہؒ ہر نماز کے بعد یہی دعا فرماتے اور ہر بار ان کو یہی جواب ملتا۔ اللہ جانتا ہے کس قدر گنہگار ان امت محمدیہ کو ان کی دعا کی وجہ سے بخشائش ہوئی۔

المام ربانی کے بعد جب خواجہ عثمان ہارونیؒ حضرت شیخ حاجی شریف زبیدی کی خدمت میں پہنچے تو ان کے قدموں پر سر رکھ کر حلقہ ارادت اور ملازمت

عزقہ فقر و خلافت

میں شریک کر لینے کی ان سے درخواست کی، حضرت شیخ نے بڑی شفقت اور مہربانی سے قبول فرمایا اور کلاہ چہار تری کی ان کے سر پر رکھ کر بیعت کے لئے ہاتھ بٹھایا، پھر فرمایا کہ اے عثمان! تم نے جب کلاہ چہار تری کی سر پر رکھا ہے تو پھر لازم ہے کہ دنیا اور دنیا والوں سے علیحدگی اختیار کرو۔ حرص و ہوا کو چھوڑو، اور جو کچھ دل کے اس کے بزخلاف کرو، رات کو نہ سو اور ذکر الٰہی میں مشغول رہو، ہمارے پیروں نے فرمایا ہے کہ جو شخص کلاہ چہار تری کی سر پر رکھے، اس کو اللہ کے سوا ہر چیز سے دل ہٹالینا چاہیے کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کلاہ چہار تری کی سر پر رکھا فقر و فاقہ اختیار کیا اور

ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب پہنا تو انہوں نے بھی فقر و فاقہ اختیار کیا پھر ہمارے پیروں نے ان کی متابعت کی تم بھی ان لوگوں کی پیروی کرو تاکہ کل قیامت کے روز شرمندہ نہ ہو۔ ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھو اور تواضع و خلق اور انکساری اختیار کرو تاکہ درویشوں کے مقام تک پہنچ سکو۔ اور جو شخص یہ سب نہیں کرے گا وہ اس عزقہ کے لائق نہیں بلکہ یہ عزقہ پہننا اس پر حرام ہوگا۔ اسے درویش کی بجائے

ڈاکو سمجھنا چاہیے۔ اور ہمارے پیر اس سے بیزار ہوں گے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے اپنے پیر کی نصیحت دل سے قبول کی اور سخت قسم کی ریاضت اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ تیس برس کے بعد حضرت شیخ حاجی شریف زبیدیؒ نے ان کو اسمِ اعظم جو سینہ بسینہ چلا آ رہا تھا۔ سکھلا کر خلافت اور اجازت سے سرفراز فرمایا اور پھر حضرت خواجہ پر علمِ صوری و معنوی منکشف ہو گیا۔

مجوسیوں کا قبولِ اسلام اپنے پیر روشن ضمیر سے خرقہ اور خلافت... لینے کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ اقصائے ملک میں سیاحی کے لئے نکل گئے۔ ایک دن

ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں کے رہنے والے سب کے سب گہرے مجوس تھے اور آگ پوجتے تھے حضرت خواجہ ایک درخت کے نیچے مصلے بچھا کر نماز میں مشغول ہو گئے آپ کے خادم شیخ فخر الدین آگ لانے کے لئے اس گاؤں میں پہنچے کسی نے ان کو آگ نہیں دی۔ انہوں نے حضرت خواجہ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ تجھ بد وضو کر کے وہاں گئے، دیکھا کہ ایک پیر مغان اپنے سات سال کے بچے کو گود میں لئے بیٹھا ہے اور آگ کی پرستش کر رہا ہے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اسے پیر فرات! تم خدا سے عزوجل کی پرستش نہ کر کے غلط طور پر اس آگ کی کیوں پوجا کر رہے ہو۔ یہ آگ تو اس کی کمترین مخلوق ہے۔ آتش پرست نے کہا کہ ہمارے مذہب میں آگ عظیم ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ آگ کی پرستش میں تم نے اپنی ساری عمر گزار دی کیا یہ ممکن ہے کہ اپنا کوئی عضو اس میں ڈال دو اور وہ نہ جلے۔ آتش پرست نے کہا کہ آگ کی خاصیت جلانے کی ہے کس کی مجال ہے کہ انگلی اس میں ڈال دے اور جلنے سے بچالے حضرت خواجہ فوراً اس لڑکے کو لے کر آگ میں کود گئے۔ آگ گلزار ہو گئی۔ اور دونوں صحیح و سالم اس سے نکل آئے ان کے لباس کا ایک دھاگا بھی نہیں جلا۔ تمام مجوسی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جیسے ہی حضرت خواجہ آگ سے نکلے سب لوگ ان کے قدموں پر گر پڑے اور مشرف بہ اسلام ہوئے حضرت خواجہ نے ان لوگوں کے سردار کا اسلامی نام عبداللہ اور اس کے لڑکے کا جس کو آگ میں لے کر کودے تھے ابراہیم رکھا۔ پھر اڑھائی سال وہاں قیام کر کے اسلام اور اس کی تعلیمات سے ان کو باخبر کیا اور ان کی جماعت کو مستحکم بنایا

سماع پر اعتراض ایک مرتبہ حلیفہ وقت نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو سماع سے منع کیا۔ اور

کہا کہ اگر سماع جائز نہ ہوتا تو سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز سماع کو ترک نہیں فرماتے
 خلیفہ چونکہ سلسلہ سروردیہ سے تعلق رکھتا تھا اس لئے بعض علما اور فقہا خلیفہ کے ہم خیال تھے اور بعض حضرت
 خواجہ کے موافق تھے۔ آخر میں خلیفہ نے حکم دے دیا کہ جو کوئی سماع سننے اس کو وار پر چڑھا دیا جائے اور مجلس
 سماع میں گانے والے قوالوں کو قتل کر دیا جائے، حضرت خواجہ نے جب یہ ماجرا سنا تو فرمایا کہ سماع سر الرالی
 میں سے ایک راز ہے جس کا تعلق اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ ہے اس کو پوشیدہ نہیں رکھا جاسکتا
 کس کی مجال ہے کہ مجھ کو سماع سے روک دے میں تو خدائے عزوجل سے دعا گو اور امیدوار ہوں کہ قیامت
 تک ہمارے مریدان اور فرزندان سماع سنتے رہیں۔ اور کوئی شخص اہل سماع پر فتیاب نہ ہو سکے خلیفہ
 وقت سلسلہ سروردیہ میں مرید بنے اس لئے اس پر حرام ہو گا لیکن ہمارے پیروں نے سماع سنا ہے اگر
 میں اس سے توبہ کروں اور ان کی پیروی نہ کروں تو زبان کا سمجھا جاؤں گا۔

حضرت خواجہ کا یہ جواب جب خلیفہ کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت خواجہ
 عثمان ہارونیؒ کو بلوایا بھیجا کہ اگر برسر دربار علما سے مباحثہ کریں اگر علما سماع سے

قائل ہو جائیں تو میں اپنا حکم واپس لے لوں گا۔ دربان جب حضرت خواجہ کے پاس پہنچا تو آپ نے اسی وقت
 استخارہ کیا اور روانہ ہو گئے۔ اور خلیفہ کے دربار میں پہنچے، خلیفہ نے تمام متجربہ علما کو مباحثہ کے لئے جمع کیا تھا

حضرت خواجہ جیسے ہی دربار میں پہنچے خلیفہ پر ایک ہیبت طاری ہوئی اور وہ
 ادماں سے اٹھ کر کنارے چلا گیا۔ علما بھی حضرت خواجہ کے جمال اور جلال

کی تاب نہ لا کر لرزہ برانداز ہو گئے اور اپنا سارا علم بھول گئے۔ یہاں تک کہ حروف تنہی بھی یاد نہیں رہا پس پردہ
 خلیفہ نے بڑی ہیبت دلائی اور تحریریں ترغیب دلا کر ان کو تقویت دی لیکن ان کے منہ پر سرنگ گئی تھی، آخر

ان لوگوں نے خلیفہ سے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین ہم لوگوں کا سارا علم نسیاناً ہو گیا۔ اور ہم خواجہ عثمان ہارونیؒ
 کی صورت دیکھ کر سب کچھ بھول گئے، ہم لوگوں کو ان کے ساتھ مباحثہ کرنے کی طاقت نہیں ہے اور پھر

سارے علما اور فقہا حضرت خواجہ کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا کہ اے خواجہ ہم لوگوں کی کیا مجال ہے جو
 سماع کو حرام بتائیں، البتہ امیر المؤمنین چونکہ سروردی سلسلے میں مرید ہیں۔ اس لئے وہ سماع کے خلاف ہیں ہم

لوگوں کو اپنے اور اہل سماع کے صدقے میں معاف کر دیں اور ہم لوگوں پر رحم فرمائیں۔ ہم لوگوں نے اپنی ساری زندگی تحصیل علم میں صرف کی ہے۔ اور اس وقت بالکل کورے نظر آ رہے ہیں۔ ہمارا علم ہم لوگوں کو واپس کر دیں اور اسے سلب نہ کریں۔

سماع کے متعلق خواجہ عثمان ہارونی کی تشریح

حضرت خواجہ نے فرمایا ناوانو اتم، لوگ سماع کی قدر کیا جانو۔ سماع کیلئے اخوان کی شرط ضروری ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کو چونکہ اخوان کی فراہمی مشکل معلوم ہوئی اس لئے انہوں نے اسے ترک کر دیا، اگر وہ میرے زمانے میں ہوتے تو ہرگز سماع ترک نہ فرماتے۔ اور میرے لئے حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کا سماع ترک فرمانا حجت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ہمارے پیروں نے تو برابر سنا کسی نے بھی ترک نہیں کیا ہے۔ اور مجھے تو ان ہی لوگوں کی پیروی کرنا لازم ہے کیوں نہیں ان لوگوں کی تبعات کریں، علاوہ انہیں حضرت خواجہ شبلیؒ جو کہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ حضرت خواجہ ابی یوسف حشتیؒ کی مجلس سماع میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ اور حالت سماع میں نعمتوں سے مالا مال ہوتے فضل برکی نے بھی ایک مرتبہ حضرت ابوالواحد حشتیؒ کے زمانے میں سماع پر اعتراض کیا تھا۔ اور اس کی سزا بھگتنے کے بعد اس نے توبہ کی تھی، کیا تم لوگوں کو بھی حصول بلا کی تمنا ہے۔ اور چاہتے ہو کہ حشتیوں کے برہان ظاہر کئے جائیں۔ ان لوگوں نے بہت ہی آہ و زاری کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو گی جو لوگوں پر گزر رہی ہے۔ ہم لوگوں نے برہان حشتیہ کا کافی مزہ چکھ لیا خدا کے واسطے اب رحم فرمائیے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو ان لوگوں کے حال زار پر رحم کیا اور انہوں نے مہربانی کی نظر ان لوگوں پر ڈالتے ہوئے اللہ سے ان لوگوں کے لئے دعا فرمائی۔ بس فوراً چشم زدن میں جو علم سلب ہوا تھا وہ سب ان لوگوں کو واپس ہو گیا۔ پھر حضرت خواجہ کی توجہ خاص سے ان لوگوں پر عرش سے فرشتے تک روشن ہو گیا اور دل دنیا سے ٹوٹ گیا۔ ان لوگوں نے حضرت خواجہ کی خدمت اختیار کر لی اور کچھ ہی دنوں میں صاحب کمال ہو گئے۔ خلیفہ نے حضرت خواجہ کی یہ کرامت دیکھ کر فرمایا کہ میں ہرگز حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو سماع سے نہیں روکوں گا پھر حضرت خواجہ اپنے کا شانہ واپس ہوئے۔ قولوں کو طلب کر کے

دیکھ کر پاس بٹھایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غیب اور رازوں کو جاننے والا ہے لیکن وہ جس پر لطف و کرم فرماتا ہے اس کو بھی کچھ بتا دیتا ہے، پھر خادم کو حکم دیا کہ ان لوگوں کا ہاتھ دھلایا جائے۔ ہاتھ جب دھلایا گیا تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر آسمان کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک خوان کھانے والے کر نیچے ایک شخص کے سامنے رکھ دیا اور اسی طرح ہر مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ہاتھ آسمان کی طرف بڑھاتے اور ان میں سے ہر ایک نے جس جس مرغوب کھانے کا نام دل میں رکھا تھا وہی کھانا اس کے سامنے رکھ دیتے، سب کے سامنے جب اس کے دل میں رکھا ہوا مرغوب کھانا پہنچ گیا تو آپ نے ان سبھوں کو کھانے کا اشارہ فرمایا۔ ان لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور حضرت کی بزرگی اور کرامت کے قائل ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں نے عرض کی کہ اے حضرت! یہ تو ہم لوگوں نے جان لیا کہ اس وقت آپ جیسا بزرگ اس دنیا میں دوسرا کوئی نہیں لیکن یہ فرمائیے کہ اگر ہم لوگ مسلمان ہو جائیں تو آپ ہی کی طرح بزرگ کمال ہو سکتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں بے چارہ کس شمار میں ہوں اگر اس کا کرم ہو تو اس سے بزرگ نہ بڑے اور بزرگ ہو سکتے ہو، پھر وہ سب مسلمان ہو گئے۔ اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگے اور تھوڑی ہی مدت میں اولیائے کمال میں سے ہو گئے۔

مرید کیلئے دعا | سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بیان فرماتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ بھی حضرت پیر دستگیر کے مریدوں میں سے تھا۔ جب وہ مرا تو میں بھی اس کے جنازے کے ساتھ تھا اس کو قبر میں رکھ کر جب لوگ واپس ہو گئے تو میں اس کی قبر پر تھوڑی دیر ٹھہر گیا اور کچھ پڑھنے لگا اتنے میں قبر کے اندر عذاب کے فرشتے پہنچ گئے، ٹھیک اسی لمحہ میں نے اپنے حضرت پیر دستگیر کو دیکھا کہ وہ فرشتوں سے کہہ رہے ہیں کہ شیخ شخص میرا مرید ہے اس کو عذاب نہ دو فرشتے حضرت کے کہنے پر رک گئے اور واپس گئے اور پھر فوراً ہی لوٹے اور حضرت پیر دستگیر سے کہا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمہارا یہ مرید تمہارے خلاف ہو گیا تھا، حضرت خواجہ نے فرمایا یہ صحیح ہے کہ وہ میرے برخلاف چل رہا تھا لیکن وہ میرا دامن جو پکڑے ہوئے تھا، پھر اللہ کا فرمان ہوا کہ چھوڑ دو، اس کو عذاب نہ دو، یہ خواجہ عثمان کے مریدوں میں سے ہے میں نے اس کو خواجہ عثمان کی دوستی کی وجہ سے بخش دیا۔

وفات | حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے یہ چاچیل القدر خلیفہ تھے۔ ۱۱، حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجرئی شیخ نجم الدین صغریٰ (۳)، شیخ سعدی لنگوچی (۴)، اور شیخ محمد ترک قدس اللہ سرارہم — آپ کا وصال ۵ شوال کو ہوا

حضرت خواجہ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت خواجہ معین الدین حسن الحسینی السنجری چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کرامت و ریاضت میں معروف تھے صوفیا آپ کو اپنا سر تاج مانتے ہیں اور حجت الاولیا، صاحب اسرار، مبسط الوار مخزن المعرفة والحقیقت، چہرہ کشائے صور لاریبی اور سلطان العارفين جیسے القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ خرقہ فقر و ارادت آپ کو امام الاولیا حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز سے ملا تھا۔

ذوق سماع آپ کے قدم کی برکت سے ہندوستان میں اسلام کی روشنی اور اس کی تعلیم پھیلی۔ کفر و ضلالت کی تاریکی دور ہوئی۔ بستر برس تک آپ برابر با وضو رہے آپ جس پر نظر ڈال دیتے دلی کامل ہو جاتا اس لئے اکثر استغراق میں رہتے اور آنکھیں بند رکھتے صرف نماز کے وقت کھولتے تھے، آپ کی مہربانیوں سے فاسق تائب ہو جاتا، آپ حافظ قرآن اور صاحب سماع تھے، ہر دن اور رات کو ایک ایک بار ختم قرآن فرماتے اور ہر ختم قرآن کے بعد غیب سے آواز آتی کہ اے معین الدین! میں نے یہ ختم قرآن قبول کیا۔ آپ سماع کے شوقین تھے اور اکثر سماع سنتے۔ علما اور فقہا میں سے کسی نے بھی آپ کے سماع پر اعتراض نہیں کیا۔ آپ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ صبح کی نماز اکثر عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے شام کے وقت ایک مرتبہ انتقال برابر سوکھی روٹی پانی سے بھگو کر حلق سے فرو کر لیتے۔ پیوند لگا ہوا صاف کپڑا سپنتے، آپ کے حالات اور واقعات اکثر

کتب سیر مشائخ عظام میں منقول ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ابتدائی حالات آپ کا خاندان سمرستان کے اصل ساوات میں سے ہے۔ آپ کے والد بزرگوار خواجہ

غیاث الدین حسن الحسینی ہمت متقی اور پدینہ گار تھے آپ کی پیدائش صفاہاں میں اور

پرورش خراساں میں ہوئی پندرہ برس کی عمر میں آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ ترکہ پدری میں آپ کو ایک باغ

ملا تھا جس سے گزراوقات ہو جاتی تھی آپ زیادہ تر اسی باغ میں رہ کر عبادت الہی میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ

ایک روز حضرت ابراہیم قندوزی نام کے ایک مجذوب بزرگ کا اس باغ کے نزدیک سے گزر رہا تھا حضرت خواجہ کو

معلوم ہوا تو استقبال کے لئے آگے بڑھے اور قدمبوسی کر کے اپنے باغ میں لے آئے، دو طباق انگوڑا کا بھر کر آپ کی خدمت

میں پیش کیا۔ مجذوب کامل نے کھلی کا ایک کھٹا بغل سے نکال کر حضرت خواجہ کے منہ میں ڈال دیا۔ حضرت خواجہ اس

کنجارہ رکھلی کو فرو کر گئے، اسی وقت سے ولولہ محبت اور ذوق الہی آپ کے دل میں پیدا ہوا، اور دنیا اور

دنیاوی کاموں سے منہ موڑ کر جو کچھ تھا سب فقرا کو تقسیم کر دیا اور خود خراساں کی طرف روانہ ہو گئے خراساں پہنچ کر

تحصیل علوم دینی میں مشغول ہو گئے، وہاں قرآن حفظ کیا اور پھر وہاں سے مزید تعلیم کیلئے سمرقند روانہ ہوئے، سمرقند

میں بھی آپ کی دلی تسلی نہ ہو سکی اس لئے وہاں سے عراق پہنچے اور عراق سے عرب، پھر قصبہ ہارون اور آخر میں

بغداد پہنچ کر امام الاولیا حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی قدمبوسی سے شرف یاب ہوئے

خرقہ فقر و خلافت جس وقت آپ خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں پہنچے اس وقت بہت سے کابرونی

محفل میں حاضر تھے حضرت خواجہ عثمان ہارونی بہت شفقت اور مہربانی سے ہمیش

آئے اور دھنوکرنے کا حکم دیا جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی دھنوکرا چکے تو حضرت عثمان ہارونی نے دو رکعت

نماز اور پھر سورہ بقرہ پڑھنے کی ہدایت کی، پھر اکیس بار درود شریف پڑھنے کو کہا، اس کے بعد حضرت خواجہ کا ہاتھ

پکڑا اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ معین الدین! میں نے تمہیں خدا کے حوالہ کیا اور تم آج سے اسکے مقبول بندوں

میں ہوئے پھر چینی لیکر بال تراشے اور کلاہ چہار ترکہ اور گلیم خاصہ مرحمت فرمایا۔ پھر حکم دیا کہ ایک دن رات مجاہدہ کرو

اور ہزار بار سورہ اخلاص پڑھو تعیل حکم کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ سر اوپر اٹھاؤ

دیکھو کیا نظر آ رہا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا عرش سے تحت الشریٰ تک دیکھ رہا ہوں، پھر حکم ہوا کہ ہزار بار

دیکھو کیا نظر آ رہا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا عرش سے تحت الشریٰ تک دیکھ رہا ہوں، پھر حکم ہوا کہ ہزار بار

سورہ اخلاص پڑھو، تعمیل حکم کے بعد حاضر ہوئے تو حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ سر اوپر اٹھاؤ۔ دیکھو کیا نظر آ رہا ہے حضرت خواجہ نے فرمایا، حجاب عظمت تک دیکھ رہا ہوں پھر آنکھ بند کرنے کو کہا، آنکھ بند کر چکے تو فرمایا کھول دو اور دیکھو اب کیا نظر آ رہا ہے حضرت خواجہ نے جواب دیا بیسجدہ ہزار عالم دیکھ رہا ہوں۔ آخر میں فرمایا معین الدین تمہارا کام پورا ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں بیس برس تک سفر حضر جبکہ ساتھ رہے۔ اور پیر دستگیر جہاں جاتے جامعہ خواب خاصہ کو اٹھائے چلتے۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اپنے پیر دستگیر کے ساتھ مکہ معظمہ گئے۔ تو

حرمین کی زیارت

نادواں (پر نالہ) کے نیچے کھڑے حضرت پیر دستگیر نے اپنے مرید کے لئے دعا فرمائی غیب سے آواز آئی معین الدین میرا دست بنے میں نے اس کو اپنے مقبول اور برگزیدہ بندوں میں شامل کیا پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے اور اپنے مرید کو سلام کرنے کے لئے کہا حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے سلام کیا، روضہ منورہ سے جواب آیا وعلیک السلام یا قطب المشائخین وہاں سے فارغ ہو کر دونوں بغداد آئے، حضرت پیر دستگیر خود تو معتکف ہو گئے اور حضرت خواجہ کو اپنے خواجگان کی نعمت حوالہ کر کے سفر کے لئے رخصت فرمایا، حضرت پیر روشن ضمیر اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ میرا معین الدین محبوب الہی ہے۔ مجھ کو اس کی مریدی سے اور اس کے مریدوں سے فخر حاصل ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو سماع کا بہت ذوق تھا وہ اکثر سماع کی حالت میں بے خود ہو جاتے تھے

محفل سماع میں مشائخ کبار کی شرکت

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ کی محفل سماع میں اکثر علمائے متبحر مشائخ کبار جیسے حضرت شیخ شہاب الدین سروردی، شیخ محمد کرمانی، شیخ محمد صفایانی، مخدوم زادہ شیخ برہان الدین چشتی مولانا بہاد الدین بخاری، مولانا محمد بغدادی، خواجہ اجل سنجر، شیخ سیف الدین ماجوزی، شیخ احمد بن محمد صفہانی شیخ جلال تبریزی، شیخ احمد الدین کرمانی، شیخ احمد واحد شیخ برہان الدین غزنوی، خواجہ سلیمان اور عبد الرحمن قدس اللہ سرار ہم شریک ہو کر فیضیاب ہوتے تھے۔

مریدین کے لئے دعا | ایک دن حضرت خواجہ معین الدین چشتی حرم کعبہ میں مصروف عبادت تھے آواز آئی

کہ اے معین الدین! میں تجھ سے خوش ہوں میں نے تجھ کو بخش دیا جو کچھ تیری خواہش ہو مانگ تا کہ میں تجھ کو عطا کروں آپ نے دعا مانگی کہ الہی! معین الدین کے مریدوں کو بخش دینا، آواز آئی اے معین الدین! تو میرا مخصوص اور برگزیدہ بندہ ہے۔ تیرے تمام مریداں جو بھی تیرے شجرے میں شامل ہوں گے سب کو بخش دوں گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میرے مریدان اور مریدوں کے مریدان جنت میں قہر نہ رکھیں گے میں بہشت میں داخل نہیں ہوں گا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے باورچی خانہ میں روزانہ

مساکین و غریبوں کے خورد و نوش کا انتظام

اتنا کھانا پکاتا تھا کہ شہر کے تمام مساکین اور غریبوں کو کھا لیتے تھے۔ اور خادم جس کے حوالہ یہ خدمت تھی روزانہ خرچ کے لئے نقد لینے کو حاضر ہوتا تو آپ اپنے مصلیٰ کا ایک کونہ اٹھا دیتے بے شمار خزانہ ظاہر ہو جاتا آپ اس خادم سے فرماتے آج کے اخراجات مطبخ کے لئے جتنی رقم کی ضرورت ہو لے لے۔ وہ لنگر خانہ کے خرچ کے مطابق رقم لے لیتا اور کھانا پکوا کر غریبوں کو فقرا اور مساکین میں تقسیم کرتا۔

شہر بغداد میں سات آتش پرست تھے جو اپنی سخت ریاضت کی وجہ

آتش پرستوں کا قبول اسلام

سے خاص طور پر مشہور تھے چھ چھ ماہ پر ایک لقمہ کھاتے تھے، اس بنا پر بہت زیادہ لوگ ان کے معتقد تھے، ایک دن یہ ساتوں حضرت خواجہ کی ملاقات کے لئے آئے، حضرت خواجہ کی جیسے ہی ان پر نظر پڑی وہ سب میت سے کانپنے لگے، اور چہرے کا رنگ سیلا پڑ گیا۔ وہ بے اختیار قدموں پر گر پڑے، حضرت خواجہ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اے بے دینو! اللہ سے تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس کو چھوڑ کر دوسری شے کو پوجتے ہیں، ان لوگوں نے کہا اے خواجہ! ہم لوگ ڈر کر آگ کو پوجتے ہیں کہ شاید کل یہ ہم کو نہ جلائے حضرت خواجہ نے فرمایا احمق! جب تک خدا کی پرستش نہ کر دے آگ سے چھٹکارا نہیں پاسکتے، ان لوگوں نے کہا حضرت! آپ تو اللہ تعالیٰ کو پوجتے ہیں۔ اگر یہ آگ آپ کو نہ جلائے تو پھر ہم لوگ آپ کے آسمان والے خدا پر ایمان لے آئیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اللہ کا حکم ہو گا تو یہ آگ معین الدین کے جوتے کو بھی نہیں جلا سکتی آگ وہاں پر موجود تھی آپ نے اسی وقت اپنے جوتے اس میں ڈال دیئے اور فرمایا کہ اے آگ معین الدین کے

جوتے کی حفاظت کرنا۔ اسی وقت آگ ٹھنڈی ہو گئی اور غیب سے آواز آئی جس کو سب حاضرین نے سنا کہ آگ کی کیا مجال جو میرے دوست کے جوتے کو جلادے۔ ان آتش پرستوں کی جماعت حضرت کی بزرگی اور عظمت سے متاثر ہو کر فوراً مشرف بہ اسلام ہوئی اور ان لوگوں نے حضرت کی ملازمت اختیار کر لی اور پھر کچھ ہی مدت میں ادویاٹے کامل سے ہو گئے۔

فرمودات حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا کہ اللہ کو پہچاننے کی نشانی عوام سے دور بھاگنا اور معرفت کے بارے میں خاموش رہنا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب سے میں پیدا ہوا اسی وقت سے عاشق و معشوق اور عشق کو میں نے ایک ہی پایا۔ لوگوں نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ مرید کب تائب ہوتا ہے فرمایا کہ میں برس تک جب عذاب کا فرشتہ اس کے متعلق کوئی گناہ نہ لکھے، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات بعض اکابر متقدمین نے بھی لکھی ہے۔ اور اس کی وضاحت متاخرین علمائے صوفیہ نے یہ فرمائی ہے کہ توبہ استغفار بہر حال میں مرید کے لئے لازم ہے۔ کیونکہ گناہوں کی کتابت محض توبہ استغفار ہی کی وجہ سے رکی رہتی ہے ورنہ یہ بات نہیں کہ گناہ سرزد ہونے سے رک جاتے ہیں۔ اس لئے توبہ استغفار ہر وقت کرتے رہنا چاہیے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ حاجی خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔ اور عارف اپنے قلوب سے عرش اور حجابِ عظمت کے گرد طواف کرتے ہیں پھر فرمایا کہ ایک مدت تک میں نے خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا ہے۔ اب خانہ کعبہ میرے گرد طواف کرتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص عذاب و دوزخ سے محفوظ رہنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے سب عبادت اور اطاعت سے بہتر طاعت کرنا ضروری ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کونسی طاعت ہے حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ بے بسوں کی مدد کرنا۔ مجبوروں کی ضرورت پوری کرنا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھے گا۔ اول دریا جیسی سخاوت، دوم آفتاب جیسی شفقت، سوم زمین جیسی تواضع، عارفوں کے مرتبہ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ عارف لوگ جب اپنے مرتبہ پر پہنچتے ہیں تو تمام عالم اور جو کچھ اس میں ہے سب کو اپنی دوائیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔

حضرت توث الاعظم سے ملاقات حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو غوث الاعظم میر سید محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانیؒ سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی تھی ایک مرتبہ تو

اس وقت جب کہ حضرت خواجہؒ ابتدائے حال میں تھے حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے انہیں دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ شخص آگے چلکر مقتدائے مشائخ روزگار میں سے ہوگا اور بہت لوگ اس کے ذریعہ منزل پر پہنچیں گے، دوسری مرتبہ جب حضرت غوث الاعظم جیلان میں تھے اور کوہِ چوہی کے دامن میں ایک قطعہ زمین کا خرید کر اپنے فرزندوں کیلئے آباد کیا تھا۔ دونوں بزرگ اس جگہ بیٹھ کر گفتگو میں مشغول تھے، مٹھڑی دیر کے بعد حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ حضرت! کچھ خدا رسول کی باتیں بتائیے، حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ اللہ رسول کی بات کیلئے خلوت چاہیئے، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس میں دو رکاوٹیں ہیں ایک تو یہ کہ کہیں یہ بات میرے پیر دستگیر کے گوش مبارک میں نہ پہنچ جائے اور اس سے تقاضائے غیرت کے مطابق ان کو دکھ پہنچے اور میری بربادی کا باعث ہو، اور حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے پیر سے زیادہ باکمال کسی کو نہیں جانتا پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میں کوئی ایسی حرکت کروں جس سے حضرت پیر دستگیر کی ذات بابرکات میں کوئی کمی واقع ہو یا ان کی دلازاری کا باعث ہو۔ دوسرے اس جگہ سے ہٹ کر خلوت میں جانے کی ضرورت اس لئے بھی نہیں ہے کہ اگر حاضرین مجلس اہل میں تو پھر کلمہ حق کو ان کے سامنے نہ بیان کرتا ہرگز مناسب نہیں اور اگر وہ لوگ اہل نہیں ہیں تو پھر وہ کیا سمجھیں کہ حضرت غوث الاعظمؒ کیا فرما رہے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم اس تقریر کو سن کر خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا پھر حضرت خواجہؒ حضرت غوث الاعظم کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور جیلان میں کچھ روز مقیم رہ کر ایک حجرہ بنایا اور وہاں ایک چلہ تک معتکف رہے چنانچہ وہ حجرہ آج تک جیلان میں موجود ہے اور زیارت گاہ خاص عام بنا ہوا ہے ان دونوں بزرگوں میں آپس میں قرابت داری بھی تھی۔ رشتے میں حضرت خواجہؒ حضرت غوث الاعظم کے ماموں بھوتے تھے حضرت خواجہؒ کے تفصیلی حالات اکثر کتب سیر میں موجود ہیں اس لئے ان میں سے مزید اس جگہ ذکر کئے جاتے تھے ایک حاکم نے ایک شخص کو بے گناہ دار پر پہنچ دیا تھا مقتول کی ماں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خدمت میں آئی اس وقت حضرت خواجہؒ حضور فرما رہے تھے

اس عورت نے آتے ہی گریہ دزاری شروع کر دی کہ خدا کے لئے میری فریاد سن لیجئے۔ شہر کے حاکم نے ناحق میرے لڑکے کو پرچہ لیسوں کی رپورٹ پہنچانی دیدی ہے حضرت خواجہؒ نے متوجہ ہو کر اس کی فریاد کو غور سے سنا جب انہیں یقین ہو گیا کہ واقعہ بالکل صحیح ہے تو انہوں نے اپنا عصا ہاتھ میں لیا اور اپنے خدام اور مریدوں کے ساتھ روانہ ہو گئے، شہر شخص حیران اور سرسبز تھا کہ

دیکھتے پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے حضرت خواجہ سیدھے مقتول کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے اور دیر تک اس کی لاش کو دیکھتے رہے پھر اپنے عصا سے اس کی گردن کو چھو کر فرمایا کہ اے مظلوم! اگر تجھ کو بے قصور مارا گیا ہے تو اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا اور پھانسی کے تختے سے اتر جا۔ ان الفاظ کا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ مقتول زندہ و سلامت پھانسی کے تختے سے نیچے آ گیا جیسے حکم کا منتظر ہو اور فوراً حضرت کے قدموں پر گر گیا، پھر وہ اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا اور حضرت خواجہ یہاں سے اپنی مخالقاہ کو لوٹ گئے۔ پھر اپنے مریدوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بندہ کو اپنے خدائے عزوجل سے اتنا تعلق ضرور ہونا چاہیے کہ وہ جو کچھ درخواست کرے قبول ہو جائے۔ ورنہ وہ پھر درویش کمانے کے لائق نہیں ہے۔ اب کچھ حضرت خواجہ کے ہندوستان نشریف لانے، اجمیر کے راجہ، شادی دیو اور جیپال جوگی کے ساتھ گزرے واقعات اور ہندوستان میں حضرت کے دم قدم سے اسلام کے پھیلنے کا حال لکھا جائے گا، تاکہ حضرت کے قدرت تصرف ولایت اور کمال عظمت کا صحیح اندازہ دنیا والوں کو ہو سکے۔

خواجہ معین الدین چشتی کی طلبی حضرت خواجہ معین الدین چشتی جب اپنے پیروشن ضمیر نے نعمتیں حاصل کر چکے تو ان کی اجازت سے سفر پر روانہ ہو گئے اس وقت آپ کا سن

بادن برس تھا۔ آپ جس جگہ پہنچتے اکثر قبرستان میں قیام فرماتے اور جب وہاں آپ کی ذرا بھی شہرت ہوتی فوراً وہاں سے خاموشی کے ساتھ نکل جاتے، اسی طرح پھرتے پھرتے خانہ کعبہ پہنچے۔ کچھ روز وہاں ٹھہرے، پھر مدینہ منورہ جا کر روضہ قدس کی زیارت سے شرفیاب ہوئے اور وہیں آستانہ نبوی پر مقیم ہو گئے۔ ایک روز روضہ قدس سے آواز آئی کہ معین الدین کو بلاؤ، خدام نے معین الدین نام لیکر پکارنا شروع کیا کئی جگہ سے لبیک کی آواز آئی، خدام نے عرض کیا کہ کس معین الدین کی طلبی ہے یہاں تو معین الدین نام کے بہت لوگ حاضر ہیں پھر آواز آئی کہ معین الدین چشتی کو بلاؤ۔ خدام حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے پاس پہنچے تو ان کی عجب حالت تھی حضرت خواجہ گریاں و نالاں درود سلام پڑھتے ہوئے روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے آواز آئی کہ اے قطب المشائخ! اندر چلے آؤ۔ حضرت بے خود مدہم ہوش اندر گئے وہاں حضرت رسالت مآب کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے۔

ہندوستان جانے کا حکم حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ معین الدین تم میرے دین کے مطابق ہو لیکن تم کو نور ہندوستان جانا چاہیے وہاں اجمیر نام کا

ایک شہر ہے جہاں میرے فرزندوں میں سے یحسین نام کے ایک شخص نے جا کر جہاد کیا تھا اور اب وہ شہید ہو گئے ہیں اور وہ مقام پھر کفار کے قبضہ میں آ گیا ہے تمہارے دم قدم سے وہاں اسلام کا بول بالا ہو گا اور کافروں کو ذلت اور شکست نصیب ہو گی۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انار حضرت خواجہ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ اس میں دیکھو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تمہیں کس جگہ پر جانا ہے۔ حسب حضرت خواجہ نے انار میں دیکھا تو مشرق سے مغرب تک جو کچھ تھا سب ان کی نظروں کے سامنے آ گیا۔ شہر اجمیر اور اس کی پہاڑیاں صاف دکھائی دینے لگیں، وہاں سے وہ اپنے چالیس مریدوں کے ساتھ ہندوستان روانہ ہوئے۔ اجمیر کے راجہ کو ادھر منجھوں کے ذریعہ حضرت کی تشریف آوری کی خبر مل گئی تھی۔ اس نے جگہ جگہ اپنے عمال کو حکم دیا تھا کہ اس قیافہ کا کوئی درویش اس طرف سے گزرے اس کو ذرا ہلاک کر دیا جائے۔ حضرت خواجہ اپنے چالیس ساتھیوں کے ساتھ علانیہ سفر کر رہے تھے کوئی ان پر قابو نہ پاسکا یہاں تک کہ اجمیر پہنچ گئے اور شہر کے باہر درخت کے نیچے ایک میدان میں جہاں مہاراجہ کے اونٹ بیٹھے تھے اقامت گزیر ہوئے۔ ساربان نے درویشوں کی ایک جماعت کو وہاں پر بیٹھے دیکھا تو کہا کہ یہ جگہ تم لوگوں کے لئے نہیں ہے یہاں مہاراجہ کے اونٹ بیٹھے ہیں، درویشوں میں سے کسی نے بھی اس کی بات پر دھیان نہ دیا تو وہ سختی پر اتر آیا حضرت خواجہ نے وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے فرمایا کہ ہم لوگ اٹھ تو جاتے ہیں لیکن تمہارے اونٹ میں پر بیٹھے رہیں گے حضرت خواجہ وہاں سے روانہ ہو کر انا سا گروہ پر مقیم ہوئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ مہاراجہ کے اونٹ اس میدان میں بیٹھے تو پھر ساربان کی لاکھ کوشش پر وہاں سے نہیں اٹھے اور جم کر رہ گئے، انا سا گروہ کے بارے میں حضرت خواجہ کو لوگوں نے بتایا کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں میر سیاحین جنگ سوار جہاد کرنے کے دوران قیام پذیر ہوئے تھے، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اپنے بھائی کے ملک پر میں قابض ہو گیا، پھر بت خانوں کی طرف دیکھ کر جو بے شمار پھیلے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ انشا اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے جلد ہی میں ان سبھوں کو منہدم کر دوں گا۔ ان بت خانوں میں ایک بڑا بت خانہ بھی تھا۔ جہاں مہاراجہ اور تمام کفار پوجا کیا کرتے تھے اور اس بت خانہ کے انحرافات کے لئے بڑی بڑی جائیدادیں وقف تھیں۔ حضرت خواجہ کے وہاں مقیم ہونے کے بعد حلام روزانہ ایک گائے خرید کر لاتے اور ذبح کر کے کھا جاتے تھے یہاں تک کہ کفار کو اس کی خبر ہو گئی وہ لوگ غصہ میں آ گئے اور مشورہ کر کے تمام اسلحہ جات مسلح ہو کر حضرت پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت خواجہ اس وقت نماز میں مشغول تھے حلام نے مضطرب ہو کر ان کو تمام حالات سے باخبر کیا۔ حضرت خواجہ نے نماز

فارغ ہو کر ایک مٹھی خاک اٹھالی اور اس پر آیت الکرسی پڑھ کر کفار کے لشکر کی طرف پھینک دیا۔ وہ خاک جس جس پر پڑی بے حس و حرکت ہو کر گر پڑا اور معتوب الہی ہوا کافروں نے جب دیکھا کرتے زبردست اور کمال حریف سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے تو مجبور ہو کر اس بڑے بت خانہ میں گئے جہاں ایک لڑکھو متا تھا اور اسی سے فریادی اور مدد کے خواہندہ ہوئے۔

شادی دیو کا قصہ دیو نے کفار کی باتوں کو سن کر کہا کہ یہ درویش اپنے مذہب کا بہت بڑا صاحب کمال اور طاقتور انسان ہے۔ اس پر وائے جادو اور سحر کے ہم لوگ کسی طرح غالب نہیں آسکتے پھر ان لوگوں کو جادو سکھایا اور اپنی پیشوائی میں لے کر چلا۔ حضرت خواجہ کے نزدیک پہنچ کر سبھوں نے افسوں پڑھنا شروع کیا۔ مریدوں میں سے ایک نے حضرت خواجہ کو خبر دی کہ حضرت کفار سب دیو کی مدد لے کر پھر حملہ آور ہوئے ہیں اور دروہ کھڑے ہو کر افسوں پڑھ رہے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو ان کا باطل سحر ہم لوگوں پر ذرا بھی اثر انداز نہ ہو گا بلکہ اللہ نے چاہا تو ان کا دیوراہ راست پر آجائے گا۔ یہ کہہ کر وہ پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ کفار اور دیو جب حضرت کے قریب پہنچے تو ان کے پیسے چلنے کی طاقت اور زبان سے گویائی کی قوت سلب ہو گئی جہاں پر تھے وہیں پر بے حس و حرکت کھڑے ہو گئے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب حضرت نے ان لوگوں کی طرف نظر کی تو دیو جو ان لوگوں کا پیشوا تھا سمیت سے بید کی طرح کانپنے لگا اور بے تحاشا رام رام کی بجائے رحیم رحیم پکارنے لگا۔ کفار نے جو یہ رنگ دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر اس پر لعن طعن کرنے لگے۔ ان کے لعن طعن کرنے سے وہ اتنا زیادہ برہم ہو گیا کہ مگڑی پتھر جو بھی اس کو ملا اس سے ان کو مارنے لگا اور بہت سے کفار کو اس طرح مار ڈالا۔ اور باقی جو بچے جان بچا کر بھاگے۔ حضرت خواجہ خاموشی سے یہ دیکھ رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد اپنے خادم کے ہاتھ انہوں نے ایک پیالہ پانی اس کو بھیجا۔ یہ دیو نے خادم کے ہاتھ سے وہ پانی سے بھرا پیالہ لے لیا اور شوق سے پی گیا۔ اس کا پینا تھا کہ ساری کفر کی تار کی اس کے دل سے دور ہو گئی۔ اور وہ دوڑ کر حضرت کے قدموں پر گر گیا اور ایمان لے آیا اور بولا کہ حضرت آپ کا جمال دیکھ کر میں بہت شادماں ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا تو پھر میں نے اس مناسبت سے تمہارا نام شادی دیو رکھا۔ شکست خوردہ کفار وہاں سے بھاگ کر مہاراجہ کے پاس گئے اور سارا حال کہہ سنایا۔ اسی لمحہ ساربان نے بھی حاضر ہو کر اونٹ کے اپنی جگہ سے کسی طرح نہ اٹھنے کی خبر دی۔ مہاراجہ نے کہا کہ ایسے کامل درویشوں کو بھگانا آسان نہیں ان سے ہرگز بے ادبی سے پیش نہ آؤ۔ اور پھر ساربان سے مخاطب ہو کر کہا کہ اسی درویش کے پاس جا کر رزومنت کر۔ اور اپنی غلطی کی

معافی طلب کر سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں۔ ساربان نے حضرت کی خدمت میں آکر بہت آہ و زاری کی اور قصور کی معافی چاہی۔ حضرت خواجہ نے اس کو معاف کر دیا اور فرمایا کہ جاوید کھتیرے اونٹ کھڑے ہیں۔ ساربان نے واپس آکر دیکھا تو واقعی اس کے اونٹ سب کھڑے تھے۔ اس نے مہاراجہ سے آکر کل واقعات بیان کیے مہاراجہ بہت متحیر اور منزداد ہوا

ابھی میری کے نواح میں اجمے پال نامی ایک مشہور جوگی رہتا تھا جس کے طلسم اور جادو کی پورے ہندوستان میں شہرت تھی اس کے ایک بچے پانچ سو چیلے تھے ان میں سے سات سو

چیلے ماہر جادوگر تھے اور بقیہ بھی اپنے اپنے فن میں بڑے چالاک عیار اور کامل تھے۔ مہاراجہ کو اجمے پال جوگی سے بڑی عقیدت تھی۔ اس نے اس کو طلب کر کے تمام ماجرا سے آگاہ کیا۔ اور آخر میں اس کو انتقام لینے پر آمادہ کیا۔ جوگی نے مہاراجہ کو پوری طرح تسلی دی۔ اور دوسرے روز وہ مہاراجہ اپنے تمام چیلے اور شہریوں کے ساتھ حضرت کی طرف روانہ ہوا۔ خود اجمے پال جوگی ہرن کی کھال پر بیٹھا ہوا ہوا میں پرواز کر رہا تھا۔ حضرت خواجہ کو جب ان لوگوں کے آمد کی اطلاع ہوئی تو دھنوکہ کے خود نکلے اور اپنے چاروں طرف دو حط کھینچ کر حصار کر لیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو بہت دلائی۔ وہ بدبخت جوگی اپنے قافلہ کے ساتھ نزدیک پہنچ کر بہت کوشاں ہوا کہ جادو کی مدد سے دائرہ کے اندر قدم رکھوے لیکن اس کی طاقت سے یہ باہر تھا۔ اسی درمیان میں ان لوگوں نے دیکھا کہ شادی دیو دست لبتہ حضرت خواجہ کے سامنے کھڑا ہے۔ تو ان لوگوں نے بڑا شور و غوغا مچایا اس پر لعن طعن کی بوچھاڑ کر دی کہ تجھ پر راجہ نے اتنا خرچ کیا کہ وقت پر کام آئے گا لیکن تو نے بیوفائی کی اور مسلمانوں کے ساتھ مل گیا۔ شادی دیو صرف سنتا رہا اور اس کے مطابق اس طرف دھیان نہ دیا جادوگر سب اپنے کام میں اور عوام شور و غوغا میں مشغول تھے کہ حضرت خواجہ نے ان لوگوں سے کہا کہ کیوں ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ کہیں تم لوگوں کی شامت تو نہیں آئی ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ اپنے دیو کو طعن لعن کر رہے ہیں جو کہ آپ کے زیر اثر ہم لوگوں سے روگرداں ہو گیا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اگر اس کا دل تم لوگوں کی طرف راجب ہوگا۔ تو تم لوگوں کے بسلا نے پھلانے اور سلی دشمنی سے چلا جائے گا، ہمیں کیا عذر ہو سکتا ہے ان لوگوں نے لاکھ وعدہ وعید کیا بسلا یا پھسلا یا درغلا یا لیکن شادی دیوٹس سے مس نہیں ہوا پھر حضرت خواجہ نے شادی دیو کو پکارا تو وہ لیک کر دوڑا اور سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پیال لے اور انا ساگر حوض سے بھر کر لے آ۔ اور دیکھ پیالہ بھرنے کے وقت یا بددح یا بددح پڑھنا۔ شادی دیو پیالہ لے کر اللہ کا نام درو کرتے ہوئے

روانہ ہوا۔ اور حوض کے کنارے پہنچ کر جیسے ہی بدوح پڑھ کر اس نے پیالہ بھرنا چاہا، تمام حوض کا پانی اللہ کی قدرت سے اس میں سما گیا۔ گویا زمانے سے حوض میں پانی ہی نہ تھا۔ شادی دیو پانی سے بھرا ہوا پیالہ لے کر جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو کافروں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور جا دو سحر خوانی میں پورا زور لگایا یہاں تک کہ پہاڑیوں سے ہزاروں لاکھوں سانپ پیدا کر دیئے جو حضرت خواجہ کی طرف سر اٹھائے بڑھنے لگے۔ لیکن سب کے سب حصار کے دائرہ کے پاس آ کر رک گئے۔ اور اس میں داخل نہیں ہو سکے پھر حضرت خواجہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ان سانپوں کو بے جھجک پکڑ پکڑ کر پہاڑیوں پر پھینکیں، ساتھیوں نے ایسا ہی کیا، اللہ کی قدرت سے وہ سانپ جہاں جہاں پر گرتے تھے۔ وہاں پر زمین سے سایہ دار درخت نکل آتا تھا۔ پھر جا دو گروں نے آگ برسانا شروع کی۔ لیکن ایک چنگاری بھی دائرہ کے اندر نہیں گرتی تھی۔ بلکہ وہ آگ خود ان ہی لوگوں کی طرف لوٹ جاتی تھی یہاں تک کہ اجیپال اور اس کے تمام چیلے عاجز آ گئے۔

اجے پال جوگی کا انجام پھر جے پال راجہ سے خفیف ہو کر حضرت خواجہ کے نزدیک آیا اور بولا تم نے میرے شاگردوں کو شکست دے دی لیکن اب تم کو مجھ سے سابقہ ہے بہتر ہے کہ اپنی جان بچا کر چلے جاؤ ورنہ ابھی میں آسمان کی طرف پرواز کر کے اتنی آفتیں تم پر نازل کروں گا کہ تم تاب مقاومت نہ لا سکو گے اور تباہ ہو جاؤ گے۔ حضرت خواجہ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اس بخت کی خود ستائی اور لہن لہرائی دیکھ رہے ہو۔ کتاب عاجز آجاتا ہے تو بھونکنے لگتا ہے پھر اجیپال کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا۔

تو کارزمیں راز کو ساختی :- کہ با آسماں نیز پر داختی

آسمان پر تو بعد میں جانا ابھی زمین پر ہی تو نیپٹ لے۔ اجے پال غصہ میں... بہت سے سانپوں کو اپنے جسم کے چاروں طرف لپیٹ اور ہرن کی کھال پر بیلہ کر کے آسمان کی طرف اڑا اور دیکھتے دیکھتے نظر سے غائب ہو گیا۔ اسی وقت حضرت خواجہ نے اپنے تعلقین کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے تعلقین! اوپر جاؤ اور اس بد بخت کافر کے منہ پر اتنا مار کر اس کا چوہر نکل جائے اور وہ نیچے اتر آئے پھر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تعلقین کو آسمان کی طرف اڑا دیں۔ تعلقین کا اڑنا تھا کہ وہ ہوا میں بند ہو کر سیدھا اجیپال کے سر اور چہرے پر برسے لگا۔ جب طراق طراق اس کے سر اور چہرے پر جوتیاں پڑھنے لگیں تو وہ بوکھلا کر نیچے آ گیا اور شرمسار حضرت کے قدموں پر گر کر معافی مانگنے لگا۔

حضرت خواجہ نے اس کو تھوڑا پانی اس پیالے سے پینے کے لئے دیا اور اس کا
اجیپال جوگی کا قبول اسلام قصور معاف کر کے اس پر مہربانی کی نظر ڈالی۔ اجیپال نے جیسے ہی اس پیالے

کا پانی پیا کفر و شرک کی ضلالت اور تاریکی اس کے سینے سے دور ہو گئی۔ وہ اسی وقت کل طیبہ پڑھ کر صدق دل سحمان ہو گیا

حضرت خواجہ نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اجیپال! دل
اجیپال کی خواہش کی تکمیل میں اگر کوئی آرزو ہے تو بیان کر۔ اس نے دست بستہ حمد و ثنا کے بعد عرض

کیا کرے حضرت! اللہ والے اپنی ریاضت سے جو مقام حاصل کرتے ہیں مجھے اس مقام تک پہنچا دیجئے حضرت خواجہ نے فرمایا

کہ فقر کی صحبت میں رہنے کے بعد تمہیں وہ مقام حاصل ہو جائے گا۔ اجیپال نے پھر عرض کیا کہ حضرت! آپ کا فرمانا بجا ہے

لیکن میری تمنا ہے کہ اس مقام سے تھوڑا سا بھی اس وقت مشاہدہ کر لیں۔ حضرت خواجہ مراقبہ میں گئے تھوڑی دیر کے بعد

آنکھ کھول کر اجیپال کو دیکھا اس پر نظر کا ڈالنا تھا کہ وہ عالم ظاہر سے دور عالم باطن میں حضرت کے پاس پہنچ گیا اور

دیکھا کہ حضرت خواجہ آسمان کی طرف اڑے چلے جا رہے ہیں۔ اور وہ خود بھی ان کے پیچھے پیچھے اڑ رہا ہے اور دونوں

ایک طبق آسمان سے دوسرے پر دوسرے سے تیسرے پر جا رہے ہیں۔ اجیپال بھی پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ کسی آسمان سے

آگے بڑھنے پر فرشتے روکتے ہیں۔ تو وہ حضرت خواجہ سے فریاد کرنے لگتا ہے کہ حضرت! فرشتے میرا دامن نہیں چھوڑتے

حضرت مڑ کر دیکھتے ہیں تو غیب سے آواز آتی ہے کہ فرشتو! معین الدین کی دوستی کی وجہ سے اجیپال کو بھی چھوڑ دو

یہاں تک کہ دونوں ایک خاص مقام پر پہنچ گئے وہاں پیر فرشتوں کی جماعت جوق دہوق آکر تعظیم و تکریم بجالانے لگی

کہ حق جل و علی کے دوست معین الدین تشریف لائے ہیں۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ لے اجیپال! اس سے آگے

تم نہیں جا سکتے۔ تم میں ابھی اتنی صلاحیت نہیں پیدا ہوئی ہے بہتر ہے کہ اس جگہ سے لوٹ جاؤ۔ اجیپال نے کہا حضرت

کا جیسا حکم ہو۔ پھر حضرت خواجہ نے اس کو آنکھ بند کرنے کا حکم دیا۔ آنکھ بند کرنے کے بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں

تو اپنے کو حضرت خواجہ کے ساتھ اسی مقام پر کھڑا دیکھا، حضرت خواجہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیوں اجیپال!

تمہارے دل کی خواہش تو پوری ہو گئی نا؟ اس نے جواب دیا حضرت جو چاہتا تھا اس سے زیادہ ہی دیکھا، پھر

حضرت خواجہ نے فرمایا اور کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا حضرت! میں چاہتا ہوں کہ مجھے دائمی زندگی حاصل ہو حضرت خواجہ نے

تال فرمایا پھر مراقبہ میں گئے غیب سے آواز آئی کہ اے معین الدین! تم اجیپال کیلئے جو دعائیں مانگو گے قبول کروں گا۔ پھر

اجمیر کی وجہ تسمیہ اجمیر کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ اجیانام کا ایک راجہ جس کی حکومت حدودِ غزنی تک پھیلی ہوئی تھی اور میر مندی میں کوہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ راجہ نے یہاں پہاڑ پر قلعہ بنوایا تھا اس لئے اس جگہ کا نام اجمیر پڑ گیا، ہندوستان میں سب سے پہلے اجمیر ہی میں پہاڑ پر عمارت تعمیر ہوئی۔

بدویات کی سزا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار دہلوی بیان فرماتے ہیں میں عرصہ دراز تک اپنے پیروں کی خدمت میں رہا ہوں لیکن کبھی حضرت اقدس کو کسی پرنا رض ہوتے نہیں دیکھا سوائے ایک مرتبہ کے جب کہ حضرت خواجہ اپنے مرید شیخ علی کے ساتھ اپنے حجرے میں تھے ایک شخص آیا اور شیخ علی کو پکڑ کر سخت کلامی کرنے لگا کہ میرا کئی درہم فرض جو باقی ہے فوراً دو۔ حضرت نے بڑی نرمی سے اس کو بتایا کہ جہاں اتنا صبر کیا ہے وہاں کچھ دوا درموتج دو۔ لیکن وہ اکرٹا گیا۔ آخر حضرت خواجہ کو غصہ آگیا آپ نے اپنی چادر زمین پر بچھا دی۔ چادر کا بچھانا تھا کہ قدرت الہی سے وہ چادر درہم سے بھر گئی۔ پھر آپ نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اپنا بقایا اس میں سے لے لے۔ اس شخص کی نیت میں فتور آگیا اس نے اپنے بقایا سے زیادہ اٹھانا چاہا۔ فوراً اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ وہ گریاں و ترساں حضرت کے قدموں پر گر گیا۔ اور معافی مانگی کہ میں آئندہ سے کبھی گستاخی نہیں کروں گا اور نہ بد نیتی کروں گا میرا جو بقایا ہے وہ بھی اب مجھے نہیں چاہیے میں نے بخش دیا۔ حضرت خواجہ کو اس پر رحم آگیا اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی کہ خداوند! جب اس نے صدق دل سے توبہ کر لی ہے۔ اس کے ہاتھ کو شفا بخش۔ دعا فرماتے ہی اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا اور اس نے اپنی بقیہ زندگی حضرت کی خدمت میں گزاری۔

دشمن پر احسان ایک مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی آیا اور آدب بجالا کر ایک طرف بیٹھ گیا اور عرض کی کہ حضرت بہت عرصہ سے آپ کی قدیم بوسی کی تمنا تھی۔ اللہ کا شکر ہے یہ عظیم سعادت آج میرے

ہوئی جیسے ہی اس نے یہ جملہ کیا حضرت خواجہ نے اس کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور پھر ذرا توقف کے بعد فرمایا کہ اے آدمی! جس نیت سے تو آیا ہے۔ اس کو پورا کر۔ حضرت کی زباں مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی اس کے سارے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا وہ خوفزدہ ہو کر زمین پر گر گیا۔ اور بڑی عاجزی سے بولا کہ حضرت، فلاں شخص نے مجھ کو آپ کی بلاکت پر آمادہ کیا تھا جیسا کہ آپ پر دشمن ہے میں فلاں شخص کا مقرر کردہ ہوں میری ذرا بھی سعی یہودہ حرکت کرنے کی نیت نہ تھی۔ پھر بغل سے ایک چھری نکال کر رکھ دی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اے آدمی! کسی کا لڑنظا ہرمت کہ اب زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں۔ اس نے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور کہا میں سزا کا مستحق ہوں آپ حکم دیجئے کہ لوگ مجھے سزا دیں بلکہ مار ڈالیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے عزیز! ہم

لوگوں کی روش یہ ہے کہ جو ہم لوگوں کے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ اچھائی کریں اور تم نے تو اپنے جی سے میرے ساتھ برائی بھی نہیں کی یہ کہہ کر اس کا سر اپنے قدموں سے اٹھایا اور اس کے لئے دعا فرمائی کہ خداوند! اس شخص کو نیک توفیق عطا کر دے تاکہ اس کا دل بدل گیا اور اس نے حضرت کی ملازمت اختیار کر لی اور دیندار آدمی ہو گیا یہاں تک کہ پنتالیس حج کئے اور کعبہ ہی میں جان بحق ہوا، اس کی قبر مجاوران مکہ معظمہ کے قبرستان میں ہے۔

سلطان شمس الدین کے بارے میں پیشینگوئی

ایک دن حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت شیخ احمد الدین کرمانی اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سروردی قدس اللہ سرارہم کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ذکر الہی میں مشغول تھے، ایک ایک سلطان شمس الدین بیروکماں ہاتھ میں لئے ادھر سے گذرا حضرت خواجہ کی نظر اس پر پڑی تو آپ نے فوراً فرمایا کہ دستو! یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ ہونے والا ہے میں ابھی لوح پر لکھا دیکھا ہے۔ کجنگ یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ نہ ہو جائے دنیا سے نہیں جائے گا اور بالآخر یہی ہو گا کچھ ہی دنوں کے بعد سلطان ہو گا۔

خواجہ معین الدین چشتی کا عقد

حضرت خواجہ معین الدین چشتی شمس الدین کے عہد میں دو مرتبہ دہلی تشریف لے گئے پہلی مرتبہ دہلی سے اجمیر واپس جانے میں ہی آپ متاثر ہوئے اور وہ اس طرح کہ میر سید وجیہ الدین مشدی اجمیر کے حاکم تھے۔ بی بی عصمت نام کی ایک پاکیزہ لڑکی تھیں جو مکہ و سن بلوغ کو پہنچ گئی تھیں اس لئے ان کے والد شادی کی فکر میں تھے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ فرمادے ہیں کہ اے وجیہ الدین! حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اپنی لڑکی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی زوجیت میں دے دو۔ جب وہ بیدار ہوئے تو حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب کا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اگرچہ میں ضعیف ہو گیا ہوں لیکن جب سرور کائنات کا حکم ہے تو اس سے سرتابی کی کہاں مجال ہے پھر حضرت بی بی عصمت کو جو میر سید حسین خنگ سوار کی پھوپھی تھیں عقد نکاح کر کے گھر لے آئے۔ اس واقعہ کے سات سال بعد آپ کا وصال ہوا۔ اس حساب سے آپ کی عمر ستانوے سال ہوتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس واقعہ تاہل کے بعد سترہ برس آپ بقید حیات رہے۔ اس لحاظ سے آپ کی عمر ایک سو سات سال ہوتی ہے۔

عقد ثانی

آپ کے دوسرے عقد نکاح کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک رات آپ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ معین الدین تم میرے دین میں ہو تم کو میری سنت ترک نہیں کرنا چاہیے

اتفاقاً اسی رات حاکم قلعہ ٹیلی ملک عطاء نے کافروں پر حملہ کیا تھا جنگ میں راجہ کو شکست ہوئی اور اس کی لڑکی مقید ہو کر آئی۔ حاکم قلعہ ٹیلی نے وہ لڑکی حضرت خواجہ کی خدمت میں تحفہ پیش کی حضرت خواجہ نے اس کو قبول کر کے عقد نکاح میں لائے۔ اور بی بی امیرہ نام رکھا۔ ان ہی خاتون کے بطن سے بی بی حافظہ جمال پیدا ہوئیں جو بہت پاک و صالحین اور اپنے والد کی زیر تربیت عبادت و ریاضت کر کے بہت بلند مرتبہ پر پہنچیں آپ کا مرقہ منورہ حضرت خواجہ کے پائوں میں ہے۔ آپ کے شوہر شیخ رضی الدین بھی کالمین روزگار میں سے تھے۔ ان سے دو بیٹے عالم وجود میں آئے اور دو لڑکیاں بھی میں اللہ کو پیار سے ہوئے۔

خواجہ معین الدین حنبلی کا خاندان بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت بی بی حافظہ جمال آپ کی حقیقی بیٹی نہ تھیں بلکہ منہ بولی بیٹی تھیں یہ بالکل غلط ہے اسی طرح آپ کے فرزندوں کے بارے

میں بھی غلط روایتیں مشہور ہیں کہ آپ کے کوئی لڑکا نہ تھا حالانکہ تمام معتبر کتب میں بالخصوص درج ہے کہ آپ کے تین فرزند تھے اور ان کے اسمائے گرامی حضرت خواجہ ابوسعید حضرت خواجہ فخر الدین اور حضرت خواجہ حسام الدین تھے البتہ اس بارے میں کچھ اختلاف ہے کہ یہ تینوں صاحبزادے حضرت بی بی عصمت کے بطن سے تھے یا حضرت بی بی امیرہ کے بطن سے قدرۃ المحققین حضرت سید محمد گیسو دراز قدس اللہ سرہ اور ان کے ساتھ کچھ اور صوفیا کا بھی خیال ہے کہ یہ تینوں فرزند ان حضرت بی بی عصمت کے بطن سے تھے۔ اور بعض صوفیا کا خیال ہے کہ حضرت خواجہ ابوسعید حضرت بی بی عصمت سے تھے اور بقیہ دونوں حضرت بی بی امیرہ سے چنانچہ شیخ فرید میرہ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری اپنے جد بزرگوار کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ کے فرزندوں کی پیدائش کے بعد ایک روز انہوں نے میرے جد بزرگوار سے فرمایا کہ اے حمید الدین! جب میں جوان تھا اللہ سے جو کچھ مانگتا تھا فوراً مل جاتا تھا اور اب بڑھے اور صاحب اولاد ہو جانے کے بعد جو دعا کرتا ہوں اثر نہیں ہوتا۔ میرے جد بزرگوار نے عرض کیا کہ حضرت جیسے علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حضرت مریم علیہ السلام گرمی میں جاڑے کا میوہ بھی چاہتی تھیں تو وہ فوراً مل جاتا تھا لیکن حضرت جیسے علیہ السلام کی پیدائش کے بعد پھر یہ بات نہ رہی اور ان کو بھی حکم ہونے لگا کہ خرما کا درخت بلاؤ گی تو پھل ملے گا یعنی محنت کرو گی تو روزی ملے گی لیکن قدر و مرتبہ میں اپنے دوستوں کے اللہ کے فرق نہیں لاتا۔ اور ولایت پر تصرف ان لوگوں کا اسی طرح باقی رکھتا ہے۔ حضرت خواجہ نے یہ جواب سن کر پسند فرمایا اور کہا کہ ٹھیک کہتے ہو بات کچھ ایسی ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی کے صاحبزادوں کے حالات

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے صاحبزادے
حضرت فخر الدین بڑے صاحب عظمت بزرگ تھے

اور خواجہ کے بعد بیس سال زندہ رہے اور اجیر سے سولہ کوس دور قصبہ سردار میں جاں بحق ہوئے اور وہیں جوض کے نزدیک آپ کا مقبرہ بھی ہے۔ چھوٹے صاحبزادے حضرت خواجہ حسام الدین ابدالوں کی صحبت میں رہتے تھے اور آخر مفقود الخیر ہو گئے۔ حضرت خواجہ فخر الدین کے صاحبزادے یعنی حضرت معین الدین چشتی کے بنیرہ خواجہ حسام الدین سوختہ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے اور انہیں اپنے جد بزرگوار سے بہت کچھ ملا تھا۔ مرید ہونے سے پہلے وہ ریاضت اور مجاہدہ کی منزل سے کافی گذر چکے تھے۔ سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ کی صحبت میں وہ اکثر بیٹھے تھے۔ آپ کا مقبرہ قصبہ سانہر میں مغرب کے سمت ہے آپ کے فرزندوں میں سے ایک شیخ بایزید بھی گذرے ہیں جو کسفی ہی میں غائب ہو گئے تھے اور بہت زمانے کے بعد محمود خلجی بادشاہ کے عہد میں واپس آئے بادشاہ نے ان کو اجیر کی ریاست دی۔ کچھ عرصہ گزرنے پر بربنائے بغض و عناد لوگوں نے آپ کو حضرت خواجہ کی اولاد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ وقت کے پاس مقدمہ گیا۔ بادشاہ نے جملہ علما فضلا اور اکابر مشائخ کو جمع کر کے اس بارے میں رائے طلب کی۔ شیخ حسین ناگوری، مولانا رستم اور دوسرے اکابر مشائخ نے گواہی دی کہ یہی شیخ بایزید شیخ قیام الدین ابن خواجہ حسام الدین سوختہ ابن خواجہ فخر الدین ابن سلطان العارفين حضرت خواجہ معین الدین حسن الحسینی کے فرزندوں میں سے ہیں۔ اس کے بعد شیخ حسین ناگوری نے شیخ بایزید کے فرزندوں کے ساتھ رشتہ بھی قائم کیا اور لڑکی بیاہی۔

خواجہ معین الدین چشتی کی عنایت

ایک شخص شیخ فرید الدین شکر گنج قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت

خواجہ معین الدین چشتی نے چھ روٹیاں مجھ کو عنایت فرمائیں۔ اس کے بعد سے آج تک جس کو تقریباً ساٹھ سال کا عرصہ گزرتا ہے۔ وہ برابر مجھ کو مل رہا ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج نے فرمایا کہ یہ خواب نہیں ہے بلکہ فضل ربانی ہے حضرت خواجہ نے تجھ پر مہربانی فرمائی ہے کہ تو کبھی افلاس میں مبتلا نہ ہو۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا کہ اگر مرشد کامل کوئی بات کہے تو مرید کو چاہیے کہ اس کو فرموداتِ دل کے کان سے سنے اور اس پر پورا پورا عمل کرے۔ ریاضت اور مجاہدہ پر زور دے اور اپنے پیرانِ سلاسل

کی پیردی کیلئے جی جاں سے کوشش کرے چنانچہ ہمارے خواجگان رحمۃ اللہ علیہ جمعین نے چودہ مقام اختیار کئے ہیں اور ان کو اپنا دستور العمل بنا لیا ہے۔ اور اپنے کاموں کا مدار ان پر رکھا ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ قرب و کمال کی منزل تک پہنچ گئے۔ اول مقام ثانیان ہے کہ اس سے آدم علیہ السلام کے مقام کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے مقام عبدلہ کہ یہ ادریس علیہ السلام کا مقام ہے۔ تیسرے مقام زبداں جو بیچ علیہ السلام کا مقام ہے، چوتھے مقام راضیاں جو ابوبصیر علیہ السلام کا مقام ہے، پانچویں مقام قانعاں جو یقوب علیہ السلام کا مقام ہے۔ چھٹے مقام جاہلاں جو یونس علیہ السلام کا مقام ہے ساتویں مقام صدیقاں جو یوسف علیہ السلام کا مقام ہے، آٹھویں مقام متفکراں جو شعیب علیہ السلام کا مقام ہے گیارھویں مقام مسترشداں جو شیبث علیہ السلام کا مقام ہے۔ دسویں مقام صالحاں جو داؤد علیہ السلام کا مقام ہے۔ گیارھویں مقام فخلصاں جو یوحنا علیہ السلام کا مقام ہے۔ بارھویں مقام عارفاں جو حضرت علیہ السلام کا مقام ہے۔ تیرھویں مقام شاکراں جو ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے۔ چودھویں مقام محباں جو افضل الانبیاء ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے

اہل طریقت کیلئے دس شرائط حضرت خواجہ جمعین الدین چشتیؒ نے فرمایا ہے کہ اہل طریقت کیلئے دس شرائط ضروری ہیں۔ اول طلب حق دوسرے طلب مرشد کامل تیسرے ادب،

چوتھے رضا۔ پانچویں محبت و ترک فضول۔ چھٹے تقویٰ۔ ساتویں استقامت شریعت۔ آٹھویں کم کھانا اور کم سونا نویں لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔ دسویں نماز اور روزہ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اہل حقیقت کے لئے بھی دس چیزیں ضروری ہیں۔ اول یہ کہ معرفت میں کامل اور اللہ تک پہنچا ہوا ہو۔ دوم یہ کہ کسی شخص کو ضرر نہ پہنچائے اور نہ کسی کے بارے میں بری بات سوچے، سوم یہ کہ حق تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے اور لوگوں سے وہی بات کہے جس میں دنیا اور دین کا فائدہ ہو۔ چہارم تواضع، پنجم گوشہ نشینی، ششم یہ کہ ہر شخص کی عزت اور احترام کرے اور اپنے کو تمام سے لوگوں سے کمتر اور حقیر سمجھے، ہفتم رضا و تسلیم، ہشتم یہ کہ ہر رنج و مصیبت میں صبر و تحمل سے کام لے، نہم سوز و گداز اور عجز و نیاز، دہم قناعت و توکل

درویش اور عارف کی تعریف ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ عاشق بہ وقت عشق میں محو رہتا ہے کیونکہ اگر کھڑا ہے تو ذکر و دست میں اور اگر گھٹا ہے تو اس کی صیبت و عظمت میں منہمک ہے پھر آپ نے فرمایا کہ سالہا سال میں اس درگاہ میں طلب گار کی حیثیت سے کھڑا رہا لیکن حیرت مہیبت کے کچھ نہ بلا

البتہ جب حق جل و علیٰ کی قربت حاصل ہو گئی تو پھر کوئی دشواری نہ رہی۔ دنیا والوں کو میں نے دنیا میں مشغول رکھا اور آخرت والوں کو محجوب۔ اسی طرح مدعیوں کو دعویٰ میں اور ارباب تقویٰ کو تصوف میں ڈوبا ہوا۔ میں سمجھوں آگے نکل گیا۔ آپ کا قول تھا کہ عاشق وہ ہے کہ اگر صبح کی نماز ادا کرے تو دوسری صبح تک خیال دوست میں محو رہے۔ دل محبت کا آتش کدہ ہے کہ جو کچھ اس میں پڑے گا جل جائے گا اور بھسم ہو جائے گا کیونکہ محبت کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ درویش وہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے پاس ضرورت لے کر جائے تو محروم نہ لوٹے پھر عارف کے بارے میں فرمایا کہ عارف وہ ہے جو اپنا دل دونوں جہاں سے ہٹالے، اور لوگوں میں عارف تریں وہ ہے جو متحیر تر ہو۔ اور عالم غیب سے ہر لمحہ لاکھوں تجلیاں اس پر ظاہر ہوتی رہیں۔ اور ایک زمان میں کہی حال اس پر وارد ہوں۔ اور ایک سانس میں ایک قدم سے عرش سے گزرے تو دوسرے قدم سے اپنے مقام پر لوٹ آئے عارف کامل کی نظر ایسی ہونی چاہیے کہ جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اس کو دیکھ لے۔ عارف کی دوسری تعریف یہ ہے کہ عالم سلوک میں سوائے خدائے عزوجل کے کسی سے دوستی کا خواہشمند نہ ہو پھر فرمایا کہ عارف کے تین ارکان ہیں اول بیبیت، دوم تعظیم، سوم حیا۔ بیبیت وہ ہے کہ آدمی اپنے قصور پر شرمندہ ہو۔ تعظیم یہ ہے کہ ہمیشہ طاعت میں کوشاں رہے اور حیا یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی پر نظر نہ ڈالے۔

صادق کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ نہ تو اس کے ملک میں کوئی چیز ہو اور نہ وہ کسی چیز میں ہو متوکل کے بارے میں فرمایا کہ وہ نہ لوگوں سے مدد لیتا ہے نہ اس کو کسی سے شکایت ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ عاشق کون ہے آپ نے فرمایا جو عشق کی ابتدا میں فنا ہو جائے پھر لوگوں نے پوچھا کہ تجرید کیا ہے؟ فرمایا غیروں سے کٹ جانا اور دوست کے ساتھ مل جانا پھر فرمایا کہ جو شخص دوست کے قدموں پر جان دے دیتا ہے۔ وہ نجات کا گیند میدان سعادت سے نکال لے جاتا ہے۔ اپنے حال سے فانی اور مشاہدہ دوست میں باقی رہ جاتا ہے اللہ اس کے اعمال کا نگہبان ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے چودہ جلیل القدر طرفہ تھے خواجہ قطب الدین
خواجہ معین الدین چشتی کے خلقا

بختیار دشتی، خواجہ فخر الدین ابن خواجہ معین الدین چشتی، قاضی شیخ حمید الدین
 ناگوری، شیخ وجیب الدین، شیخ حمید الدین صوفی، شیخ برہان الدین عرف بدو، شیخ احمد، شیخ محسن، شیخ سلیمان غازی

شیخ شمس الدین، خواجہ حسن نجیاط، سالار مسعود غازی، اچھیال جوگی المعروف بہ عبداللہ اور بی بی حافظہ جمال قدر اللہ
 سہارنم۔ فقیر و مصنف سیر الاقطاب، سالار مسعود غازی کے خلیفہ ہونے کا مخالف ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں
 پہلے یہ کہ سالار مسعود ترک سپاہی تھے درویشی سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ دوسرے سلطان العارفین حضرت خواجہ
 معین الدین چشتی اور سالار مسعود غازی کے زمانے میں بہت بڑا فرق ہے۔ سالار مسعود ۳۲۳ھ میں شہید ہوئے اور
 حضرت خواجہ کا سال ۳۳۰ھ ہے لیکن چونکہ ملفوظات میں سالار مسعود کا نام آیا ہے اس لئے میں نے بھی لکھ دیا ہے
 جس رات کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا وصال ہوا۔ اس رات کو حضرت نماز عشاء ادا کرنے کے بعد
وقات حجرہ خاص میں چلے گئے، اور دروازہ کو اندر سے بند کر دیا۔ خدام رات بھر پیر کی آواز سنتے رہے جیسے
 جد آ رہا ہے، آخر رات میں آواز بند ہو گئی یہاں تک کہ صبح کی نماز کا وقت آ گیا۔ باہر سے خدام نے دستک دی
 درپکار لیکن جب جواب نہ ملا تو کسی طرح دروازہ کھولا گیا تب لوگوں نے دیکھا کہ حضرت رحلت فرما چکے ہیں۔
 جس رات کو آپ نے رحلت فرمائی کئی آدمیوں نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کو خواب میں
 دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ حق تعالیٰ کے دوست معین الدین آ رہے ہیں ان کے استقبال کیلئے آیا ہوں
 حضرت کے وصال فرمانے کے بعد آپ کی پیشانی پر حبیب اللہ مات فی حب اللہ غیب سے لکھا ہوا۔
 لوگوں نے دیکھا۔ وصال ۴ رجب المرجب ۳۳۰ھ میں ہوا۔ آپ کا سنہ وصال آفتاب ملک ہند نکلا ہے پہلے
 آپ کا مزار مبارک اینٹ کا تھا پھر پتھر کا بنایا گیا۔ قبر کے اوپر صندوق کی طرح بنا دیا گیا ہے۔



حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز



شجرہ نسب حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز امام ائمہ سرور عارفان تھے۔ صرفاً آپ کو سلطان الاولیاء، برہان الاتقیاء، شہرہ نشینہ معرفت، گوہر حقیقت پشت پناہ شرع مبیں، مقرب بارگاہ ربی، غوث الثقلین لاریب، دانائے اسرار غیب، معاون بیکیاں، دستگیر عاجزان، قرۃ العین حضرت مصطفیٰ و مرتضیٰ نور باصرہ ائمہ اثنا عشریہ اور معشوق الہی کے القاب سے مخاطب کرتے ہیں آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ شیخ عبدالقادر، ابن حضرت ابی صالح موسیٰ جلی، ابن، ابن، ابن، ابن، ابن حضرت سید عبداللہ، ابن حضرت سید یحییٰ زاہد، ابن حضرت سید محمد الرومی، ابن سید ولود الامیر، ابن حضرت سید موسیٰ ثانی، ابن حضرت سید عبداللہ المعروف بشیخ صالح، ابن حضرت سید ابو الحسن موسیٰ، ابن سید عبداللہ المحض، ابن حضرت سید حسن مثنی، ابن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ابن حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سید عبداللہ المحض کی والدہ ماجدہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت فاطمہ تھیں۔ حضرت غوث پاک عبدالقادر جیلانی کی والدہ ماجدہ بھی حسینی تھیں۔

غوث پاک کی وجہ تسمیہ حضرت غوث پاک کا لقب محی الدین تھا۔ اور اس لقب کا سبب خود حضرت نے ایک جگہ لکھا ہے کہ جبہ کو کچھ سیاح بغداد میں آتے تھے ایک مرتبہ میرے

قریب سے ایک نجیف البدن، کمزور اور زرد و سیمار گزرا اور مجھ کو مخاطب کر کے السلام علیک کہا۔ جب میں نے اسے سلام کا جواب دیا تو اس نے کہا میرے نزدیک آؤ میں اس کے قریب گیا، اس نے کہا مجھ کو سینے سے لگاؤ میں نے لگا لیا، سینے سے لگاتے ہی اس کا جسم تروتازہ، توانا، صورت بارونق، اور رنگ کھلتا ہوا خوشنما ہو گیا۔ میں دیکھ کر ڈر گیا۔ اس نے کہا مجھ کو پہچانتے ہو، میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں تمہارے جدِ مجد کا دین ہوں، ضعیف ہو گیا تھا۔ جیسا کہ ابھی تم نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ مجھ کو تروتازہ کیا اور دوبارہ زندگی بخشی۔ پھر میں اسے چھوڑ کر جامع مسجد چلا گیا۔ ایک شخص نے بڑھ کر جو تا میرے سامنے رکھا اور کہا اے شیخ محی الدین جب میں نے نماز پڑھ لی تو ہر طرف سے لوگوں کا ہجوم مجھ پر اٹھ پڑا اور لوگ عقیدت مندی سے میرے ہاتھ پیر چومنے لگے

حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی کا تصرف جن اور انس دونوں پر تھا چنانچہ جس طرح انسان آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوتے تھے۔ اسی طرح جو قور

اجنہ کی اطاعت

جو قور اجنہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے اور تائب ہوتے تھے۔ شیخ عبداللہ بغدادی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ فاطمہ نام کی ایک سولہ سالہ لڑکی کو ٹھٹھے پر سے غائب ہو گئی میں حضرت غوث پاک کی خدمت میں فریادی ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کرخ کے دیوانہ میں ایک جگہ بغدادی میں ہے۔ وہاں جا کر زمین پر دائرہ کھینچ کر بیٹھ جاؤ۔ دائرہ کھینچنے کے وقت بسم اللہ علی زینہ عبدالقادر پڑھ لینا۔ جب رات زیادہ تاریک ہو جائے گی تو جن کے گردہ تیرے پاس سے مختلف شکلوں میں گزرنے لگیں گے۔ تم ڈرنا نہیں۔ صبح کے قریب اجنہ کا بادشاہ لشکر کے ساتھ تمہارے پاس آکر پوچھے گا۔ تم کہنا کہ شیخ عبدالقادر نے مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور پھر لڑکی کا ماہرا اس سے کہہ سنانا۔ میں نے حضرت کے حکم کے مطابق کام کیا۔ جنوں کا گردہ در گردہ طرح طرح کی شکلوں میں اس طرف سے گزرنے لگا لیکن کوئی اس دائرہ کے قریب نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کا بادشاہ گھوڑے پر سوار جماعت کثیر کے ساتھ سامنے آیا اور دائرہ کے سامنے کھڑا ہو کر مجھ سے پوچھا تمہاری کیا غرض ہے میں نے کہا مجھے شیخ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ وہ یہ سن کر گھوڑے سے اتر پڑا۔ زمین کو چوم کر دائرہ کے باہر بیٹھ گیا اور پوچھا کس لئے بھیجا ہے میں نے لڑکی کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس نے فوراً اس دیو کو جو اس لڑکی کو لے گیا تھا حاضر کرنے کا حکم دیا۔ لڑکی کے ساتھ جنوں نے اس کو حاضر کیا۔ بادشاہ نے پوچھا تو نے اس لڑکی کو حضرت

غوث الاعظم کے رکاب سے کیوں اغوا کیا؟ اس نے کہا مجھ کو اچھی معلوم ہوئی تھی۔ فوراً حکم دیا کہ مجرم کو سزا دی جائے اور لڑکی اس آدمی کے حوالے کی جائے۔ لوگوں نے لڑکی مجھ کو دے دی۔

جیلانی کی وجہ تسمیہ حضرت غوث الاعظم کو جیلانی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت شہر جیل میں ہوئی تھی۔ اور یہ طبرستان کے نواح میں واقع ہے۔ اور اس کو جیلان اور گیلان بھی کہتے

ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وجہ کے کنارے بغداد سے ایک روز کی راہ پنویل نام کا ایک گاؤں واقع ہے اور بعض لوگ اسے ملٹن کے قریب بتاتے ہیں۔

خرقہ ارادت حضرت غوث پاکؒ کو روحانیت بلا واسطہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی تھی خرقہ ارادت آپ کو حضرت شیخ معروف کرمی قدس اللہ سرہ سے حضرت غوث پاک

کی تربیت حضرت شیخ جماد سے ہوئی جو حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت یافتہ تھے اور جنہلی مذہب رکھتے تھے اور فتویٰ امام شافعیؒ اور امام احمد جنبلؒ دونوں کے مطابق دیتے تھے۔ شیخ بقائی بن بطوفرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت غوث الاعظمؒ امام احمد جنبلؒ کے قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے میں نے دیکھا کہ امام احمد جنبلؒ نے قبر سے باہر نکل کر حضرت غوث الاعظمؒ کو سینے سے لگا لیا اور کہا اے عبدالقادر! علم شریعت، حقیقت اور طریقت میں مجھے تمہاری ضرورت ہے۔

حضرت غوث پاک کی والدہ ماجدہ حضرت غوث پاک کی والدہ ماجدہ کی کنیت ام الخیر اور لقب و نام امۃ الجبارہ فاطمہ بنت حضرت شیخ عبداللہ موسیٰ ہے،

حضرت شیخ عبدالرحمن جامی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ صومعی گیلان کے مشائخ کبار، مقدائے اولیائے زماں اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ جس وقت وہ غیظ و غضب میں آجاتے اللہ تعالیٰ ان کے مخالف سے فوراً انتقام لے لیتا جو چاہتے وہی ہو جاتا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی اکابر سائے عارفات و صالحات میں سے تھیں آپ صاحب کشف و کرامت بھی تھیں۔ حضرت غوث الاعظم کی ولادت جیلان میں ماہ رمضان المبارک کی پہلی شب کو ہوئی۔ سال ولادت بعض ۳۸۱ھ لکھتے ہیں اور بعض ۳۸۲ھ بتاتے ہیں۔

زمانہ طالب علمی آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب میرے فرزند عبدالقادر پیدا ہوئے تو اس رات کو

ابر کے باعث رمضان مبارک کا چاند ہمیں دیکھا جاسکا۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا آج میرے لڑکے نے دودھ نہیں پیا ہے آخر معلوم ہوا کہ اس روز رمضان تھا۔ حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں جب مجھے مندا آنے لگی تو میں آواز سنا کہ اے عبدالقادر تجھ کو سونے کیلئے میں نے نہیں پیدا کیا ہے۔ اور جب میں مکتب خانہ پنچتاؤ فرشتوں کو کہتے سنا کہ لڑکوں کو اٹھو غوث کو جگہ دو۔ حضرت غوث الاعظم اٹھارہ سال کی عمر میں جلیان بغداد آئے اور وہ ۳۸۸ھ تھا۔ بغداد پہنچ کر آپ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ پہلے قرأت قرآن میں مہارت حاصل کی۔ پھر فقہ حدیث اور دوسرے علوم دینی میں لیاقت حاصل کی۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنے معاصرین ممتاز اور ارفع ہو گئے۔ اسی سفر میں سامطہ ڈاکوؤں نے آپ کی عظمت سے متاثر ہو کر آپ کے سامنے توبہ کی تھی۔ اور آپ کے دست حق پرست پر مرید ہوئے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ تمام دینی علوم میں کامل اور ماہر ہو گئے تھے۔ اور وعظ کے وقت اکثر فرماتے کہ اے آسمان اور زمین کے رہنے والو! او میری باتیں سنو اور مجھ سے کچھ سیکھو کیونکہ میں نائب اور وارث رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور میرے دل پر حق سبحانہ تعالیٰ تجلی فرماتا ہے۔ تقریباً ستر ہزار نفوس آپ کی محفل میں شریک ہوتے تھے اور چار سو عقیدت مند آپ کی تقریر کو لکھتے رہتے تھے جس وقت مجلس وعظ منعقد ہوتی اور آپ وعظ فرماتے اس کے اثر سے حاضرین وجد اور ذوق میں آجاتے تھے۔ اور زمین آرمی جاں بحق ہو جاتے تھے۔

حلیہ مبارک اور لباس غنیہ الطالبین اور فتوح الغیب آپ کی تصنیفات میں ہیں۔ مختلف کتب معتبرہ میں آپ کے حلیہ مبارک میں لکھا ہے۔ کہ آپ نجیف الجبۃ، میانہ قد، چوڑا سینہ

کشادہ پیشانی گندمی رنگ اور پیوستہ ابرو رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپ کی آواز بلند تھی، لباس علما کا زیب تن فرماتے کبھی کبھی طیلساں بھی جسم پر رکھ لیتے تھے۔ بعض مرتبہ ایک اشرفی فی گز کا قیمتی کپڑا بھی آپ استعمال کر لیتے تھے آپ فرماتے تھے۔ کہ جب ہمیں کھلایا جاتا ہے تو کھا لیتے ہیں، پہنایا جاتا ہے تو پہن لیتے ہیں اور بولنے کا حکم ہوتا ہے تو بولتے ہیں اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں تحفہ لاتا تو آپ قبول فرما لیتے لیکن بادشاہوں کا تحفہ نہیں قبول کرتے۔ تحفہ لینے کے بعد فوراً حاضرین اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔

حضرت غوث پاک اور خلیفہ المستنجد باللہ ایک مرتبہ خلیفہ بغداد المستنجد باللہ نے آپ کی خدمت

میں حاضر ہو کر دس تھیلی اشرفی کی پیش کی۔ آپ نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں ہے جلیفہ نے بہت اصرار کیا تو آپ نے ایک ایک تھیلی دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر آپس میں ٹکرا دی۔ کرتے ہی تھیلی سے خون جاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابوالمظفر تمہیں خدا سے شرم نہیں آئی کہ عوام کا خون پخوڑ کر جمع کرتے ہو اور پھر میرے پاس آ کر بیٹھتے ہو جلیفہ بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا تو میں چھوڑ دیتا کہ یہ خون اس کے گھرنک بننا ہوا چلا جائے۔ حضرت غوث الاعظم کبھی کسی بادشاہ یا امیر کے گھر نہ جاتے نہ ان کے مندر پر بیٹھتے نہ ان لوگوں کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوتے، جلیفہ کو جب خط لکھتے تو اس طرح لکھتے کہ عبدالقادر آپ کو ایسا کتابے۔ عبدالقادر آپ کو ایسا حکم دیتا ہے جلیفہ کے پاس جب وہ نوشتہ پہنچتا تو وہ اسے آنکھوں سے لگاتا۔ چومتا اور سر پر رکھتا۔ آپ نے زیادہ خوش خلق، شرمیلا کریم اور مہربان کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ آپ نے کسی سائل کا سوال رد نہیں کیا۔ بیمار جب الہا کے علاج سے یوس ہو جاتے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ان پر ہاتھ پھیرتے، ہاتھ پھیرنے سے وہ شفا پا جاتا۔

چور کو ایدالی کا مرتبہ ایک مرتبہ آپ کے گھر ایک چور آیا۔ دروازہ کے اندر قدم رکھتے ہی اندھا ہو گیا۔ کچھ نلے جا سکا ٹھیک اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام پہنچے اور فرمایا اے ولی اللہ! ابدال میں سے ایک کا۔

ابھی انتقال ہو گیا ہے۔ ان کی جگہ پر جس کو آپ فرمائیں مقرر کر دیا جائے۔ حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ میرے گھر میں ایک شخص دل شکستہ پڑا ہوا ہے، اس کو لے جا کر اس جگہ پر ابدال مقرر کر دیجئے۔ حضرت خضر علیہ السلام اس کو گھر کے اندر سے سامنے لے آئے۔ آپ نے اس پر ایک نظر کی میا اثر ڈالی اور وہ ابدال کے مرتبہ پر پہنچ گیا۔ چونکہ آپ کے گھر میں معرفت اور محبت الہی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس لئے حضرت نے اس چور کو اسی دولت میں سے دے کر رخصت کیا اور مجرم نہ لوٹایا۔

اقطاب ابدال کی تقرری معزولی اقطاب و ابدال کی معزولی اور تقرری حضرت غوث الاعظم ہی کے حوالے تھی۔ آپ جس کو چاہتے معزول فرماتے اور جس کو چاہتے مقرر

فرماتے ایک مرتبہ کسی ابدال کا وصال ہوا۔ آپ نے ایک کافر کو قسطنطنیہ سے لاکر اس کے بال تراش کر محمد نام رکھا اور اپنی کلاہ مبارک اس کے سر پر رکھ کر ابدال کی جماعت میں داخل کر دیا۔

مردان غیب سے ایک ہوا میں اڑ کر جا رہا تھا۔ جب وہ بغداد کے اوپر سے گذرنے لگا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت شہر بغداد میں کوئی مرد کامل نہیں ہے۔ حضرت غوث الاعظم کو پتہ چل گیا۔ آپ نے اس کی ساری صلاحیت

سلب کر لی اور وہ ہوا سے نیچے آپ کے قدموں پر گرا۔ پھر حضرت شیخ علی بیہقی کی سفارش پر اس کا تصور آپ نے معاف کر دیا۔ آپ کا ہر عمل شریعت کے مطابق ہوتا تھا۔ اگر کسی کو وہ شرع شریف کے خلاف کرتے دیکھ لیتے تو اس کی صلاحیتیں سلب کر دیتے۔

اکابر مشائخ میں سے ایک شخص نے حضرت محضر علیہ السلام سے حضرت غوث الاعظم کے بارے میں پوچھا کہ حق تعالیٰ نے کسی ولی اللہ کو حضرت غوث الاعظم کے مقام سے زیادہ بلند نہیں کیا اور نہ اپنے شریعت محبت سے کسی کو چکھایا جہتیک کہ اس سے زیادہ خوشگوار حضرت غوث الاعظم کو نہ عطا کر لیا۔ حضرت محضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ عبدالقادر فروری جہان اور غوث و قطب اولیائے دہاں ہیں۔

اولیائے کرام میں غوث الاعظم کا مرتبہ ایک مرتبہ حضرت غوث الاعظم اپنے کاشانہ میں تشریف فرما تھے اور تقریباً ایک سو عام مشائخ بھی وہاں پر موجود تھے جن

میں شیخ علی بیہقی، شیخ بقائی بن بطو، شیخ ابوسعید قلیوی، شیخ ابوالنجیب سہروردی، شیخ چاکرو، شیخ نصیب البان موصلی، شیخ عزاز بطائی، شیخ منصور بطائی، شیخ جماد بن سلم، خواجہ یوسف بن ابوب بھدانی، جن سے نقشبندیہ سلسلہ چلا ہے، شیخ حقل منجی، شیخ عسی بن مسافر، شیخ علی بن وہب سجاری، شیخ موسیٰ، شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعی، شیخ عبدالرحمن طہر بونجی، شیخ علی مطرب، شیخ ماجد کردی، شیخ ابو محمد قاسم بھری، شیخ ابو عمر، شیخ عثمان بن مرزوق، شیخ حیات بن قیس حرانی، شیخ فرسلان دمشقی، شیخ ابوحکیم ابراہیم بن دینار، شیخ مکارم کبریٰ، شیخ صدقہ بغدادی، شیخ ضیاء الدین ابراہیم بن ابی عبداللہ، شیخ ابو عمر عثمان، شیخ ابوبکر بن عبدالحمید شیبانی، شیخ ابوالعباس، شیخ ابو محمد احمد بن علیسی، شیخ عبدالقادر بن حسن بغدادی، شیخ ابومسعود احمد بن ابی بکر عطارد، شیخ ابوالعلی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز، شیخ ابوالنسا محمود بن عثمان البقال، شیخ عباد، شیخ عبدالرحیم فناوی مغربی، شیخ ابو عمر، شیخ عثمان بن مروزہ، شیخ مکارم خالصی، شیخ خلیفہ بن موسیٰ نرملکی، شیخ ابوالحسن جوہقی، شیخ عبداللہ قریشی، شیخ ابوالبرکات بن صحرا موسیٰ، شیخ ابوسحاق ابراہیم بن علی اعرب اور شیخ غوث رضی اللہ عنہم اجمعین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت غوث الاعظم ممبر پر کھڑے ہو کر وعظ فرما رہے تھے۔ وعظ کے دوران آپ نے فرمایا کہ قد ہذا علی رقبۃ کل دلی اللہ ربیعنی میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے، حضرت شیخ علی بیہقی فوراً ممبر کے قریب آئے اور حضرت غوث پاک کا قدم مبارک اپنی گردن

پر رکھ لیا۔ پھر تمام اولیاء اللہ نے باری باری سے یہی کیا۔ شیخ ابوسعید فیومی فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت غوث پاک نے قدمی ہذا علی اذنیہ بحسب اولیاء اللہ فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ آپ کے دل پر تجلی فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ مقربین، اولیائے مقتدرین و متانہ بین سب اس جگہ پر موجود تھے اور سبھوں نے فراداً آپ کو خلعت پہنایا اور ملائکہ مقربین اور رجال غیب آپ کو اپنے جہوں میں لے ہوئے تھے۔ روئے زمین پر کوئی ولی باقی نہیں رہا جس نے آپ کا قدم اپنی گردن پر نہ رکھا ہو۔ عجم میں کسی بزرگ نے ایسا نہ کیا تو ان کی بزرگی سلب ہو گئی۔ ظاہر ہے اس طرح کا دعویٰ وہی کر سکتا ہے جسے حق تعالیٰ اور اس کے محبوب کی عنایت، مہربانی اور حمایت حاصل ہو۔

مشائخ کبار کی پیشین گوئی | ادا اٹل زمانے میں اکثر مشائخ کبار نے حضرت غوث پاک کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ اس عجمی جوان کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہو گا۔ بعض مشائخ

عظام نے سو سال پہلے ہی آپ کے بارے خبر دے دی تھی۔ چنانچہ شیخ ابی بکر طائفی قدس اللہ سرہ العزیز جو کراکرا کا شیخ متقدمین سے تھے۔ اور جنہوں نے بے واسطہ فرقہ ارادت حضرت ابو بکر صلیق سے لیا تھا فرماتے ہیں کہ اوقات عراق سات شخص میں حضرت شیخ معروف کرخی، امام احمد بن حنبل، شیخ بشیر حافی، شیخ منصور بن عمار، شیخ جنید بغدادی، شیخ سیل بن عبد الترس، اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، معشوق الہی رضی اللہ عنہم۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ حضرت ایہ شیخ عبدالقادر کون بزرگ ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک عجمی بزرگ ہیں جو کہ پانچویں صدی میں بغداد میں پیدا ہوئے۔

شیخ ابو محمد شہنکی جو کہ شیخ ابو بکر بھائی کے مرید تھے۔ اور عراق کے بلند مرتبہ مشائخ میں سے فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر کی وہ پاکیزہ ہستی ہے۔ کہ ان کے افعال و اقوال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بہتوں کو مرتبہ اعلیٰ تک پہنچا دیا۔ حضرت غوث الاعظم فرماتے تھے کہ ہر ولی نبی کے نقش قدم پر چلتا ہے اور میں اپنے جد منظر **اتباع رسول** | محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہوں۔

مشائخ کبار کی حاضری | حضرت شیخ شریف بن حقیہ حسینی موصلی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو بچتے سنا ہے۔ کہ تیرہ برس تک حضرت غوث الاعظم کی ملازمت میں رہنے کے دوران

میں نے کبھی کبھی کو ان پر بیٹھتے نہیں دیکھا۔ حضرت امام عبداللہ دینا فعی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکثر مشائخ نے اپنے سلسلے کو حضرت غوث الاعظم سے ملایا ہے اور قدوۃ العارفین خواجہ معین الدین چشتی اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین

سروردی اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے تھے۔

اولیائے کرام پر غوث الاعظم کی فضیلت کسی نے حضرت عقیل قدس سرہ کے سامنے ذکر کیا کہ بغداد میں ایک عجمی جوان شیخ عبدالقادر نام

کے ان دنوں بہت زیادہ مشہور ہیں آپ نے فرمایا کہ آسمان میں زمین سے بھی زیادہ مشہور ہیں شیخ ابوالعزیز مغربی قدس اللہ سرہ سے جو کہ جلیل القدر مشائخ میں سے تھے۔ ان کے ایک ساتھی نے کہا کہ میں بغداد جا رہا ہوں آپ نے فرمایا کہ وہاں پہنچ کر شیخ ابوالعزیز سے ضرور ملنا خدا کی قسم تمام عجم میں اس جیسا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ مشرق کی سرزمین ان پر فخر کرتی ہے ان کا علم و فضل دوسرے تمام اولیاء سے زیادہ ہے۔ اور جب ان سے ملاقات ہو تو میرا ان کا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ مجھ کو نہ بھولیں۔

ریاضت و عبادت حضرت غوث الاعظم پچیس سال عراق کے جنگلوں میں بہ قدم تخرید کھومتے رہے اور چالیس سال تک آپ نے عشاء کے وقت کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ اور پندرہ سال تک

ہر نماز عشاء کے بعد ایک پیر پر کھڑے ہو کر ختم قرآن فرماتے رہے۔ حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ ایک رات لفس نے سونے کی بڑی آرزو کی لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی اور اس جگہ اسی وقت ایک پیر پر کھڑے ہو کر ختم قرآن کیا۔ نیند اکثر مختلف شکل میں میرے سامنے آتی اور میں اسے خفا ہو کر بھاگ دیتا تھا۔ چالیس چالیس دن تک میں روزہ سے رہتا۔

غوث اعظم کا اپنے مریدین سے خصوصی تعلق حضرت غوث پاک کے فرزند شیخ عبدالرزاق قدس سرہ اپنے والد ماجد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ایک تہہ غوث پاک

کو ایک بڑا سا کاغذ ہاتھ میں ملا جس پر ان کے اصحاب اور مریدوں کا نام لکھا ہوا تھا۔ وہ کاغذ دے کر بارگاہِ ایزدی سے حکم ہوا کہ ان سبھوں کو بخش دیا۔ حضرت غوث الاعظم اکثر فرماتے تھے کہ قسم ہے حق جل و علی کی عزت و جلال کی کہ میں اس وقت تک اپنے پروردگار کے سامنے سے نہیں ہٹوں گا جب تک کہ وہ میرے تمام مریدوں کو میرے ساتھ جنت میں داخل نہ کر دے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اگر میرا کوئی مرید مشرق میں بے ستر ہو جائے اور میں اس وقت مغرب میں ہوں تو میں مغرب ہی سے اس کی ستر لوٹنی کروں گا۔

حضرت شیخ عمران نے ایک مرتبہ غوث پاک سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص حضور سے مرید ہوئے بغیر اپنے کو آپ کا مرید کہتا ہے۔ اپنے کو آپ کے سلسلے سے منسوب کرتا ہے تو کیا اس کو آپ کا مرید سمجھا جائے، آپ نے فرمایا کہ ہاں

جو اپنے کو میری طرف منسوب کرے گا اللہ اس کو بخش دے گا اور وہ میرے مریدوں میں سمجھا جائیگا
شیخ عمر بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ حسین بن منصور حلاج اس لئے پھسل گئے
کہ ان کی کسی نے دستگیری نہیں کی اگر اس وقت میں ہوتا تو میں ان کو سنبھال لیتا۔ میرے مریدوں میں اگر کسی سے
لغزش ہوگی تو میں قیامت کے روز تک ان کی دستگیری کرنے سے باز نہیں آؤں گا جو میرے مدرسے میں آگیا یا
جس نے میری صورت دیکھی قبر کے عذاب میں اس کی تخفیف ہو جائے گی۔

کرامات شہر بہمان کے ایک شخص نے حضرت غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اپنے مرحوم باپ کو
میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ وہ عذاب قبر کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔ انہوں نے مجھے بلائت کی
بے میں آپ سے ان کے لئے دعا کرنے کی درخواست کروں۔ حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ وہ کبھی میرے مدرسے سے
گزارا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں حضرت غوث پاک خاموش رہے۔ دوسرے دن وہ شخص پھر آیا اور عرض کیا کہ آج
میں نے اپنے مرحوم باپ کو بہت خوش و خرم سبز خلعت میں لباس دیکھا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ عذاب مجھ سے ہٹا لیا
گیا ہے۔ اور یہ سبز خلعت حضرت کی مہربانی سے مجھے عطا ہوا ہے۔ تم ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضر رہو۔

اہل یمن میں سے ایک شخص کو مشرف بہ اسلام ہونے کی توفیق ہوئی ان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اہل
یمن کے بہترین آدمی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا جائے۔ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں
کہ بغداد جا کر شیخ عبدالقادر کے ہاتھ پر اسلام لاؤ۔ کیونکہ اہل زمین میں ان سے بہتر اس وقت کوئی نہیں ہے۔
حضرت غوث الاعظم اکثر فرماتے تھے کہ میں صحرا میں سب سے علیحدہ رہنا چاہتا ہوں لیکن لوگ مجھ کو نہیں چھوڑ
دیتے ہیں۔ کہ اس وقت تک ایک لاکھ آدمی میرے ہاتھ پر توبہ قبول کر چکے ہوں

حضرت شیخ ابو محمد علیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالقادر جیلیؒ کی زیارت کے لئے میں بغداد
گیا اور کچھ دن ان کی ملازمت میں رہا۔ واپسی کے وقت میں نے حضرت سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے
حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ کسی سے کچھ نہ مانگنا۔ اور پھر اپنی انگشت مبارک میرے منہ میں ڈال دی اور چوسنے
کیلئے کہا میں نے تعمیل حکم کیا اور روٹ نہ ہو گیا۔ اللہ کی مہربانی اور حضرت کی کرامت سے مصرتک مجھ کو کھانے پینے کی ضرورت
نہیں ہوئی اور طاقت میں اضافہ ہی محسوس کرتا رہا۔

شیخ ابوالمنظرا سماعیل بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ کی بیمار ہوئے حضرت غوث پاک ان کی عبادت کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کے گاؤں میں خرما کے درخت سوکھے کھڑے تھے، اور چار برس سے ان میں پھل نہیں ہوتا تھا۔ حضرت غوث پاک نے ان ہی درختوں کے نیچے بیٹھ کر وضو کیا اور نماز ادا کی۔ اسی ہفتے وہ دونوں درخت سرسبز و شاواب ہو گئے اور ان میں پھل آ گیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری بیوی حاملہ ہے اور مجھ کو لڑکے کی تمنا ہے۔ حضرت قبلہ حاجات نے فرمایا۔ لڑکا ہی ہوگا۔ وضع حمل کے وقت اس عورت کو لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ شخص اس لڑکی کو اٹھائے۔ حضرت کے سامنے لے آیا اور کہا کہ حضرت یہ تو لڑکی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گھر کے اندر لے آؤ اور غور سے دیکھو۔ جب اس نے غور سے دیکھا تو وہ لڑکی نہیں لڑکا تھا۔

حضرت شیخ ابوسعود بیان فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم فرماتے تھے کہ چاند

وفات کی بشارت

سورج، ماہ، ہفتہ اور روز سب ہی مجھے سلام کرتے ہیں اور اچھی بری جو باتیں ان میں مقدر ہو چکی ہیں۔ ان کی مجھے خبر کر دیتے ہیں۔ حضرت غوث اعظم کے فرزند شیخ سیف الدین عبدالوہاب بیان فرماتے ہیں کہ ماہ جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ جمعہ کا روز اور ۵۴ھ تھا۔ مشائخ میں سے کچھ لوگ والد ماجد کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ ایک خوبصورت جوان نے آکر کہا السلام علیکم یا ولی اللہ میں ماہ رجب ہوں اور مبارکباد دینے آیا ہوں۔ کہ مجھ میں کوئی برائی اور مصیبت نہیں مقدر ہوئی ہے۔ چنانچہ اس ماہ رجب میں سوائے خیر و برکت کے لوگوں نے اور کچھ نہیں دیکھا۔ رجب کے بعد جب شعبان آیا تو ارکار روز تھا کہ ایک بد صورت شخص آیا اور کہا السلام علیکم یا ولی اللہ میں شعبان کا مہینہ ہوں سلام کرنے اور خیر دینے آیا ہوں کہ مجھ میں بغداد کے لوگوں کی موت اور فنا حجاز کے لوگوں کے لئے گرانی اور قحط سالی اور خراسان کے لوگوں کیلئے قتل و غارت گری مقدر ہوئی ہے۔ چنانچہ اس شعبان کے مہینے میں بالکل اسی کے مطابق ہوا۔ رمضان کے مہینے میں حضرت باقر کی کئی روز بیمار ہو گئے تھے۔ رمضان کی ۲۹ تاریخ دو شنبہ روز مشائخ میں سے کچھ لوگ جیسے شیخ علی بن ابی طالب اور شیخ نجیب الدین سروردی وغیرہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے ایک باوقار شخص آیا اور کہا السلام علیکم یا ولی اللہ میں رمضان ہوں اور آپ کو خبر دار کرنے آیا ہوں کہ میری آپ سے آخری ملاقات ہے۔ پھر واپس ہو گیا۔

وقات اور حضرت اقدس دوسرے سال ربیع الآخر میں داخل بچت ہوئے اور دوسرا رمضان نہیں دیکھا آپ کی وفات ۸ یا ۹ ربیع الآخر ۵۴۱ھ روز شنبہ بعد عشاء ہوئی۔ ۹ ربیع الآخر ہے۔ آپ کی عمر شریف نوے سال سات مہینہ اور نو روز ہے۔ اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق نو اسی سال سات مہینہ اور نو روز ہے ہندوستان میں آپ کا عرس ۱۱ اور بعض لوگ ۱۲ ربیع الآخر کو کرتے ہیں۔ لیکن بغداد میں ۱۲ ربیع الآخر کو کرتے ہیں۔ مصنف سیر الاقطاب ۹ کی شب کو حضرت کا عرس کرتے تھے۔

پند و نصائح حضرت اقدس کی وفات کے وقت اکثر مشائخ حاضر تھے۔ آپ کے فرزند حضرت شیخ عبدالوہاب نے وصیت کرنے کی درخواست کی حضرت اقدس نے فرمایا علیک بتقوی اللہ و طاعتہ سوائے خدا کے کسی سے امید نہ رکھنا۔ اور جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگنا۔ اور سوائے خدا کے کسی پر پھیر دوسرہ نہ کرنا۔ التوحید التوحید اجمع الکل علیہ۔ توحید کو پکڑے رہنا کیونکہ تمام مشائخ اور سادات کا توحید پر اتفاق ہے۔ پھر اپنی اولاد اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ جگہ دو اور ادب بجلاؤ کیونکہ اس جگہ رحمت عظیمہ کا نزول ہو رہا ہے۔ پھر علیکم السلام ورحمۃ اللہ فرمایا۔ اس کے بعد انا لابی بشتی ولایملاک الموت یعنی مجھے کسی کا ڈر نہیں ملک الموت کا بھی نہیں۔ بار بار فرماتے رہے۔ آپ کا مزار مقدس بغداد کے مدرسہ باب الازخ میں واقع ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید مغزومی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنی زندگی میں ایک ہزار تبرک آپ کو عنایت فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح زندگی میں حضرت اقدس کو تصرف بخشا تھا اسی طرح وصال کے بعد بھی قائم رکھا۔ چنانچہ عبداللہ یافعی بیان فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی صاحب حال شخص بغداد شریف میں داخل ہونے کے بعد زیارت حضرت غوث پاک کے مزار نہ کرے تو اس کا حال سلب ہو جائے گا۔

اولاد حضرت غوث الاعظم کے دس فرزند تھے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں ۱۱ حضرت شیخ سیف الدین ۱۲ حضرت شیخ شرف الدین عیسیٰ ۱۳ حضرت شیخ شمس الدین عبدالعزیز ۱۴ حضرت شیخ سراج الدین عبدالجبار ۱۵ حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ۱۶ حضرت شیخ ابوالاسحاق ابراہیم ۱۷ شیخ ابو الفضل محمد ۱۸ حضرت شیخ عبدالرحمن عبداللہ ۱۹ حضرت شیخ ابوزکریا یحییٰ ۲۰ اور حضرت شیخ ابوالنصیر مونس۔ یہ سب کے سب قلب و غوث زمانہ تھے اور علوم ظاہری و باطنی میں اپنے والد ماجد سے

کمال حاصل کیا تھا۔

حضرت غوث الاعظم کے مریدان اور خلفا بے شمار ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ مندرجہ ذیل نو خلفا بڑے علیل القدر اور اکمل گزرے ہیں حضرت

خلفاء کے اسمائے گرامی

شیخ ابو عمر، حضرت شیخ ابو سعید قیلوی، حضرت شیخ قزیب البان موصلی، حضرت شیخ احمد ابن مبارک، حضرت شیخ محمد الادانی، حضرت شیخ ابو المسعود، حضرت شیخ ابو عمر قریشی، حضرت شیخ موفق الدین، حضرت شیخ۔
عبداللہ قدس اللہ اسرارہم



حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ العزیز



قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ العزیز اکابر اولیا اور اجل اصفیا میں سے گذرے ہیں۔ اس دور کے تمام مشائخ آپ کے معتقد اور حلقہ گوش تھے۔ صوفیا آپ کو پیشوائے اہل تکمیل کعبہ عمل و علم، مقرب بارگاہ ربوبیت، سزاوار مقام محبوبیت، غریق بحر عرفان، اور آشنائے قلزم مدہوشی کے القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ آپ مستجاب الدعوات بزرگ تھے جو کچھ زبان مبارک سے نکالتے ہو جاتا اور جو آپ کی صحبت میں بیٹھتا دلی ہو جاتا۔ جس پر آپ لطف و کرم کی نظر ڈال دیتے عرش سے تحت الثریٰ تک اس پر روشن ہو جاتا۔ آپ کو فرقہ فقر و ارادت سلطان العارفين حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز سے عطا ہوا تھا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اوش کے سادات میں سے تھے یہ قصبہ اوش ماوراء النہر شجرہ نسب میں واقع ہے۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی، ابن سید موسیٰ، ابن سید احمد اوشی، ابن سید کمال الدین، ابن سید محمد ابن سید احمد، ابن سید اسحاق حسن، ابن سید معروف، ابن سید احمد چشتی، ابن سید رضی الدین، ابن سید حسام الدین ابن سید رشید الدین، ابن سید جعفر، ابن امیر المؤمنین حضرت امام نقی الجواد، ابن امیر المؤمنین حضرت امام علی موسیٰ رضا

ابن امام المسلمین حضرت امام موسیٰ کاظمؑ، ابن امیر المؤمنین حضرت امام جعفر الصادقؑ، ابن امیر المؤمنین حضرت امام محمد باقرؑ، ابن امیر المؤمنین امام زین العابدینؑ، ابن امیر المؤمنین حضرت سید الشہداء امام حسینؑ، ابن امیر المؤمنین حضرت علیؑ

آپ کا پہلے بختیار نام رکھا گیا تھا۔ قطب الدین خطاب ہے اور اسی نام سے پھر وہ مشہور ہوئے۔ آپ نے باون سال کی عمر پائی تھی۔ اور بعض مورخین کے نزدیک آپ

بچپن کے حالات
تیس سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ آپ نے مادر زاد ولی تھے۔ آپ کی پیدائش نصف شب کے بعد ہوئی تھی اور اس وقت ایک ایسی روشنی نمودار ہوئی جس نے سارے گھر کو منور کر دیا آپ کی والدہ نے سمجھا کہ آفتاب طلوع ہو گیا ہے پھر دیکھا کہ حضرت سجدہ میں پڑے اللہ اللہ جل جلالہ پڑھ رہے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ بہت حیران اور خوفزدہ ہوئیں۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ نے سر سجدہ سے اٹھایا اور وہ نور رفته رفته کم ہوا۔ پھر غیب سے آواز آئی کہ یہ نور جو تم نے دیکھا یہ اسرار الہی میں سے ایک ستر ہے جو تمہارے فرزند کے دل میں رکھا جا رہا ہے۔

تعلیم و تربیت
آپ کی والدہ ماجدہ بیان فرماتی ہیں کہ جب حضرت خواجہ میرے شکم میں تھے۔ تو تہجد کی نماز کے وقت میں اٹھ کر نماز پڑھتی تو شکم میں سے ذکر الہی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حضرت خواجہ جب چھ

ماہ کے ہوئے۔ تو آپ کے والد بزرگوار سید موسیٰ کا وصال ہو گیا۔ والدہ ماجدہ نے آپ کی پرورش و پرورش کی جب چار برس چار ماہ کے ہوئے تو انہیں مکتب بھیج دیا گیا۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی خدمت میں پڑھنے کے لئے گئے۔ حضرت خواجہ نے کچھ لکھنے کے لئے تختی اٹھائی ہی تھی کہ آواز آئی۔ اے معین الدین! مٹھر جاؤ، حمید الدین ناگوری آ رہے ہیں۔ قطب الدین کو تعلیم وہی دیں گے۔ اور تم سے ان کو فیض پہنچے گا۔ اسی اثنا میں قاضی حمید الدین ناگوری کو حکم الہی ہوا کہ قطب الدین کو جا کر علم دینی سکھاؤ۔ قاضی صاحب نے پوچھا خداوند! قطب الدین کہاں ہے جواب ملا اوش میں۔ وہ وہاں سے چشم زدن میں اوش پہنچے۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تختی ہاتھ میں لے لی۔ اور پوچھا کہ اے قطب الدین! اس پر کیا لکھوں۔ انہوں نے جواب دیا سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلۃ لکھے قاضی صاحب نے فرمایا یہ تو پندرہویں سپارہ میں ہے۔ حضرت قطب الدین بختیار اوشی نے جواب دیا پندرہویں سپارہ میری والدہ ماجدہ کو حفظ تھا وہ روزانہ تلاوت فرماتی تھیں۔ اور مجھے شکم مادر ہی میں حفظ ہو گیا تھا اور پھر پڑھ کر سنایا۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری نے چودہ روز مٹھر کر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی تعلیم مکمل کر دی

اور پھر فرمایا کہ بابا قطب الدین! تم اللہ جل شانہ کے دوست ہو اس نے تمہاری تعلیم خود کی ہے اور وہ تم کو تعلیم دینا رہے گا میں رخصت ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دہلی لوٹ گئے۔ اور خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کو خواجہ معین الدین چشتی کے حوالہ کر دیا جنہوں نے ان کو ظاہری اور باطنی علوم سے مزین کیا۔

خرقہ فقر و ارادت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی وہاں سے بغداد تشریف لے گئے وہاں امام ابو الیثم شیخ محمد اصفہانی سبھی اولیائے کامل و اکمل موجود تھے۔ سبھوں نے نعمتیں اور فیوض حاصل کئے پھر تھوڑی ہی مدت میں اپنے پیر روشن ضمیر خواجہ معین الدین چشتی کی تربیت کے درجہ کمال پر پہنچ گئے۔ بستر برس کسب میں خلافت اور خرقہ فقر و ارادت نوازے گئے اور اس کی یہ صورت ہوئی کہ چالیس روز تک متواتر حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ اے معین الدین! قطب الدین خدائے عزوجل کا دوست ہے۔ اپنا خرقہ اس کو پہنا دو۔ حسب حکم حضرت نے ان کو اپنا خرقہ عنایت فرمایا اور خلافت کی اجازت بھی کر دیا کی ولایت ان کے تصرف میں عطا فرمائی۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کا ذکر اس جگہ آ گیا ہے اس لئے مناسب لکھی گئی سطر میں ان کے حالات مقدمہ کے بارے میں بھی لکھ دیں پھر حضرت قطب الدین بختیار اوشی کے حالات کا سلسلہ جاری ہو گا۔

قاضی حمید الدین ناگوری کے حالات حضرت قاضی حمید الدین ناگوری جب حضرت قطب الدین بختیار اوشی کو تعلیم دے کر دہلی لوٹے تو ان کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا

جہاں قنقس نام کا ایک پرندہ رہتا تھا۔ اس کی چونچ میں بارہ سو سوراخ ہوتے ہیں اور جب وہ مست ہوتا ہے تو اس طرح بولتا ہے کہ اس کی چونچ کے ہر سوراخ سے طرح طرح کی آوازیں نکلتی ہیں۔ حضرت قاضی نے جو اس کو بولتے سنا تو بے خود اور مست ہو کر وہ میں آگئے۔ جب افاقہ ہوا تو آپ کے پاس خواجہ ناصر علیہ السلام تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ حمید الدین! یہ سماع تم سے پہلے اولیائے کبار اور مشائخ عظام نے بھی سنا ہے۔ یہ الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ نے صرف اس لئے اس کو ترک فرمایا تھا۔ کہ احوال سماع میں ان کو دشواری ہو رہی تھی۔ حضرت قاضی نے فرمایا اے خواجہ! میں سماع کا شوقین ہوں۔ اگر قوال آجائیں تو میں سماع ضرور سنوں۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جب سے شیخ جنید بغدادی نے سماع ترک کیا ہے سماع حرم قرار دے دیا گیا ہے اور سماع سننے والوں کو دار پر پہنچ دیا جاتا ہے۔ قوالوں کو وظیفہ دے کر مجلس سماع میں جانے سے روک دیا گیا ہے حضرت

قاضی یہ سن کر شہر آئے اور وہاں سے سات نفر غلام خرید کر سب کو غزل خوانی کی تعلیم دی اور پھر جب وہ اس فن میں ہوشیار ہو گئے تو ان سے برابر سماع سننے لگے یہ خبر جب شہر میں مشہور ہوئی تو اکثر دانشمندان عصر مثلاً قاضی حمید الدین قاضی منہاج سراج، قاضی عمو و اسید مبارک غزنوی اور مولانا مجد الدین وغیرہ نے شکایت کی کہ قاضی حمید الدین اپنے پیران سلاسل کے خلاف سماع سنتا ہے۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کو جب اس کی خبر ملی انہوں نے کہا کہ گرچہ میں مرید سروردی سلسلے میں ہوں لیکن چشتیوں کا بھی دامن میں نے تقام لیا اور ان کی خاک رومی سے مجھے بہت کچھ نعمتیں ملی ہیں سماع نہیں چھوڑ سکتا۔

ذوق سماع پھر کچھ دنوں کے بعد قاضی حمید الدین ناگوری بغداد چلے گئے۔ بغداد پہنچ کر اپنے ایک مرید کے یہاں ٹھہرے یہ مرید روحانیت میں کامل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت خوشحال بھی تھے ان کے مکان میں چالیس کمرے تھے سب اپنے پیر کے لئے کھول دئے لیکن ایک کمرے کو بند رکھا۔ حضرت قاضی نے دریافت کیا کہ اس کمرے کو کیوں بند کر رکھا ہے۔ مرید نے جواب دیا کہ اے حضرت! اس کمرے میں ایک نے نواز ہے خلیفہ وقت کے خوف سے میں نے اس کو چھپا رکھا ہے۔ کیونکہ اگر خلیفہ کو اس کی خبر ہو جائے تو دار پر کھینچ دے گا۔ حضرت قاضی نے فرمایا کہ میں سماع کا دلدادہ ہوں۔ تم ڈرو نہیں اس کو لے آؤ۔ نے نواز جب حضرت قاضی کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کو لے بجانے کا حکم دیا۔ اور خود سماع میں مشغول ہو گئے۔

مقدمہ میں سماع کے حق میں دلائل شہر کے لوگوں کو جب اس کی خبر ہوئی تو لوگوں نے شہر کے مفتی کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ بغداد میں اس وقت سات سو مفتی تھے۔ ان لوگوں نے حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کو بلا بھیجا کہ عدالت میں آکر جواب دیں اگر وہ اپنے دلائل سے سماع کو جائز ثابت کر دیں گے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ دار پر چڑھنے کے لئے تیار رہیں۔ بلانے والا وہاں پہنچا تو حضرت قاضی مجلس سماع میں تھے۔ اس پر ہیبت طاری ہو گئی۔ سماع سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قاضی نے فرمایا کہ سماع بہر شخص کیلئے حرام نہیں ہے۔ جن کیلئے احوال کا میدہ آنا مشکل ہے حرام ہے اور جس سے عنایت ایزدی تقدس بکام ہے حلال ہے پھر اس آدمی سے کہا کہ قاضی اور مفتیان شہر کو جا کر کہہ دو۔ کل تمام علماء کو جمع کر کے رکھیں میں حاضر ہوں گا۔ اس نے جا کر سارا ماجرا بیان کر دیا۔ ادھر انہوں نے اپنے مرید کو کہا کہ کل قاضی شہر اور تمام مفتیوں کو مدعو کرو اور پھر بہتر قسم

قسم کے مزامیر شہر سے اکٹھا کر کے ایک جگہ رکھ دئے اور اس پر پروے ڈال دئے۔ دوسرے دن جب حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید کی دعوت پر شہر کے مفتی اور قاضی سب جمع ہوئے۔ تو ان لوگوں نے پوچھا کہ حمید الدین کہاں ہے جس نے سماع کا فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری نے فرمایا میں یہاں موجود ہوں اور شک میں سماع سنتا ہوں۔ اور اس کو مباح کہتا ہوں علماء کی روایت کے مطابق میں دل کا مریض ہوں اور اس درد کی دوا سماع ہے۔ بقول حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیاسے کو شدت تشنگی میرا گ پانی نہ ملے اور اس کی جان جا رہی ہو تو شراب پی لینا مباح ہے۔ اس کے بعد حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنے دلائل واضح اور براہین لائیں پیش کئے کہ مفتیان شہر کو تسلیم ہی کرنا پڑا، اور سبھوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ قاضی حمید الدین کے دلائل قوی ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں سچ ہے۔

مخالفین کی سماع میں شرکت پھر ان لوگوں نے کہا کہ آپ صاحب ولایت ہیں کوئی ایسی برہان پیش کیجیے کہ ہم لوگ سماع کے معتقد ہو جائیں حضرت قاضی نے فوراً مزامیر کی طرف اشارہ کیا۔ اشارہ کا کرنا تھا کہ ان میں سے ہر ایک بیک وقت بچنے لگا۔ حضرت قاضی پر وجہ طاری ہو گیا اور انہوں نے علما کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے نا ابلو! مجلس سماع میں چلے آؤ۔ حضرت قاضی کی زبان مبارک سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ سب کے سب سماع میں شریک ہو گئے۔ اور دیوانہ دار و جدیں آگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب افادہ ہوا تو وہ سب قاضی کے قدموں پر گر کر معذرت طلب ہوئے۔ حضرت قاضی نے فرمایا برہان چشتیاں کا اندازہ تو تم لوگوں کو اب ہو گیا ہو گا۔ پھر بھی سماع کو مباح نہیں کہتے ہو۔ سبھوں نے سماع کے مباح ہونے کا اقرار کیا۔ پھر حضرت قاضی حمید الدین ناگوری وہاں سے روانہ ہو کر دہلی پہنچ گئے۔

حضرت قطب الدین بختیاراوشی کی شب بیداری حضرت قطب الدین بختیاراوشی نے عبادت اور ریاضت میں غایت مشغولی کے باعث سونا

ترک کر دیا تھا اور کبھی بستر پر دراز نہ ہوئے۔ شروع میں کچھ دیر چسکی لے لیتے تھے۔ پھر یہ بھی چھوڑ دیا اکثر استغراق میں اس طرح رہتے کہ عقیدت مند قدمبوسی بھی نہیں کر سکتے تھے۔

عبادت میں اتہاک حضرت خواجہ قطب الدین بختیاراوشی کا ایک لڑکا صغیر سنی میں انتقال کر گیا اس کی

تجہیز و تکفین کے بعد جب آپ اپنے کا شانہ لوٹے تو اس بچے کی ماں کی رونے کی آواز سن کر آپ بہت افسوس کرنے لگے۔ حضرت شیخ بدر الدین غزنوی نے جو کہ آپ کے مخصوص خلفا میں سے تھے اس وقت افسوس کرنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس لڑکے کے مرنے کی کوئی خبر نہ تھی۔ اگر میں جانتا تو اس بچے کی زندگی کی حد سے دعا کرتا

دہلی میں قیام کا حکم ایک مرتبہ حضرت خولجہ معین الدین چشتی خراساں سے ہندوستان روانہ ہوئے، حضرت

ساتھ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی بھی تھے جب ملتان پہنچے تو شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس اللہ سرہ آئے کی خبر پا کر خود استقبال کے لئے آگے بڑھے اور آپ کی ضیافت فرمائی۔ ایک روز بچوں بزرگ بیٹھے ہوئے تھے کہ قباچہ قلاں آہنگ آیا۔ اور دعا کرنے کی درخواست کی کیونکہ مغلوں کا لشکر اس کو تنگ کر رہا تھا۔ دعا کرنے کے بعد

حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی نے اس کے ہاتھ میں ایک تیر دیا اور فرمایا کہ اس تیر کو مغل کے لشکر میں پھینک دینا اور پھر دلجمعی سے بیٹھنا اس نے ایسا ہی کیا۔ تیر پھینکتے ہی مغل کا لشکر بیت زدہ ہو کر بھاگ گیا پھر آپ دہلی آئے اور وہاں سے عریضہ اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں روانہ کیا کہ یہ غلام غائت اشتیاق میں مسافت

بعید طے کر کے دہلی پہنچا ہے۔ اگر حکم عالی ہو تو آستانہ پر حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کرے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم دہلی ہی میں ٹھہرے رہو۔ اللہ کے حکم سے وہاں کی ولایت

تمہارے سپرد ہوئی ہے۔ میرا روحانی وصال تم کو ہمیشہ حاصل ہے۔ انشاء اللہ چند دنوں کے بعد فقیر بھی وہیں پہنچے گا اور پھر تمہیں ظاہری ملاقات بھی حاصل ہوگی۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے اسی جگہ اقامت اختیار

کی۔ دیکھتے دیکھتے تمام شہر آپ کا معتقد ہو گیا۔ اور روز بروز ہجوم بڑھنے لگا۔ ہجوم سے تنگ آ کر آپ اکثر چاہتے کہ دہلی سے چلے جائیں اور کنارہ کشی اختیار کریں لیکن پیر کی اجازت کے بغیر جا نہیں سکتے تھے۔

قاضی حمید الدین ناگوری کے مکان میں قیام حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلی پہنچنے سے پہلے حضرت قاضی حمید الدین ناگوری نے خواب میں دیکھا

کہ آفتاب جہاں دہلی میں پہنچا ہوا ہے۔ اور پورا شہر دہلی اس سے منور ہو رہا ہے۔ پھر قاضی حمید الدین ناگوری کے گھر میں وارد ہو کر کہتا ہے کہ میں یہیں تمہارے گھر میں ٹھہروں گا۔ اس کی تعبیر انہوں نے یہ نکالی کہ آفتاب سے مراد

دلی کامل ہے جو کہ امروز فردا میں دہلی میں وارد ہوں گے اور میرے گھر اقامت گزیریں ہوں گے۔ اس واقعہ کو دو ہی روز گزرے ہوں گے۔ کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلی تشریف لائے اور ایک نانباتی کے گھر جو آپ کا معتقد تھا ٹھہرے۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری نے پھر خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ کہہ رہے ہیں کہ میرا دوست قطب الدین اس شہر میں آیا ہوا ہے۔ اور فلاں نانباتی کے گھر ٹھہرا ہوا ہے جلدی جاؤ اور عزت و احترام سے اس کو اپنے گھر لے آؤ اس کا قیام تمہارے ہی گھر میں ہوگا۔ جیسا کہ پہلے بھی تم کو اس بارے میں آگاہ کر دیا گیا تھا۔ حضرت قاضی فوراً پیادہ پاگئے اور عزت و احترام سے اپنے گھر لے آئے۔

خواجہ قطب الدین کاکی اور قاضی حمید الدین ناگوری

اس زمانے میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی عمر صرف تترہ برس تھی اور فضل و کمال کی انتہا نہ تھی باوجودیکہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ان کے استاد تھے لیکن صرف ان کی عزت اور خدمت میں طرح کرتے تھے۔ کہ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی۔ اور اکثر لوگ آپس میں باتیں کرتے تھے کہ خواجہ قطب الدین قطب المشائخ ہیں اور فضل و کمال میں قاضی حمید الدین ناگوری سے زیادہ ہیں اور بالآخر حضرت قاضی نے ان سے خلافت کی نعمت بھی حاصل کی حالانکہ ان کے پیر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بھی خلافت قبل حاصل کر چکے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے دل کو نور ولایت سے روشن کر دیا اور خلافت آپہ

کاکی کی وجہ تسمیہ کے آستانہ مبارک پر جوق در جوق آنے لگے۔ نقد و جنس سے کسی کے پیش کئے ہوئے نقد کو آپ قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک بقال آپ کا پڑوسی تھا۔ آپ اس سے بیس سو درہم تک قرض حسنہ اکثر ضرورت کے وقت لیتے تھے اور پھر حلال طریقے سے فتوحات آتے تو اس کو ادا کر دیتے۔ ایک روز آپ نے دل میں طے کیا کہ آئندہ سے نہ تو کسی سے قرض لیں گے۔ اور نہ فتوح قبول کریں گے۔ بس آپ نے ایسا ہی کیا اور اسی دن سے ایک روٹی گرم ہر روز مصلّا سے نکل آتی جو گھر والوں کے خرچ کے لئے کافی ہو جاتی۔ بقال نے سمجھا کہ حضرت خواجہ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں جو قرض نہیں لیتے۔ اس نے اپنی بیوی کو دریافت حال اور معذرت کے لئے بھیجا۔ اس کی بیوی کو پتہ چلا کہ ایک گرم روٹی غیب سے روزانہ مصلّا کے نیچے سے نکل آتی ہے اور اس سے تمام گھر والے سیر ہو کر کھا لیتے ہیں۔ اس خبر کی شہرت کے بعد لوگوں نے حضرت خواجہ

قطب الدین بختیار خاں کو روکا کی، اس کا خطاب دے دیا

خورد و نوش کا غیبی انتظام حضرت خواجہ قطب الدین کاکی نے جب حضرت قاضی حمید الدین ناگوری

کے گھر مقیم ہوئے تو حضرت قاضی نے قوالوں کو طلب کر کے مجلس سماع منعقد کی۔ حضرت خواجہ اور حضرت قاضی دونوں سن رہے تھے۔ سماع سننے کے لئے بہت لوگ جمع ہو گئے تھے جب دونوں بزرگوار صاحب اسرار کو افاقہ ہوا تو لوگوں نے حضرت قاضی سے کہا کہ بڑے چھوٹے شرکے بہت لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ سماع کے بعد ان کو کھانا کھلانا ضروری ہے۔

حضرت قاضی نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے سارا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا سب کو ایک صف میں بٹھا دیا جائے اور پھر اپنی... آستین جھاڑ دی۔ آستین کا جھاڑنا تھا کہ ہر ایک کے سامنے دو روٹی اور گرم گرم حلوا پہنچ گیا۔ اور سبوں نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر مولانا مجد الدین عرف مومج نے کہا کہ کھانے کے بعد شربت بھی ہونا چاہیے۔ ایک شخص ایک روز قبل اٹھائی سیر شکر حضرت قاضی کے پاس نذر لایا تھا وہ رکھی ہوئی تھی آپ نے اس کو ایک ٹکے میں ڈال کر اس میں سات پیالہ پانی ڈال دیا سب لوگ شربت پی کر آسودہ ہو گئے اور پھر بھی خم میں جتنا شربت تھا اتنا باقی رہ گیا۔

کرامت ایک مرتبہ ایسی خشک سالی ہوئی کہ ایک سموسہ چالیس جنیل میں بکنے لگا۔ ملک زادہ سعد الدین نے آگنی من مادہ گندم روٹی پکانے کے لئے نانباتی کے گھر بھیجا۔ نانباتی کو روٹیاں تنور میں ڈالنے کے بعد اونگھ آگنی۔ اور وہ ساری روٹیاں جل گئیں۔ ملک زادہ کے آدمیوں نے جب یہ حال دیکھا تو آگ بگولا ہو گئے اور نانباتی کے گلے میں پٹری ڈال کر گھیسے ہوئے لے چلے۔ اتفاق سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا گزرا اس طرف سے ہو گیا۔ انہوں نے ملک زادہ کے آدمیوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ کیوں اس کو گھسیٹ کر لے جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ اس نے ساری روٹیاں جلادی ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اگر تمہاری روٹیاں ٹھیک ہو جائیں تب تو تم اس غریب کو چھوڑ دو گے۔ ملک زادہ کے آدمیوں نے کہا عجب دیوالوں سے سابقہ پڑا ہے۔ ایک نے روٹیاں جلادی ہیں۔ دوسرا مرد سے کو زندہ کر دیتا چپا ہتا ہے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ نادانو! خدا قادر مطلق ہے وہ مرد سے کو زندہ بھی کر سکتا ہے۔ اگر ان روٹیوں کو

ٹھیک کر دے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ وہ لوگ خاموش ہو گئے اور بولے کہ آپ جو کرنا چاہتے ہیں کر کے دکھائیے۔ حضرت نے فوراً تمام اجلی ہوئی روٹیوں کو اپنے دست مبارک سے منور میں ڈالا اور تھوڑی دیر کے بعد نکال لیا۔ سب روٹیاں سفید سفید اور بہت نفیس پکی ہوئی نکل آئیں۔ ملک زادہ کے آدمی آپ کی یہ کرامت دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ اور قدموں پر گر کر معافی طلب ہوئے۔ حضرت خواجہ ان سے شفقت سے پیش آئے۔ وہ لوگ سب روٹیاں لے کر ملک زادہ کے پاس آئے تو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ملک زادہ تمام حال سن کر آپ کا عاشق و پیار ہو گیا اور اسی وقت پاپیادہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا کہ شہزادے! فقیر کے پاس کس لئے آئے ہو۔ اس نے کہا اظہار عقیدت اور قدمبوسی کیلئے آپ نے فرمایا کہ اگر تم کو فقیر پر اعتماد ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت تمہارے دل سے نکال دے۔ وہ فوراً واپس ہوا اور گھر میں جو کچھ مال و متاع تھا سب فقیروں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ اور پھر حضرت کی خدمت میں واپس آیا۔ حضرت خواجہ نے بڑی شفقت سے اپنا کبیل اس کو مرحمت فرمایا جس سے عرش سے تحت الثریٰ تک سب اس پر روشن ہو گیا اور وہ تھوڑے ہی دنوں میں شیخ کامل ہو گیا۔

سلطان شہاب الدین کی تنبیہ و انجام

ایک مرتبہ حضرت قلب الدین بختیار کاکلی دہلی تشریف لائے کئی روز حضرت قاضی کے ساتھ مل کر متواتر سماع سنتے رہے۔ سلطان شہاب الدین کو اس کی خبر ہوئی۔ تو اس نے منع کر لیا بھیجا۔ حضرت خولجہ نے اسے کہلا بھیجا کہ اسے سنگدل! تو سماع کا مرتبہ کیا جانے۔ تیرے لئے یہ حرام ہے لیکن ہمارے لئے یہ مباح ہے۔ یہ اللہ کی خاص نعمت ہے ہر شخص کو یہ عطا نہیں ہوتا جس کو یہ نعمت عظیم عطا ہوتی ہے وہی اس کی قدر جانتا ہے۔ سلطان یہ جواب سن کر بہت برہم ہوا اور قسم کھائی کہ اگر میں نے پھر دوبارہ سنا کہ یہ لوگ سماع سننے سے باز نہ رہے تو دار پر کھینچ دوں گا یا عین القضاة کی طرح جلا دوں گا۔ کسی شخص نے یہ بات حضرت خواجہ کو بھی جاسنائی انہوں نے جواب دیا کہ جب زندہ رہے گا تب تو دار پر کھینچے گا یا جلائے گا پھر اسی ماہ سلطان خراساں چلا گیا۔

سلطان شمس الدین کی حاضری

اور سلطان شمس الدین بادشاہ ہوا وہ تخت نشین ہو کر حضرت خواجہ کی قدمبوسی کیلئے حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اے سلطان

اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سلطنتِ دہلی کی بادشاہت عنایت فرمائی ہے۔ تجھے لازم ہے کہ اپنے فرائضِ دیانت داری سے بجالائے فقرا اور مساکین کی روزی کا معقول بندوبست کر کہ خدائے عزوجل اس کے بدلے تجھ کو بڑے مرتبے پہنچائے سلطان نے اس کو قبول کیا اور رخصت ہوا۔

شہرِ دہلی میں قاضی صادق اور قاضی عمادیہ دانشمندان حضرت خواجہ کے سخت مخالف تھے۔ ان لوگوں نے سلطان سے شکایت

خواجہ بختیار کاکی کی دوسری کرامت

کی کہ خواجہ قطب الدین اور قاضی حمید الدین دن رات سماع سنتے رہتے ہیں حالانکہ یہ فعل شرع کے خلاف ہے خواجہ قطب الدین کو تو ابھی تک داڑھی بھی نہیں نکلی ہے پھر یہ سماع سنا کیا معنی رکھتا ہے سلطان نے کہا کہ میں خود تو ان کو منع نہیں کر سکتا۔ تم لوگ جا کر منع کر سکتے ہو۔ چنانچہ یہ دونوں حضرت خواجہ کی خانقاہ میں آئے اتفاق سے اس وقت سماع ہو رہا تھا قاضی حمید الدین وجد میں تھے۔ اور حضرت خواجہ دست بستہ کھڑے تھے قاضی عماد نے حضرت خواجہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ امر کو محفلِ سماع میں حاضر نہیں ہونا چاہیے، حضرت خواجہ نے فوراً اپنا دست مبارک چہرے پر پھیرتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا فوراً چہرے پر داڑھی نکل آئی پھر فرمایا امر کو مجلسِ سماع میں حاضر نہیں ہونا چاہیے لوگ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ لیکن ان کو ردلوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور واپس چلے گئے اور پھر سلطان کی خدمت میں جا کر داڑھی کے یکایک نکل آنے کا قصہ بیان کیا۔

بادشاہ تو ان کا معتقد تھا ہی اس کا اعتقاد اور بڑھ گیا اور اس

قاضی مفتی کی سماع کی مخالفت

نے ان دونوں کو سمجھایا کہ یہ حضرت صاحبِ سماع اور اہل حال ہیں ان بزرگوں سے نہ الجھو۔ ورنہ برا نتیجہ نکلے گا۔ لیکن وہ دونوں مصر رہے اور کہا کہ ہم لوگ شریعت کے پابند ہیں جب تک ان لوگوں کو سماع سے نہ روک لیں گے جہنم سے نہ بیٹھیں گے۔ سلطان نے کہا کہ اگر تم لوگ ان کو روک سکتے ہو تو روکو۔ ان دونوں نے کہا کہ اگر ہم لوگ ان کو سختی سے منع کریں گے تو جواب دیں گے کہ تم لوگ روکنے والے کون ہوتے ہو۔ نہ قاضی نہ مفتی؟ اگر ہم لوگوں کو قضا اور صدارت کا منصب سونپا جائے تو ہم لوگ روک دیں گے۔ پس سلطان نے قاضی صادق کو قضا کا اور قاضی عماد کو صد جہانی کا منصب مرحمت فرمایا۔ یہ دونوں ناخوشناس گھڑے اور فوراً حضرت خواجہ اور حضرت قاضی حمید الدین کو کھلا بھیجا کہ ہم لوگ اب قاضی اور صدر جہاں متعین ہوئے ہیں

تم دونوں عدالت میں آکر جواب دو اور یا تو سماع کے جواز کو ثابت کر دیا تا تب ہو۔ اس پیغام کو سنتے ہی حضرت خواجہ کی مہجرت نشان سے برہتہ نکل گیا کہ معلوم ہوتا ہے ان ثنائیت اندیشوں کو جلد ز میں کے نیچے جانا ہے قاضی حمید الدین نے گھبرا کر حضرت خواجہ کا منہ بند کر دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب کیا ہو سکتا ہے تیر کمان سے نکل چکا دعا قبول ہو چکی۔ پھر جواب کسلا بھیجا کہ کل ہم لوگوں کے پیر کا عرس ہے۔ ایک مرتبہ اور سماع سننے کا موقع دے دیا جائے پھر کل تمام علما کو جمع کریں میں دلائل پیش کروں گا۔ اگر سماع درست ہوگا تو ہم لوگ سنیں گے ورنہ توبہ کر لیں گے قاضی اور مفتی دونوں راضی ہو گئے۔ اور کل تک کی مہلت اور دی دی۔ لیکن قلعہ کے شرتی اور جنوبی دونوں دروازوں پر جہاں ان کی خانقاہ تھی سو سو آدمی پیرے دار پٹھا دئے۔ اور اعلان کر دیا کہ کوئی آدمی ان کی مجلس سماع میں حاضر نہ ہو۔ حضرت خواجہ کے خادم شیخ مبارک نے آکر عرض کیا کہ قاضی اور مفتی شہر نے قلعہ کے دروازے پر پہرہ لگا دیا ہے کہ کوئی تیسرا آدمی مجلس سماع میں شریک نہ ہو پھر مہمانوں کے لئے لنگر کا کھانا کس لحاظ سے پکا یا جائے قاضی حمید الدین نے فرمایا کہ کس کی مجال ہے جو آنے والوں کو روک دے تم اور دونوں سے دو گنا کھانا تیار کر اؤ۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اقسوس قاضی صادق اور عماد کو اپنی جان کی پروا۔۔۔ نہیں ہے جلد ہی وہ یہاں سے رخصت ہونا چاہتے ہیں۔ مبارک خادم حسب ہدایت کھانا تیار کرنے میں لگ گئے۔ اسی روز شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی مشرتی دروازے سے اور حضرت جلال الدین تبریزی جنوبی دروازے سے داخل ہوئے اور سارے پیرے دار اندھے ہو گئے۔ کسی کو پتہ نہ چلا۔ مجلس سماع میں اتنا مجمع ہوا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

قاضی و مفتی کا اظہارِ تادمت

قاضی صادق اور عماد بہت حیران ہوئے اور جب انہیں معلوم ہوا کہ مجلس میں اتنا بڑا مجمع ہے کہ آدمی کو سانس لینے کی جگہ نہیں ہے تو وہ دونوں غصہ کو ضبط نہ کر سکے اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ بے ہا کانا اس جگہ پہنچ گئے کہ آج زبردستی روک کر رہیں گے حضرت خواجہ اس وقت سماع میں محو تھے۔ اور حضرت قاضی حمید الدین ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور سارا مجمع زور ہاتھا حضرت قاضی حمید الدین کی نظر ان دونوں پر پڑی۔ انہوں نے زور سے کہا وہیں پر کے رہو بد بختو! دونوں اسی جگہ کھڑے رہے۔ لاکھ غصہ میں ان لوگوں نے کوشش کی کہ آگے بڑھ کر روکیں لیکن ان کے پیرستون کی طرح ایک جگہ جم گئے تھے۔ ذرا نہیں ہے۔ جب تک حضرت خواجہ محو سماع رہے وہ لوگ جمے کھڑے رہے جب حضرت خواجہ نے

کو افادہ ہوا تو انہوں نے ان دونوں کو دیکھ کر فرمایا کہ آپ لوگ رخصت ہو لو۔ لیکن رخصت ہونے سے پہلے سماع کی بھی کچھ لذت ہے لو کہ حسرت دل میں باقی نہ رہے اتنا کہنا تھا کہ دونوں رونے لگے اور دوحہ میں آگئے پھر ہوش میں آئے تو حضرت خواجہ کے قدموں پر سر رکھ کر کہنے لگے کہ خدا کے قسم سماع کے راز سے ہم لوگ آگاہ نہ تھے یہ اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب اس اقرار سے کیا حاصل۔ جب وقت گزر چکا۔

تب توبہ سے کیا فائدہ ہوگا۔ اور اب بھی تم لوگ سماع کا راز کیا جانو! مجھ سے پوچھو۔ اگر میں تفصیل سے بتاؤں تو سارے لوگ سماع کے فریفتہ ہو جائیں۔ پھر یہ دونوں نام اور شرمسار سلطان کے پاس گئے اور سارے واقعات بیان کئے

سلطان نے ان کی ناقبت اندیشی پر ان کو برا بھلا کہا اور اپنے دربار سے نکلوا دیا اور حکم دے دیا کہ یہ کوہ باطن پھر میرے سامنے حاضر نہیں ہوں۔ وہاں سے دل شکستہ

قاضی وقتی کا انجام

و ذلیل ہو کر گھر لوٹے اور اسی رات کو دونوں مر گئے۔ سلطان نے جب سنا تو کہا کہ حضرت خواجہ نے تو فرمایا ہی تھا کہ یہ نالائق اپنی زندگی سے سیر ہو چکے ہیں اور جلد ہی اس دنیا سے سفر کرنا چاہتے ہیں چنانچہ وہی ہوا۔

رئیس نام کا ایک شخص تھا اس نے ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک قبۃ ہے جس کے دروازہ پر لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے اور ایک چھوٹے قد کے بزرگ بار بار قبۃ کے اندر

غفلت پر شہانی

جاتے ہیں اور آتے ہیں اور لوگوں کو پیام پہنچاتے ہیں رئیس نے کہا کہ یہ کیا قبۃ ہے؟ اور جو آدمی اندر جاتے اور آتے ہیں وہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ قبۃ کے اندر سردار عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ آدمی

جو آتے جاتے ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود خادم رسول اللہ ہیں۔ رئیس نے فوراً پیغام کھلا بھیجا کہ علام دیر سے مشتاق دیدار ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود قدس اللہ سرہ جو اب لائے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ابھی تم کو میرے دیدار کی اہلیت نہیں ہوئی ہے جاؤ اور میرا سلام خواجہ بختیار الدین کا کی کو پہنچاؤ۔ اور ان سے کہو کہ درود کا تحفہ جو تم ہر رات کو پہنچاتے تھے وہ مجھے مل جاتا ہے لیکن ادھر تین رات سے

وہ تحفہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ رئیس بیدار ہو کر فوراً حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ خواب میں دیکھا تھا بیان فرمایا۔ حضرت خواجہ نے فوراً اٹھ کر درود پڑھنا شروع کیا اور پھر تھوڑی دیر تک سر جھکا کر بیٹھے

رہے اس غفلت کی وجہ دراصل یہ ہوئی تھی کہ خواجہ نے ایک عورت سے عقد کیا تھا۔ اور تین شب تک

اس کے حق زوجیت کے ادا کرنے میں مشغول رہے تھے اور اسی وجہ سے درود کا تحفہ معمول کے مطابق پہنچانا ناممکن ہو گیا تھا۔ پھر اسی وقت انہوں نے اس عورت کا ہر ادا کر کے اسے علیحدہ کر دیا اور آئندہ غفلت سے توبہ کی۔

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ العزیز کا کثیر
نظام الدین اولیا اور خواجہ بختیار کاکی غیاث پور سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے روضہ متبرکہ کی

زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن ان کے دل میں یہ بات آئی کہ معلوم نہیں میرے حاضر ہونے کی حضرت خواجہ کو خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ جب روضہ متبرکہ کے قریب پہنچے تو حضرت خواجہ کو قبر پر موجود پایادہ یہ شعر پڑھ رہے تھے

مرزندہ پنڈارچوں خویشتن • من آیم بہ جاں گرتو آئی بہ تن

ایک مرتبہ اختیار الدین ایک جا جب کچھ نقد حضرت خواجہ کے پاس بطور نذر لایا
دولت کے لیے نیازی حضرت خواجہ نے اسے قبول نہیں فرمایا اور کہا کہ فقیروں کو ان چیزوں کی ضرورت

نہیں۔ اس نے جب بہت اصرار کیا تو حضرت خواجہ نے جس بوریے پر بیٹھے ہوئے تھے اس کا ایک کونہ الٹ دیا اور فرمایا کہ نیچے دیکھو۔ اس نے دیکھا کہ سونے کی نہر جاری ہے وہ حیران رہ گیا پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ غیب کا خزانہ اپنے دوستوں کے تصرف میں دے دیتا ہے۔ ان کو تم لوگوں کے روپے کی ضرورت نہیں۔

جس زمانے میں حضرت سلطان العارفین خواجہ معین الدین چشتیؒ تعمیر سے
خواجہ بختیار کاکی کی مقبولیت ادبلی تشریف لائے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ان کے استقبال کیلئے

آگے بڑھے اور قدمبوسی کر کے اپنے گھر لائے اور ہمہ دم اپنے مریدوں اور خلفاء کے ساتھ خدمت میں لگے رہے۔ جب سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر شریف واپس جانے لگے۔ تو تمام مشائخ کبار اور اکابر نامدار آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے لیکن شیخ نجم الدین صغریٰ نہیں آئے۔ سلطان العارفین مہربانی فرما کر خود ان کے گھر گئے اور اپنے کے لئے نہ آنے کی وجہ پوچھی۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے دلگیر ہو کر جواب دیا کہ آپ نے اپنے خلیفہ کو ایسا اس جگہ چھوڑا ہے کہ سارے لوگ اسی طرف رجوع ہیں۔ مجھے ایک پتے پان کے لئے بھی کوئی نہیں یاد کرتا۔ حضرت سلطان العارفین کو یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے فوراً حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو جو دروازے پر کھڑے تھے مخاطب کر کے فرمایا کہ بابا قطب الدین! تم میرے ساتھ چلو۔ کیونکہ بعض لوگ یہاں نماز کرنے سے ناراض ہیں پس

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ آپ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ چھوٹے بڑے، عورت مرد دہلی کے سارے لوگ آپ کے پیچھے دوڑے اور جس جگہ آپ کا قدم پڑتا تھا وہاں کی دھول منہ پر ملتے تھے۔ حضرت سلطان العارفينؒ نے جب یہ حال دیکھا تو فرمایا قطب الدین! تم اسی جگہ ٹھہرو۔ دہلی کے لوگ تمہیں نہیں چھوڑیں گے پھر حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اپنے پیر سے رخصت ہو کر دہلی لوٹ گئے۔

خواجہ معین الدین چشتی سے آخری ملاقات

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو اپنے پیر کی قدیموسی کا شوق غالب کیا۔ انہوں نے عرضداشت بھیجا جواب آیا کہ ہم بھی تم سے ملنے کے خواستگار ہیں۔ جلد آؤ کیونکہ دنیا میں یہ آخری ملاقات ہوگی۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ فوراً ہی اجمیر شریف روانہ ہو گئے۔ اور منزل مارتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ اور دیدار سے شرفیاب ہوئے۔ آخر ایک دن حضرت سلطان العارفينؒ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا کہ خدا کے دوست کے لئے تین صفیتیں ضروری ہیں اول خوف دوم رضا، سوم محبت، خوف سے مراد یہ ہے کہ جہنم کے عذاب سے بچنے کے لئے گناہ چھوڑ دے۔ رضا کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت کے سلسلے میں سوائے اس کے کسی کی یاد دل میں نہ آئے۔ ہر مخلوق فانی ہے کل شیء حادث و آلا و جہہ۔ دنیا کی ساری چیزیں سوائے ہاری تعالیٰ کے ختم ہونے والی ہیں اور ہر شخص کو اس دنیا سے سفر کرنا ہی ہے اب چند ہی دنوں میں میرے اور دوستوں کے درمیان جدائی ہونے والی ہے۔ اور مجھے اجمیر ہی میں دفن ہونا ہے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو خبر دو کر میرے پاس آئیں۔ حضرت خواجہ کو جیسے ہی اطلاع ملی فوراً حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے پھر حضرت سلطان العارفينؒ نے کلاہ چہارتی کی اور دستار اپنے دست مبارک سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے سر پر رکھا اور حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا عصا مصحف، مصلا اور خرقة بھی ان کو عنایت فرمایا اور کہا کہ ہمارے خواجگان سے یہ ہم کو ملا تھا۔ میں نے حتی الامکان اس کا حق ادا کیا اب تم شکریہ جلاؤ کہ کل شرمندہ نہ ہو۔

پند و نصال پھر فرمایا کہ اے میرے فرزند عزیز! عارف لوگ آفتاب کی طرح دنیا میں چمکتے ہیں اور سارے جہاں کو معرفت کی روشنی سے روشن کرتے رہتے ہیں۔ اہل محبت کا وہ مقام ہے جو فرشتوں کو بھی حاصل

نہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ چار چیزیں آدمی کو نفس کو قید سے نجات دلاتی ہیں۔ اول یہ کہ درویشی کی دولت سے اپنے کو مالا مال کر دے۔ دوسرے یہ کہ بھوک میں بھی آسوی ظاہر کرے تیسرے یہ کہ غم میں بھی خوش رہے اور چوتھے یہ کہ

لوگوں کی برائی کا بدلہ ہمیشہ نیکی سے دے۔ جب یہ باتیں ختم ہوئیں تو حضرت قطب الدین بختیار کاکئی نے اپنا سر پیر کے قدم مبارک پر رکھ دیا۔ حضرت سلطان العارفين نے اپنا دستِ حق پرست ان کے سر پر پھیرا اور فرمایا بابائے من! تم کو میں نے خدا کے سپرد کیا۔ اور منزل کے قریب تک پہنچا دیا۔ جہاں جاؤ وغیرہ سے رہو اور مجرور رہو۔ اور جہاں ہو باخدا رہو۔ پھر ان کا سر اٹھایا اور دعا فرمائی اور با چشمِ پرہیزم دہلی کی طرف رخصت کر دیا۔ چند روز کے بعد ایک شخص اجمیر شریف سے آیا اور اس نے حضرت قطب الدین بختیار کاکئی سے کہا کہ آپ کے دہلی سے رخصت ہونے کے بیس روز بعد سلطان العارفين حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے رحلت فرمائی۔ اس خبر سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکئی کو بہت شدید صدمہ ہوا۔ آپ نے روتے ہوئے اپنے پیر کے نام فاتحہ پڑھا پھر کہا۔ خدا کے دوستوں کو موت نہیں آتی ہے۔ البتہ وہ ظاہری آنکھوں سے روپوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کی دلالت کا تصور قیامت تک آتی رہتا ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکئیؒ بانیس جلیل القدر اور کامل خلفا رکھتے تھے جن کے اسمائے

خلفا کے اسمائے گرامی گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ، شیخ بدر الدین غزنویؒ، شیخ برہان الدین بلخیؒ، شیخ ضیاء رومیؒ، سلطان شمس الدین اولیا، بابا بکری بکر دریا، مولانا فخر الدین حلوانیؒ، خواجہ پیر و شیخ سعد الدین مہلوف، شیخ محمود بہاریؒ، مولانا محمد جابر، سلطان نصیر الدین غازی، قاضی حمید الدین ناگوریؒ، شیخ محمود، مولانا برہان الدین حلوانیؒ، شیخ محمد سماچیؒ، شیخ احمد مدینیؒ، شیخ حسین، شیخ فیروز، شیخ بدر الدین ہوتے تاب، شاہ خضر قلندر، شیخ نجم الدین قلندر، قدس اللہ اسرار ہم۔

وقات عید کے روز جب حضرت قطب الدین بختیار کاکئیؒ نماز پڑھ کر لوٹ رہے تھے تو اس جگہ جہاں اس وقت آپ کا روضہ مقدس ہے آپ نے اپنی سواری کو کھڑا کیا اور کچھ سوچنے لگے۔ خدام نے پوچھا کہ حضرت کیا سوچ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس جگہ سے دوست کی بو آتی ہے۔ اس زمین کے مالک کو بلایا جائے جب زمین کا مالک آیا تو آپ نے اس کی مزمانگی قیمت ادا کر دی اور اس جگہ کو اپنے مرقد کے لئے متعین فرمایا۔ ایک دن حضرت قطب الدین بختیار کاکئیؒ محفلِ سماع میں تھے۔ گریہ طاری تھا۔ صلاح الدین اور ان کے لڑکے کریم الدین اور نصیر الدین یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

عاشقِ رویت کجا بیند کس بستہ موت کجا یا بد خلاص

تھوڑی دیر کے بعد قوالوں نے یہ شعر گانا شروع کیا۔

تشنگانِ غنچہ تسلیم را : ہر زمان از غیب جان دیگر است

حضرت خواجہ وجد کے عالم میں تھے۔ اور ہر مرتبہ ہاتھ اس طرح مارتے تھے کہ زمین سے اچھل جاتے تھے۔ یہ سلسلہ ایک دن اور رات جاری رہا۔ صرف نماز کے وقت ہوش آجاتا اور نماز ادا کر لیتے۔ ایک دن گذر جانے کے بعد بھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا اور ہر بن مو سے خون ٹپکنے لگا۔ اور جو قطرہ خون کا زمین پر گرتا اس سے اسمِ الہی بکھا جاتا دوسرے دن ہر بن مو سے سبحان اللہ کی آواز سنائی دینے لگی، تیسرے روز یہ کیفیت ہو گئی کہ قوال جب پہلا مصرعہ پڑھتے تھے۔ تو روح پرواز کر جاتی تھی۔ اور جب دوسرا مصرعہ پڑھتے تھے تو روح جسدِ خاکی میں واپس آجاتی تھی۔ یہاں تک کہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۵ھ چاشت کے وقت آپ نے قوالوں کو اشارے سے دوسرا مصرعہ پڑھنے سے منع فرمایا اور ایک نعرہ مار کر حلقِ حقیقی سے جا ملے۔

نماز جنازہ جنازہ جب تیار ہوا تو مولانا ابو سعید نے کہا کہ حضرت خواجہ نے ہم لوگوں کو وصیت فرمائی ہے کہ میرے جنازے کی نماز وہی شخص پڑھائے جس نے اپنا ازارِ حرام کاری کے لئے نہ کھولا ہو اور عصر کے نماز کی سنت اور پہلی تکبیر نہ چھوڑی ہو اس وقت سلطان شمس الدین اولیا جو کہ حضرت کامریہ اور خلیفہ بھی تھا کے علاوہ تمام اکابر مشائخ اور فقرا بھی حاضر تھے۔ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے جب کوئی آگے نہ بڑھا تو سلطان شمس الدین تھوڑے نال کے بعد آگے بڑھا اور یہ کہتے ہوئے امامت کے لئے تیار ہو گیا کہ میں چاہتا تھا کہ میری حالت کسی پر ظاہر نہ ہو۔ لیکن جب حضرت خواجہ کی یہی مرضی ہے۔ تو پھر کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ نماز جنازہ پڑھالے کے بعد ایک طرف اس نے خود جنازہ اٹھایا اور تین طرف دوسرے اولیا اور فقرا نے اٹھایا یہاں تک کہ اس مقام پر لائے جو پہلے ہی سے مرقد مقدس کے لئے متعین کیا گیا تھا۔ اور سپردِ خاک کیا۔ آپ کی تاریخ وصال از خواجہ بود لوگوں نے بھی ہے۔

شیخ بدر الدین کی روایت شیخ بدر الدین غزنوی قدس اللہ سرہ العزیز بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت نزدیک آیا۔ مجھ پر غنودگی طاری ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ اپنے حجرے سے نکل کر آسمان کی طرف متبسم جا رہے

ہیں۔ اور میری طرف دیکھ کر فرماتے ہیں کہ بڑا الدین! اللہ کے دوستوں کو موت نہیں آتی۔ وہ جہاں چاہتے ہیں رہتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ ان کو اختیار ہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ حضرت رحلت فرما چکے ہیں۔



حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج مسعود ابو دھنی الفاروقی قدس اللہ سرہ مشائخ عظام میں سے تھے آپ نے دینی و دنیوی نعمتوں میں سے کسی چیز کو بجز عشق و جمال حق تعالیٰ قبول نہیں فرمایا۔ اور آپ نے ایک عالم کو منزل مقصود تک پہنچایا۔ صوفیا آپ کو قطب الکاملین، سرور ارباب توحید، سر دفتر اصحاب تجرید، امام سنن نبوی، سلطان حقیقت معنوی، شمع کشف و کرامات اور لجاؤ الفقراء و المساکین کے القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ خرقہ فقر و ارادت آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکلیؒ سے عنایت ہوا تھا۔ آپ صائم الدھر تھے، آپ کے مطبخ میں جو کچھ بکتا پہلے فقرا مساکین اور حاضرین محفل کو تقسیم فرماتے پھر اس میں سے تھوڑا سا لے کر افطار کر لیتے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

اسماء گرامی آپ نے بچانوں سے برس کی عمر پائی۔ پہلے آپ کا نام مسعود رکھا گیا تھا۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار نے ایک تقریب میں اپنا نام ان کو عنایت فرمایا تھا اسی طرح شکر گنج کا خطاب بھی آپ کو اپنے پیر سے ملا تھا۔ آپ کے ایک سو ایک نام اور القاب ہیں جن کو اگر کوئی شخص کسی مہم میں مقصد برآری کے لئے پڑھے تو مجرب اور مفید ہوگا۔ وہ اسماء یہ ہیں۔

قطب الموحیدین شیخ فرید، خواجہ فرید، مخدوم فرید، بابا فرید، شاہ فرید، مولانا فرید، حاجی فرید، درویش فرید

مسکین فرید، عاجز فرید، فقیر فرید، غریب فرید، موحد فرید، مسعود فرید، محمود فرید، چشتی فرید، ابودھنی فرید، حامد فرید، حمید فرید، کامل فرید، مکمل فرید، خادم فرید، عالم فرید، صادق فرید، صابر فرید، شاکر فرید، امام فرید، مجتہد فرید، متدین فرید، متوکل فرید، سالک فرید، مسالک فرید، زائد فرید، عابد فرید، متقی فرید، محب فرید، مرشد فرید، برحق فرید، وکیل فرید، خالص فرید، مخلص فرید، عاشق فرید، عارف فرید، اعظم فرید، معظم فرید، ہادی فرید، ہندی فرید، دلی فرید، شیخی فرید، قطب فرید، غوث فرید، مغیث فرید، سیاح فرید، جہاں گشت فرید، کبیر فرید، شکر گنج فرید، شکر بار فرید، فرید الحق فرید، حبیب فرید، عزیز فرید، مقبول فرید، صوفی فرید، صاحب فرید، محقق فرید، مدقق فرید، خیر فرید، خیر فرید، فخر فرید، سلطان فرید، برہان فرید، فاضل فرید، واصل فرید، دم فرید، قدم فرید، اول فرید، آخر فرید، ظاہر فرید، باطن فرید، جل فرید، . . . فرید، بحر فرید، یحییٰ فرید، یمیت فرید، نور اللہ فرید، نظر اللہ فرید، فضل اللہ فرید، فیض اللہ فرید، صبغتہ اللہ فرید، نقطتہ اللہ فرید، اہل اللہ فرید، امیر اللہ فرید، سر اللہ فرید، عزیز اللہ فرید، عزیز اللہ فرید، روح اللہ فرید، عبد اللہ فرید، محیط اللہ فرید، قطب الاقطاب فرید، مشکل کشا فرید، قاضی الحاجات فرید، یاقق عزوجل بحرمت اس، نامہائے حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج، مارادہمہ معتقدان و مریدان اور بالمقصد دل و مطلوب جانی برساں و جمیع حاجت دینی و دنیوی روا کردانی و روح مقدس ایشان را ہمیشہ خوشنود و دار و اندر مریدان ایشانم شمار یا ارحم الراحمین۔

حسب و نسب | حضرت شیخ فرید الدین مسعود شکر گنج فرخ شاہ کابلی کے خالوادے سے تعلق رکھتے تھے آپ کا نسب نامہ کابل کے بادشاہ فرخ شاہ سے ملتا ہے اور اس سے اوپر حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج مسعود ابودھنی، ابن شیخ سلیمان، ابن شیخ شعیب، ابن شیخ محمد بن شیخ یوسف ابن شیخ شباب الدین المعروف بہ فرخ شاہ کابلی، ابن نصیر فخر الدین محمود، ابن سلیمان، ابن شیخ مسعود، ابن شیخ عبد اللہ واعظ الاصغر، ابن واعظ الاکبر، الوالفتح، ابن شیخ اسحاق، ابن شیخ ناصر، ابن شیخ عبد اللہ، ابن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابن الخطاب، ابن ثقیل، ابن عبد العزیز، ابن ریاح، ابن فرط، ابن عدی، ابن کعب ابن لوی، ابن غالب، ابن فرہ ابن مالک، ابن نصر اور یہ سب قریش مکہ تھے۔

فرخ شاہ عادل کابلی کے عہد میں حوادث روزگار سے کابل کی سلطنت سلاطین غزنویں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ لیکن سلطان مذکور کے فرزند چنگیز خاں کے حملے تک کابل میں ہی مقیم تھے، آپ کے جد بزرگوار کے والد اس جنگ میں شہید ہوئے آپ کے جد بزرگوار حضرت قاضی شعیب اپنے تین لڑکوں اور کچھ مال و متاع کے ساتھ لاہور وارد ہوئے۔ اور ملتان کے مضافات میں ایک قصبہ کسنی وال بنے۔ بادشاہ ہندوستان کی اجازت سے وہیں اقامت گزیرے ہوئے۔ یہاں تک کہ ۵۹۵ھ ان کے خاندان میں قطب الکاملین حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج پیدا ہوئے۔

آپ کی والدہ کی کرامت حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کے والد ماجد سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ مولانا دجیب الدین خجندی کی صاحبزادی بڑی

صالحہ اور پار ساخاتون تھیں۔ سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ ایک لڑکی آپ کی والدہ کے گھر میں چور داخل ہوا۔ وہ دروازہ کے اندر قدم رکھتے ہی اندھا ہو گیا۔ اس نے سچ لیا کہ یہ کسی بزرگ کا گھر ہے۔ وہ شوئی قسمت سے آ گیا ہے۔ اور اس نے عہد کیا کہ اگر میری بینائی لوٹ آئی تو میں پھر کبھی چوری نہ کروں گا۔ اور مسلمان ہو جاؤں گا۔ وہ ولیہ کامل نے اپنے نور باطن سے سب کچھ جان لیا۔ انہوں نے اسی وقت اللہ سے دعا کی اور اس چور کی بینائی لوٹ آئی۔ وہ گھر بھاگا اور دوسرے روز اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آکر مسلمان ہو گیا۔ حضرت بی بی نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ اور اس کے بارے میں دعا فرمائی۔ دعا کی برکت سے وہ کابلین میں سے ہو گیا۔

تعلیم و تربیت حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج مکتب میں ابتدائی تعلیم سے متاثر ہوئے ہی مدت میں فارغ ہو کر اپنی تعلیم کے لئے ملتان تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے ایک مدرسہ میں نافع نام کی ایک فقہ کی کتاب پڑھنے لگے۔ اسی زمانے میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی ہندوستان جاتے ہوئے ادھر سے گزرے اور آپ پر نظر پڑی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے ازراہ شفقت ان سے پوچھا کہ لڑکے کیا پڑھتے ہو؟ جواب دیا علم فقہ میں نافع نام کی ایک کتاب پڑھتا ہوں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے فرمایا کہ انشاء اللہ تم کو نافع سے نفع ہوگا۔ اس جملہ کے کہنے کے بعد حضرت فرید الدین شکر گنج کا دل حضرت خواجہ کی

طرف کھینچ گیا۔ اور ان کی خدمت میں آکر ان کے عقیدت مندوں اور خادموں میں شامل ہو گئے۔ حضرت خواجہ جیب دہلی روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت بابا فرید الدین شکر گنج بھی ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ بابا فرید! جاؤ اور کچھ دن ملتان ہی میں مٹھر کر تحصیل علم کرو۔ اس کے بعد دہلی میرے پاس آجانا۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج نے ویسا ہی کیا۔ اور حضرت خواجہ کے جانے کے بعد پانچ برس تک تحصیل علوم میں مشغول رہے پھر دہلی پہنچ کر حضرت خواجہ کی قدمبوسی حاصل کی

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے ان کے لئے اپنے آستانہ کے نزدیک ایک حجرہ

شکر گنج کی وجہ تسمیہ اور سے دیا کہ وہاں ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہیں۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ حضرت خواجہ دیکھ جاتے۔ کئی سال اس طرح گزرنے کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا۔ کہ طے کا روزہ رکھا کرو۔ آپ نے ویسا ہی کیا۔ ایک دن افطار کے وقت ایک شخص کئی روٹی دے گا۔ آپ نے اس سے افطار کیا ہی تھا۔ کہ درخت کے اوپر ایک کوا بیٹھا کسی جانور کی آنت کھا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ کی طبیعت متلا گئی اور جو کچھ کھا یا تھا۔ سب اگل دیا اس واقعہ کو جب انہوں نے اپنے پیر حضرت خواجہ سے بیان فرمایا تو انہوں نے کہا کہ اسے مسودہ! تین روز کے بعد تم کو جو روٹی ملی تھی وہ ایک شراب فروش کے یہاں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اس کو وہ غذا کو بھی تمہارے معدہ میں رہنے نہیں دیا۔ اب جاؤ تین روز اور طے کا روزہ رکھو۔ اور جو چیز تم کو غیب سے ملے اسی سے افطار کرنا۔ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج نے تعمیل حکم میں متواتر طے کا روزہ رکھا جب چھ روز کے بعد بھی ان کو کھانا نہیں ملا تو ان پر شدید ضعف طاری ہو گیا۔ ایک پھر رات گزری ہو گی۔ کہ شدت گرسنگی سے بے قابو ہو کر وہ ادھر ادھر ہاتھ ٹپکنے لگے۔ چند سنگریزے ہاتھ میں آگئے اس کو انہوں نے منہ میں ڈال لیا۔ ہاتھ کی برکت سے وہ سنگریزے منہ میں شکر ہو گئے۔ انہوں نے اس کو تھوک دیا۔ آخر رات کو پھر بے طاقتی سے سنگریزہ لے کر منہ میں ڈال لیا۔ وہ سنگریزے پھر شکر بن گئے۔ پھر آپ نے سمجھا کہ یہ اللہ کا عطیہ ہے۔ اور اسی سے افطار کیا۔ دن ہونے پر آپ نے یہ واقعہ اپنے پیر سے بیان فرمایا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ فرید! تم نے خوب کیا جو اس سے افطار کیا۔ وہ شکر عالم غیب سے آئی تھی۔ اور جو کچھ غیب سے ملے وہ پاک اور بے عیب ہے۔ جاؤ اسی طرح تم کو شکر ملتی رہے گی۔ اسی روز سے حضرت کا لقب شکر گنج پڑ گیا

ایک مرتبہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر شریف سے دہلی
 تشریف لائے تھے اور حضرت قطب الدین بختیار کاکئیؒ نے اپنے خلفا
 کو آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور آپ کے دربار سے ہر شخص کو اس کی لیاقت کے مطابق نعمت ملی تھی تو آپ نے
 حضرت قطب الدین بختیار کاکئیؒ سے پوچھا کہ تمہارے مریدوں میں سے اور بھی کوئی رہ گیا ہے۔ حضرت قطب الدین
 بختیار کاکئیؒ نے جواب دیا کہ مسعود نامی ایک درویش رہ گیا ہے جو چلپ میں بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت سلطان العارفین
 نے فرمایا کہ بلاؤ۔ اس سے بھی مل لوں۔ پھر دونوں بزرگوار صاحب اسرار حضرت گنج شکرؒ کے حجرے کے پاس
 آئے اور دروازہ کھولا۔ حضرت گنج شکر شدت ضعف کے باعث تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہو سکے۔ مجبور ہو کر زمین
 پر سر رکھ دیا۔ حضرت سلطان العارفین نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ اے قطب الدین اب تک اس بے چارے کو مجاہدہ
 میں تپاتے رہو گے۔ آدھم دونوں کچھ اس کو دے دیں۔ پھر ان کا دلایاں بازو پکڑ کر اٹھایا۔ بایاں بازو حضرت قطب الدین
 بختیار کاکئیؒ نے پکڑ لیا۔ پھر حضرت سلطان العارفین خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ الہی فرید
 کو قبول کر! اور کامل ترین درویشوں کے مرتبہ پر پہنچا۔ آواز آئی کہ میں نے فرید کو قبول کیا۔ فرید فرید بہ اور وحید عہد ہے

پھر حضرت خواجہ نے اسی وقت ان کو اسم اعظم جو پیرانِ چشت
 سے سینہ بہ سینہ چلا آ رہا تھا سکھایا۔ اسم اعظم سیکھتے ہی علم لدنی

ان پر منکشف ہو گیا۔ اور اللہ اور ان کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد حضرت سلطان خواجہ
 معین الدین چشتیؒ نے اپنی خلعت خاصہ سے ان کو نوازا۔ اور حضرت قطب الدین بختیار کاکئیؒ نے دستار درجو کچھ لوازمات
 خلافت تھے عطا فرمایا۔ اس محفل میں قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا علی کرمانی، سید نور الدین غزنوی، مولانا مبارک
 شیخ نظام ابوالموید مولانا شمس الدین ترک اور خواجہ محمود مونیہ دوز قدس اللہ اسرارہم بھی موجود تھے۔ آخر میں سلطان
 العارفین خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا کہ بابا قطب الدین نے ایک ایسا عظیم شاہباز دام میں لایا ہے جس کا
 اشیانہ صرف سدرۃ المنتہا ہی ہو سکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ اپنا عصا لے کر چلے۔ پتہ ہی
 حضرت شکر گنجؒ کا اظہارِ تلامت
 تدرج چلنے کے بعد انہوں نے عصا ہاتھ سے پھینک دیا اور تلامت

پشیمانی کے اثرات روئے مبارک سے ظاہر ہونے لگے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ وہاں پر حاضر تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت کے تفکر اور حیرت کی وجہ نہیں معلوم ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ عصا پر میں نے فلاسفا لیا تھا کہ عتاب الہی نازل ہوا کہ مجھے چھوڑ کر دوسری چیز پر تو نے سہارا کیوں لیا میں نے عصا پھینک دیا اور شرمندہ ہوں

ہانسی میں قیام ایک مرتبہ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج نے اپنے پیر کی خدمت سے رخصت سفر جا ہی حضرت

انوار قطب الدین بختیار کالی نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے فرید الدین! میں جانتا ہوں کہ میرے آفریقہ میں تم موجود نہیں ہو گے۔ کہ یہ مقدر ہو چکا ہے۔ جاؤ لیکن میرے انتقال کے دو تین روز بعد جب تم آنا تو فانی پڑھنا

اور تمہاری امانت جو قاضی حمید الدین کے حوالے کر دی جائے گی اسے لے لینا۔ پھر حضرت فرید الدین شکر گنج اپنے پیر سے رخصت ہو کر ہانسی پہنچے اور کچھ دن وہاں قیام فرمایا۔ جس دن حضرت قطب الدین بختیار کالی کا وصال ہوا

اسی رات کو آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت پیران کو بلا رہے ہیں۔ فوراً ہانسی سے دہلی روانہ ہو گئے اور ٹھیک سوم کے دن وہاں پہنچے۔ اپنے پیر کے روضہ مقدسہ پر حاضر ہو کر زیارت کی اور ضرقہ وغیرہ جو حضرت قاضی کے پاس

امانت تھا لے لیا اور تین روز ٹھہر کر پھر ہانسی کے لئے روانہ ہوئے۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ پیر کی جگہ پر رہیں لیکن آپ نہ مانے اور فرمایا کہ میرے پیر کی جو چیز ہے۔ چاہے میں جہاں رہوں میرے پاس رہے گی، ہانسی میں قیام

کرنے کے بعد آپ کی شہرت حد سے زیادہ ہو گئی۔ لوگوں کے ازدحام سے گھبرا کر آپ وہاں سے اجودھن چلے گئے۔ وہ دیران جگہ آپ کو

اجودھن میں قیام بہت پسند آئی کہ یہاں عبادت و ریاضت کا موقع کافی ملے گا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد وہاں سے بھی کہیں دوسری جگہ جانے کا آپ نے ارادہ کیا لیکن آپ کے پیر کا حکم ہوا کہ وہیں ٹھہرنا ہے چنانچہ اپنے

دیس مسکن بنا لیا۔ ایک دن سلطان غیاث الدین آپ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا تو لوگوں کا اتنا زیادہ ہجوم ہوا۔ کہ آپ گھبرا گئے غیب سے آواز آئی کہ اے شیخ نہ گھبراؤ۔ تحمل سے کام لو۔ پھر آپ نے کسی کو زیارت سے نہیں روکا اور نہ گھبرائے

حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج جب اجودھن تشریف لائے تو کئی فوجی جوگی کے قبیلہ حرکات کا خاتمہ ان کے ساتھ تھے۔ جس جنگل میں آپ نے قیام فرمایا وہاں وحشی

جانور کافی تھے۔ یہ جگہ آپ کو عبادت و ریاضت کے لئے بہت پسند آئی۔ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک گارت

دودھ کا کوزہ سر پر لئے ادھر سے گزری۔ آپ نے اس سے پوچھا ماں! کہاں سے آرہی ہو؟ کہاں جا رہی ہو اور سر پر کیا رکھے ہوئے ہو؟ وہ عورت اس سوال پر رونے لگی۔ اور کہا اے خدا کے نیک بندے! اس قصبہ میں ایک جوگی رہتا ہے جو ہم غریبوں پر مصیبت لاتے ہوئے ہے۔ اگر اس کے حکم سے کوئی ذرا بھی سرتابی کرتا ہے تو اس پر پلانا نازل کرتا ہے اور اسے تباہ کر دیتا ہے۔ جس سے جو چاہتا ہے اپنے چیلوں سے منگو لیتا ہے۔ کسی کو انکار کی مجال نہیں ہے۔ مثلاً ابھی جو میں یہ دودھ لے جا رہی ہوں اگر نہ پہنچاؤں تو میرے گھر میں جتنا دودھ ہے سب خون ہو جائے گا اس ڈر سے لوگ خود ہی پہنچا دیتے ہیں۔ ابھی جو آپ سے بات کرنے میں دیر ہو گئی ہے معلوم نہیں اس کی کیا سزا مجھے ملے گی۔ بابا فرید شکر گنج نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ گھبراؤ نہیں۔ اور یہ دودھ سب فقرا کو خوشی سے تقسیم کر دو۔ تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اس جوگی کا ایک چیلہ پہنچا اور اس نے اس عورت کو دیکھا چاہا لیکن حضرت نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا خاموش بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گیا اور اس کی زبان بند ہو گئی۔ دوسرا پہنچا وہ بھی چپ بیٹھ گیا اسی طرح اس کے سب شاگرد آتے گئے اور بیٹھ گئے۔ کوئی بھی ان میں سے اٹھنا چاہتا تو اٹھ نہیں سکتا اور جم کر رہ گیا۔ آخر میں ان لوگوں کا گرد جوگی پہنچا اس نے اپنے چیلوں کی یہ بے بسی دیکھی تو غصہ سے آگ بگولا ہو گیا اور جادو سحر کے ذریعہ ان کو چھوڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس نے لاکھ کوشش کی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آخر میں جب اس نے دیکھا کہ دریا کے سامنے قطرے کی نہیں چلے گی۔ تو عاجزی اور انکساری سے عرض کیا کہ میرے شاگردوں کو چھوڑ دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ تجھ کو اور تیرے شاگردوں کی صرف ایک شرط پر رہائی مل سکتی ہے۔ کہ تو اس دیار سے دفع ہو جا اور کبھی اس طرح کی ظالمانہ اور یہودہ حرکتوں کے کرنے کا ارادہ نہ کرنا۔ اس نے منظور کیا اور اپنے شاگردوں سے اپنا سب سامان اپنے گھر سے منگو کر دیں سے کہیں دوسری جگہ چلا گیا اور اس جگہ سے کفر و ضلالت اور ظلم و جبر کا خاتمہ ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت بابا فرید شکر گنج اس جوگی کے ٹھکانے پر آکر اقامت گزیریں ہو گئے۔ اور فرمایا کہ فقیر کے گھر فقیر کے سوا اور کون رہ سکتا ہے۔

زکوٰۃ کی اقسام ایک مرتبہ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کی مجلس میں زکوٰۃ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی حضرت بابا فرید الدین شکر گنج نے فرمایا کہ زکوٰۃ تین طرح کی ہے۔ زکوٰۃ شریعت، زکوٰۃ طریقت اور زکوٰۃ حقیقت۔ زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ دو سو درہم میں پانچ درہم مستحقوں کو دیا جائے۔ زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ

دوسو درہم میں سے پانچ درہم اپنے پاس رکھا جائے اور بقیہ سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے اور زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ دوسو درہم میں سے سب کا سب راہِ خدا میں دے دیا جائے اور اپنے پاس اللہ اور اس کے رسول کے سوا اور کچھ نہ چھوڑا جائے۔

درویشی کی تعریف درویشی نام ہی ہے خود فروشی اور بے خویشی کا جیسا کہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کو ایک مرتبہ اس فقیر نے دیکھا کہ کم و بیش دس ہزار درہم روزانہ ان کے پاس آتا تھا اور وہ سب کا سب اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیتے تھے۔ یہاں تک رات کو ایک پیسہ بھی باقی نہ رہتا۔ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت مالک دینارؒ کسی درویش کے پاس گئے۔ وہ جو کی دوروئی بغیر نمک ان کے سامنے لائے۔ حضرت مالک دینارؒ نے کہا کہ اگر کچھ نمک اس میں ہوتا تو بہتر تھا۔ درویش کی لڑکی نے سنا تو گھر کا ایک برتن بقال کے یہاں گروی رکھ کر نمک لے آئی۔ اور حضرت مالکؒ کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے کہا البتہ قناعت اس کو کہتے ہیں۔ لڑکی نے جواب دیا کہ اگر قناعت ہوتی تو بقال کی دوکان پر نمک کے لئے میرا کوزہ گروی نہ ہوتا کئی سال سے ہم لوگوں نے نمک کی صورت نہیں دیکھی ہے۔

اس مجلس میں حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے خلیفہ اور داماد شیخ بدر الدین اسحاقؒ نے ان سے پوچھا کہ اسراف کس کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی راہ میں جو خرچ نہ ہو وہ اسراف ہے۔

درویشی کی شرائط ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں درویشی پر گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ درویشی پر وہ لڑکی کو کہتے ہیں۔ اور درویشی کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں۔ اول یہ کہ آنکھ کو اندھا کر لے

کہ دوسروں کا عیب نہ دکھائی دے۔ دوسرے کان کو بہرہ کر لے کہ کچھ نہ سناؤ دے تیسرے زبان کو گونگا کر دے تاکہ کوئی بیہودہ بات زبان سے نہ نکلے۔ دوسرے پیر کو لنگڑا کر لے تاکہ نفس کی خواہش پر کسی جگہ جانہ سکے جس شخص میں یہ چاروں عادتیں ہیں وہی درویش ہے۔ خواہ اس کا لباس اہل دنیا ہی کا ہو۔ اور اگر یہ چاروں عادتیں نہیں ہیں تو وہ درویش نہیں ڈاکو اور خود پرست ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ ضروری دل سے حاصل ہوتا ہے اور ضروری دل حرام لقمہ سے پرہیز کرنے سے ہوتا ہے

حضرت جمال ہانسوی پر عتاب ایک مرتبہ حضرت شیخ سہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہ نے شیخ جمال ہانسوی، حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ سے مانگا کہ کچھ دنوں تک

ساتھ رہنے دیا جائے۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ نے فرمایا کہ کوئی اپنے جمال کو کسی کو دیتا ہے۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین خاموش رہے کچھ دنوں کے بعد پھر مانگا۔ حضرت خاموش رہے۔ مجبور ہو کر حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا نے اپنے جذبِ باطن سے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا یہاں تک کہ انہوں نے خود ہی جانے کی اجازت مانگی۔ ایک مرتبہ تو حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ خاموش رہے۔ لیکن جب دوسری مرتبہ انہوں نے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ہکے پاس جانے کی اجازت مانگی تو غصہ میں آ کر فرمایا کہ جاؤ اور اپنا منہ کالا کرو۔ اتنا کہنا تھا کہ حضرت جمال ہانسویؒ کی ساری نعمتیں سلب ہو گئیں اور چہرہ کارنگ واقعی بدل گیا۔ اور وہ دشت و صحرا میں بھٹکنے لگے۔ کپڑا تار تار ہو گیا۔ سر سے پیر تک زخم ہو گئے جس سے خون اور بیم جاری ہو گیا۔ غامت خفگی میں حضرت بابا فرید شکر گنجؒ نے لوگوں کو منع کر دیا تھا کہ کوئی شخص شیخ جمال کا نام ان کے سامنے نہ لے اس لئے کسی کی سفارش کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آخر کار عالم نامی ایک سوداگر جو حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ کا مرید بھی تھا بہت عرصہ کے بعد شیخ جمال کی طرف سے گزرا اور ان کو اس برسے حال میں دیکھا۔ سارا واقعہ سننے کے بعد سے بہت افسوس اور رجم آیا اس نے کہا کہ جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ تو تمہارے بارے میں حضرت سے کہوں گا۔ کچھ دنوں کے بعد جب عالم حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ کی خدمت میں آیا تو حضرت نے اس کے ساتھ بڑی شفقت فرمائی۔ اور اس کا حال پوچھتے رہے۔ سلسلہ گفتگو میں اس نے شیخ جمال کی پریشانی اور مصیبت کا حال بھی کہہ سنایا۔ حضرت نے فرمایا کہ شیخ جمال نے بہت تکلیف اٹھائی۔ اور ان کو اپنے کئے کی سزا مل گئی۔ اب ان کو لکھ دو کہ چلے آئیں۔ اور یہ رباعی پڑھ کر فرمایا کہ اس کو بھی لکھ دو۔

روگرد جہاں بگردیا ابلہ کن :: گرہم چومنی یابی مارا ہلہ کن

یک صبح پہ اخلاص بہا بردر ما :: گر کار تو بر نیاید انگہ گلہ کن

شیخ جمال ہانسویؒ سرفراز نامہ پا کر فوراً خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک سر زمین پر رکھ کر روتے رہے۔ حضرت اقدس نے ان کو اٹھا کر سینہ سے لگالیا۔ اور فرمایا کہ میرا جمال قطب عالم ہے۔ اسی وقت چہرہ کارنگ اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور جتنی نعمتیں سلب ہوئی تھیں سب واپس آ گئیں اور آپ کے ملازح پہلے سے بھی بہت زیادہ ہو گئے۔

مریض کی صحت یابی | ایک مرتبہ محمد شاہ نام کا ایک شخص حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا بھائی حالت نزع میں ہے دعا فرمائی جائے آپ نے اس کا پورا حال

پوچھا پھر فرمایا جاؤ تمہارا بھائی صحت یاب ہو گیا ہے۔ جب وہ گھر آیا تو دیکھا کہ بھائی بھلا چنگا کھانا کھا رہا ہے۔

ایک دن درویشوں کی ایک جماعت حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض پر واز ہوئی کہ ہم لوگ مسافر ہیں اور سفر خرچ کے لئے پیسے نہیں ہیں حضرت نے

کئی تخم خرمائے جوان کے سامنے رکھے تھے اٹھا کر اپنے ہاتھ سے دے دئے اور زخمت کر دیا۔ سامنے سے ہٹنے کے بعد ان لوگوں نے چاہا کہ اسے پھینک دیں مٹھی کھولی تو وہ سب سونے کے تھے۔

حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ کی ایک قطعہ زمین تھی۔ بدینیتی سے ایک شخص نے اس پر دعویٰ کر کے حاکم شہر کے حضور میں مقدمہ دائر کر دیا۔ حاکم شہر نے حضرت کے پاس طلبی کے لئے آدمی بھیجا۔ حضرت مخدوم نے جواب میں کسلا بھیجا کہ اس معاملہ کی تحقیقات مقامی لوگوں سے کر لی جائے سب

ہی حقیقت بتادیں گے۔ حاکم نے توجہ نہ دی۔ اور پھر طلبی کے لئے آدمی بھیجا کہ توکل سے کام نہیں چلے گا خود حاضر ہوں یا دیبل کے ذریعہ ثبوت پیش کریں حضرت مخدوم کو اس بات سے کافی تکلیف پہنچی اور غصہ میں فرمایا

کہ اس گردن شکستہ کو کو کر میرے پاس نہ ثبوت ہے نہ گواہ، اگر اس کی تحقیقات کرنا ہے۔ تو اس سر زمین پر چلا جائے اور خود زمین سے پوچھے کہ وہ کس کی ملکیت ہے۔ وہ زمین جس کی ملکیت ہوگی اللہ کے حکم سے خود بتا دے گی

حاکم بہت متحیر ہوا اور آزمائش کے طور پر اس قطعہ زمین پر جا کھڑا ہوا۔ لوگوں کا بھی عجم تھا پہلے اس جھوٹے ایمان مند نے زمین سے پوچھا کہ اے زمین! بتا تو کس کی ملکیت ہے۔ کوئی آواز نہ آئی تو اس نے پھر پوچھا۔ اسی جگہ حضرت مخدوم

کے خادم خاص بھی کھڑے تھے۔ ان سے خاموش نہ رہا گیا۔ انہوں نے زور سے کہا کہ اے زمین میرے پیر دستگیر کا حکم ہے کہ تو خدا کے فرمان سے صحیح صحیح بتا دے کہ تو کس کی زمین ہے۔ یکایک غیب آواز آئی کہ اے نادان! کیا پوچھتا ہے

میں مکمل طور پر حضرت مخدوم شکر گنجؒ کی زمین ہوں۔ اور عرصہ دراز سے ان کے قبضہ میں ہوں اور سوچ بات یہ ہے کہ میں ہی کیا اللہ کی ساری زمین حضرت مخدوم شکر گنجؒ کے لئے ہے۔ حاکم شہر سخت حیران اور شرمندہ واپس گیا لیکن

گھر پہنچ کر جیسے ہی گھوڑے سے اترنے لگا پھیر لیا گیا اور گردن ٹوٹ گئی۔ ایک مرتبہ حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ سیلوستان میں سفر کر رہے تھے وہاں شیخ

ادعہ الدین کرمانی قدس اللہ سرہ العزیز سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بڑی عورت و بیکیم

سے استقبال کیا اور کہا کہ آج کیسا سعید دن ہے کہ آپ کے ملاقات ہوئی اسی درمیان میں دس دوسرے صاحب کرامت درویش بھی اس جگہ آگئے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ گفتگو کرامت کی بابت چھڑ گئی۔ یہاں تک کہ بات یہ طے ہوئی کہ ہم میں سے جو صاحبِ ولایت ہے، وہ کچھ اپنی کرامت دکھلائے۔ سب سے پہلے ان درویشوں نے شیخ اودھ الدین کرمانی سے درخواست کی۔ حضرت شیخ اودھ الدین کرمانی نے فرمایا کہ اس شہر کا حاکم جو مجھ سے عداوت رکھتا ہے امید نہیں کہ میدان سے زندہ و سلامت لوٹے۔ ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ ایک آنے والے نے خبر دی کہ اس شہر کا والی میدان میں گیند کھیل رہا تھا۔ پلو کھیلتا ہوا گھوڑے سے گرا اور مر گیا۔ پھر ان درویشوں نے حضرت شیخ فرید الدین گنج گنج سے درخواست کی۔ حضرت شیخ مخدوم مراقبہ میں گئے اور پھر آنکھ کھول کر حاضرین سے فرمایا کہ غور سے دیکھو۔ سبھوں نے حکم بجالایا۔ دیکھا کہ حضرت مخدوم کے ساتھ سب لوگ خانہ کعبہ میں کھڑے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ان لوگوں نے اپنے کو سابق مقام پر پایا تو بولے درویشی اس کو کہتے ہیں۔ پھر حضرت مخدوم اور حضرت شیخ اودھ الدین کرمانی نے درویشوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگ بھی کچھ دکھاؤ۔ ان درویشوں نے فوراً اپنا سر خرقہ کے اندر کر لیا اور غائب ہو گئے۔ اور ان کے سارے خرقے خالی پڑے رہ گئے۔

درویشی کا مقام و مرتبہ ایک مرتبہ ایک درویش کئی صوفیا کے ساتھ بیت المقدس سے حضرت شیخ فرید الدین گنج گنج کی خدمت میں آیا۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد درویش کے ساتھیوں نے حضرت کو غور سے دیکھا شروع کیا ان لوگوں کی منجھ ساندہ آنکھوں سے بچنے کیلئے حضرت نے سر جھکا لیا۔ آخر وہ درویش اٹھا اور قدموں پر سر رکھ کر بولا کہ حضرت! آپ کو تو میں نے بیت المقدس میں دیکھا تھا بلکہ آپ کا نام بھی پوچھا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ میں شیخ اجود صنی ہوں۔ آپ نے جواب دیا یہ صحیح ہے لیکن تم نے بھی تو وعدہ کیا تھا کہ یہ بات کسی سے نہ کہوں گا۔ درویش کو بات یاد آگئی اور وہ شرمندگی سے سر جھکا کر بولا جی ہاں میں نے وعدہ کیا تھا مگر اس وقت حضور کی ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بھول گیا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اے عزیز! اللہ کے بند جس جگہ بھی ہیں۔ بیت المقدس، کعبہ معظمہ، عرش و کرسی سب اسی جگہ ہوتا ہے۔ اور دنیا میں جو کچھ موجود ہے سب ان کی نظروں کے سامنے رہتا ہے۔ درویش خاموش رہا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم کو یقین نہ آتا ہو تو آنکھ بند کرو۔ اس نے آنکھیں بند کیں تو واقعی بیت المقدس، کعبہ اور عرش و کرسی سب اس کی نظروں کے سامنے آ گیا وہ نعرہ مار کر بہشت

ہو گیا، ہوش آیا تو حضرت کے قدموں پر گر گیا اور مرید ہو گیا اور تھوڑی ہی مدت میں خلافتِ اجازت لیکر یوٹانِ حضرت
دنیا دار عابد و زاہد ایک مرتبہ شیخ یوسف ہانسوی جو کہ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کے دوستوں میں سے
تھے مگر معظمہ گئے جب وہاں سے واپس ہوئے تو حضرت مخدوم نے ان سے پوچھا کہ اے برادرِ اخلا کے
گھر کی تم نے سیر کی۔ وہاں کن کن لوگوں کو دیکھا انہوں نے کہا وہاں بہت سے عابدوں اور زاہدوں کو دیکھا آپ کے
وہاں جانے کی خواہش ہوئی اور وضو کے بہانے سے محفل سے اٹھے اور غائب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب
آپ محفل میں آئے تو شیخ نظام الدین اولیاء نے پوچھا کہ آپ کہاں تھے۔ حضرت نے جواب دیا کہ شیخ یوسف کے
کنسے سے مجھے بھی ان آدمیوں کے دیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا وہیں چلا گیا تھا لیکن وہاں تو کچھ نہیں تھا بسوں
نے دوکان لگا رکھی ہے۔

برگد کے درخت کا واقعہ ایک مرتبہ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج مالوہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔ ایک دن
ایک برگد کے درخت کے پنیچے جو پرگنہ منجور کے قصبہ بروہہ میں تالاب کے کنارے

واقع تھا، بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جانب سے سخت آندھی اٹھی۔ تیز ہوا سے درخت جڑ سے اکھڑنے لگے، آپ جس
درخت کے پنیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی ایک بڑی شاخ ٹوٹ کر گری آپ کی نگاہ اس کی طرف اٹھی ہی تھی کہ وہ
شاخ اسی جگہ معلق رہ گئی اور وہ اب تک درخت سے علیحدہ معلق سرسبز و شاداب موجود ہے۔

مرید کو تنبیہ ایک شخص حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج سے مرید ہونے کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہوا
راستے میں ایک گانے والی اس کی کشتی میں سوار ہو گئی۔ اتفاق سے وہ آدمی تو بہت نیک

اور شریف تھا۔ لیکن وہ مطربہ بہت بے حیا اور غایت درجہ حسین تھی۔ اس کے ساتھ بے تکلفی پیدا ہونے پر آدمی
کامل قابو میں نہیں رہا۔ اور اس نے دست درازی کرنی چاہی۔ یکایک غیب سے ایک آدمی نمودار ہوا۔ اور اس نے
اس مرد کے چہرے پر زور کا ایک طمانچہ رسید کیا اور کہا مرید اور تائب ہونے کے لیے جا رہا ہے اور یہ حرکت کرتا
ہے۔ وہ آدمی اس مطربہ کی صحبت سے دور ہو گیا۔ جب وہ حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچا تو حضرت نے اسے
دیکھتے ہی فرمایا۔ فلاں روز تجھ کو اللہ نے کس طرح معصیت سے بچا لیا۔ اس نے اپنا سر قدموں پر رکھ دیا اور
مرید ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ حضرت مخدوم کے مخصوص مریدوں میں ہو گیا۔

حقیقہ دار سید

ایک شخص حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو کھانا
 قنات فرمایا۔ اس نے کھانا کھانے کے بعد عرض کیا کہ میں فلاں موضع کا باشندہ ہوں
 شاہی فوج نے اس کو تاراج کر دیا ہے اور میری بیوی... کو قید کر کے لے گئے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک کارندہ کو سیاہی
 پابز بخیر کر کے دربار شاہی میں لے جا رہے تھے جب اس کارندہ نے حضرت مخدوم کو دیکھا تو گر گر کر دعا کرنے کی درخواست
 کی آپ نے دعا فرمائی۔ اور کہا کہ جب تو سلطان کے حضور پہنچے گا انشاء اللہ بادشاہ تجھ پر مسربان ہو جائے گا اور تجھ
 کو راکر کے انعام و اکرام بھی دے گا۔ انعام بھی تجھ کو ایک لوٹھی بھی ملے گی۔ لیکن تجھ کو چاہیے کہ جیسے ہی لوٹھی ملے
 فوراً اس شخص کے حوالے کر دے کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔ اس نے دل و جان سے قبول کر لیا۔ حضرت مخدوم نے اس
 آدمی کو بھی اس کے ساتھ کر دیا۔ جب وہ عال بادشاہ کے حضور پہنچا بادشاہ نے دیکھتے ہی اس کا قصور معاف کر کے
 اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ انعام میں ایک برقعہ پوش لوٹھی بھی دی۔ عال نے حضرت کے حکم کے مطابق لوٹھی
 اس شخص کے حوالہ کر دی۔ جب اس مرد نے اس کا برقعہ کھولا تو وہ اس کی اپنی ہی بیوی تھی۔ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا
 ایک دن شیخ الام حضرت بہا الدین زکریا قدس سرہ کو

حضرت شکر گنج کے مریدین کی فضیلت

غیب سے بشارت ہوئی کہ آج جو شخص بھی تمہارا چہرہ دیکھ
 لے گا۔ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے گی۔ لوگوں کی آسانی کے پیش نظر حضرت شیخ الاسلام چندول پر سوار ہو کر
 شہر میں نکلے۔ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کا خادم میاں بھورا گلی میں کھڑا تھا اس نے غلغلہ سنا تو لوگوں سے پوچھا
 کہ یہ کیا ہے۔ ایک شخص نے اسے بتایا کہ آج حضرت شیخ الاسلام کا اعلان ہوا ہے۔ کہ جو شخص ان کی آج صورت دیکھے گا
 اس کے اوپر دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی۔ اسی لئے حضرت چندول پر سوار ہو کر خود نکل آئے ہیں۔ جب چندول
 نزدیک پہنچا تو میاں بھورا چندول کی طرف اپنی پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا اور بولا کہ حضرت شکر گنج کی کفش برداری سے
 جب دوزخ کی آگ مجھ پر حرام نہ ہوگی تو حضرت شیخ زکریا کی صورت دیکھنے سے کیا ہوگی۔ وہ صادق العقیدہ جب
 حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ بھورا آج تو کہاں تھا اور کیا دیکھا؟
 اس نے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس کی زبانی سارا حال سن کر حضرت مخدوم پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور
 وہ بہوش ہو گئے۔ جب بہوش آیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص میرا مرید یا

میرے مرید کا مرید ہوگا اور میرے شجرہ میں شامل ہوگا۔ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے گی۔

شیخ بہاؤ الدین زکریا کی غائبانہ نماز جنازہ | حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج اور حضرت شیخ بہاؤ الدین

ازکریا کے درمیان بڑی دوستی تھی اور یہ دونوں آپس میں

عالیٰ زاد بھائی بھی تھے۔ جس وقت حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا کا وصال ہوا اس وقت حضرت بابا فرید الدین شکر گنج مراقبہ

میں تھے اسی حال میں انہوں نے ذکر کرنا شروع کیا اور اتنا شدت کے ساتھ ذکر کیا کہ ہمیشہ ہو گئے۔ لوگوں نے

حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا خرقہ لاکر ان کو پہنا دیا۔ جب ہمیشہ میں آئے تو حاضرین کے استفسار پر آپ نے فرمایا

کہ برادرِ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا اپنے مالک سے جا ملے۔ میں نے ابھی دیکھا کہ ایک ہزار فرشتے آئے اور ان کے درمیان

شیخ شہاب الدین عمر سردری بھی تھے جو سب آگے آگے برادرِ شیخ بہاؤ الدین زکریا کو لے کر آسمان پر جا رہے

تھے۔ اب آپ لوگ آئیں اور ان کی نماز جنازہ پڑھیں اس کے بعد خبر ملی کہ حضرت بہاؤ الدین زکریا نے اسی روز

اور اسی وقت انتقال فرمایا۔ آپ کا یوم وصال ۶ صفر ہے۔

خلفاء کے اسماء گرامی | حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے بے شمار خلفا تھے۔ لیکن ملفوظات میں مندرجہ ذیل

ابیس خلفا کا آپ نے تذکرہ فرمایا ہے۔

شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر، شیخ نظام الدین اولیا، شیخ شمس الدین ترک پانی پتی، شیخ جمال ہانسوی، شیخ یعقوب

ابن شکر گنج، شیخ نظام الدین ابن شکر گنج، شیخ بدر الدین، شیخ سلیمان ابن شکر گنج، شیخ شہاب الدین ابن شکر گنج، شیخ نصیر

الدین، شیخ بدر الدین اسحاق، شیخ دہارو، شیخ زین الدین مشقی، شیخ علی شکر ریز، شیخ علی شکر بار، شیخ محمد سراج، شیخ جمال

کامل، شیخ نجیب الدین متوکل برادر شکر گنج، شیخ عارف سیستانی، شیخ صابر مولانا داؤد پالی قدس اللہ اسرارہم ان تمام خلفا میں

تین کو آپ سے خاص تقرب حاصل تھا۔ اور وہ ہیں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہی، تاج الاولیا غوث صمدی،

حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر کلہری اور قطب عالم شیخ جمال ہانسوی قدس اللہ اسرارہم۔

استغراق | حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کو آخر عمر میں بہت زیادہ استغراق ہو گیا تھا اور دن بدن یہ بڑھتا جاتا تھا یاں تک کہ نماز

کے وقت وہ بار بار پوچھتے تھے کہ میں نماز ادا کر لی ہے یا نہیں خدام عرض کرتے تھے کہ آپ نے پڑھ لی ہے پھر بھی آپ نماز میں شمول ہو جا کر شایعہ پڑھتے رہتے

وقات | آپ کا وصال ۵ محرم الحرام روز شنبہ ۶۹ھ میں ہوا۔ مصنف سیر الاقطاب نے تاریخ وصالِ مخدوم نکالی ہے

حضرت علاؤالدین علی احمد صابر قدس اللہ سرہ العزیز

⑤

تاج الاولیاء غوث محمدانی حضرت خواجہ علاؤالدین علی احمد صابر قدس اللہ سرہ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں بے مثل تھے۔ آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ کا لقب علاؤالدین تھا۔ اللہ کی طرف سے آپ کو مخدوم کا خطاب ملا تھا۔ اور پیر دستگیر حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کی طرف سے صابریا، صوفیا آپ کو عارف کامل، عالم و عامل، مقتدائے اہل طریقت، رہنمائے ارباب حقیقت، محرم اسرار خفی و جلی، جانشین نبی و علی، محبوب درگاہ رسالت پناہی مقرب بارگاہ الہی، تاج الاولیاء اور غوث محمدانی کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کا فرقہ فقر و ارادت حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج مسعود بن سلیمان ابو دھنی قدس اللہ سرہ العزیز سے عطا ہوا تھا۔ آپ حضرت پیر شکر گنج کے بھانجے اور داماد بھی تھے۔ آپ کے اوپر غیر معمولی جلال تھا چنانچہ غایت عظمت و ہیبت کی وجہ سے آپ کو کوئی شخص نظر بھر کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ آپ نے اپنے پیر کی بہت زیادہ خدمت کی تھی چنانچہ حضرت پیر دستگیر شیخ فرید الدین شکر گنج نے غایت مہربانی سے آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا علم ظاہر و باطن شیخ علاؤالدین علی احمد صابر اور شیخ نظام الدین ہلیونی کو منتقل ہوا ہے۔ کبھی فرماتے کہ میرے سینے کا علم شیخ نظام الدین اولیا ہلیونی کو اور دل کا علم شیخ علاؤالدین علی احمد صابر کو پہنچا ہوا ہے۔

ذوقِ سماع حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر کو سماع کا بہت ذوق تھا۔ اور وہ اکثر سنا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کا دماغ بھی عین حالتِ سماع ہی میں ہوا آپ میں جذبہ الہی حد سے زیادہ تھا سانس بھی تھک جاتا تھا

بھی تھے، زبان مبارک سے جو بھی نکل جاتا ہو جاتا۔ دنیا اور دنیا والوں سے امنیں کوئی غرض نہ تھی۔ ان سے وہ درہمچا گتے تھے اور ہمیشہ ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے۔

پسندیدہ غذا حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابرا کثر پاتی میں اہل ہول بے نمک گوشت ناول فرمایا کرتے تھے یہ آپ کی خاص غذا تھی۔ اگر سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے یہاں سے کوئی آدمی آتا تو آپ اپنے عمام کو فرماتے کہ بھائی ان کے کھانے میں نمک ضرور ڈال دیتا یہ دہلی سے آ رہے ہیں۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا بھی ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ ان دونوں میں غایت درجہ محبت تھی، جب کوئی آدمی ان کے پاس دہلی سے پہنچتے تو تاکید فرمادیتے کہ ان کا حد درجہ احترام بجالایا جائے کوئی بات خلاف مزاج نہ ہو۔

صابر کا خطاب اوائلِ حال میں حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کے لنگر فقرا کی تقسیم آپ کے ذمہ تھی اور بارہ سال تک وہ اس خدمت پر مامور رہے لیکن اس دوران میں اس لنگر خانہ یا مطبخ سے آپ نے کچھ نہیں کھایا یہاں تک کہ ایک دن آپ کے پیر شیخ فرید الدین شکر گنج نے ان سے پوچھا کہ کیا با علاؤ الدین! تم فقرا کو لنگر سے کھانا تقسیم کرتے ہو خود بھی کچھ کھاتے ہو یا نہیں، آپ نے جواب دیا کہ غلام کی کیا مجال ہے جو حضرت اقدس کی اجازت کے بغیر ایک دانہ بھی منہ میں رکھ سکے۔ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج نے فرمایا کہ میرا شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر ہے اسی روز سے آپ صابر کے خطاب سے مشہور ہوئے۔

اشعار آپ کبھی کبھی فکر شعر بھی فرمایا کرتے تھے۔ فارسی میں احمد اور ہندی میں صابر تخلص فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی صرف ایک غزل کا پتہ چلتا ہے۔ وہ تیر گا درج ہے۔

امرور شاہ شاہان مہماں شد است مارا	جبریل با ملائک درباں شد است مارا
در جلوہ گاہ وحدت کثرت کجا بگنجد	ہنیزہ ہزار عالم یکاں شد است مارا
در محفل گدایاں سا ماں کجا بگنجد	بے برگ و بے زوائے سا ماں شد است مارا
باخانہ مہماں را بسیار سیر کردم	اے شیخ بت پرستی ایماں شد است مارا

احمد بہشت و دوزخ بر عاشقان حرام است

ایں جا رضاے جاناں رضواں شد است مارا

آپ پر ہر وقت استغراق کا عالم اس درجہ بھاری رہتا تھا کہ اپنی اور کسی چیز کی انہیں بالکل خبر نہ ہوتی تھی۔ آپ کا یہ شعر جو آپ نے ہندی میں فرمایا تھا بالکل آپ کے حسب حال ہے۔

اس طرح اس میں ڈوب اے صابر
کہ بجز موت کے غیر ہونہ رہے

ایک مرتبہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ کے مریدوں میں سے ایک شخص

مقرب بارگاہِ ربانی

حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا کہ آپ نے حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے علاوہ کسی کو مرید اور خلیفہ اپنا نہیں بنایا اور میرے بہر حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے آسمان پر ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ اپنا مرید بنایا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میرا شمس کافی ہے جو اللہ کے فضل سے سارے ستاروں پر غالب ہے۔ وہ شخص خاموش رہا۔ اور وہی آکر اس نے حضرت شیخ المشائخ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ تم نے حضرت کو کیوں بخندہ کیا دوسری مرتبہ ایسی حرکت نہیں ہونی چاہیے بیشک انہوں نے جو کچھ فرمایا صحیح ہے وہ مقرب بارگاہِ ربانی ہیں۔

حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کو جب ان کے پیر اور مربی نے خرقہ

اجازت نامہ چاک نے کا واقعہ

اعانت فرمانے اور اسم اعظم سکھانے کے بعد خلافت اور اجازت دے کر وہلی روانہ کیا تو رخصت کرنے کے وقت فرمایا کہ براہم شیخ جمال ہانسوی سے ملاقات کر کے اجازت نامہ پر دستخط کرالینا۔ حضرت شیخ فرید الدین کا یہی طریقہ کار اور معمول تھا کہ وہ اپنے خلیفہ کو کہیں متعین فرمانے سے پہلے جو اجازت نامہ دیتے اس پر حضرت شیخ جمال ہانسوی سے دستخط ضرور کرا لیتے چنانچہ حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابرؒ نے روانہ ہوئے وہاں جب چندول پر سوار خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے تو حضرت شیخ جمال ہانسوی ان کے استقبال کیلئے دروازہ تک آئے۔ لیکن حضرت غوث صمدانی چندول پر سوار ہی خانقاہ کے اندر چلے گئے۔ اور وہاں جا کر فرش پر اتیرے۔ حضرت شیخ جمال ہانسوی کی گھر چہیہ ادا ان کو پسند نہ آئی پھر بھی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کو صدر مجلس پر لاکر بٹھایا اور حضرت پیر کی خیریت پوچھتے رہے۔ پھر مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد حضرت غوث صمدانی نے وہ اجازت نامہ پیش کیا جو پیر نے ان کو وہلی جانے کے لئے عطا فرمایا تھا۔ چراغ موجود نہ تھا۔ اس لئے تھوڑی دیر ہوئی پھر چراغ آیا اور جیسے

ہی اجازت نامہ پڑھنے کے لئے کھولا گیا تیز ہوا چلی اور وہ چار غنچہ گیا۔ حضرت غوث صمدانی نے بے ساختہ پھونک ماری اور وہ جل گیا۔ حضرت شیخ جمال ہانسوی نے کبیدہ خاطر ہو کر وہ اجازت نامہ چاک کر دیا اور فرمایا کہ تمہاری پھونک سننے کی دہلی میں کہاں طاقت ہے وہ تو تمہاری ایک ہی پھونک مارنے سے ساری کی ساری جل جائے گی حضرت غوث صمدانی نے غصہ میں آ کر فرمایا کہ چونکہ آپ نے میرا اجازت نامہ پھاڑا ہے میں آپ کا سلسلہ ہی چاک کر دیتا ہوں۔ حضرت شیخ جمال ہانسوی گھبرا گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ اول سے یا آخر سے فرمایا اول سے پھر غصہ ہی میں اٹھے اور اپنے پیر کے یہاں جا کر سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت پیر دستگیر شیخ فرید الدین شکر گنج نے فرمایا کہ جمال کے چاک کئے ہوئے کو فرید نہیں ہی سکتا ہے۔ لیکن تم منفکر نہ ہو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم کو کلیر کی ولایت بخشی گئی اور پھر دوسرا اجازت نامہ اپنے دستخط سے عنایت فرما کر کلیر شریف رخصت کیا اور وہاں پہنچ کر حضرت غوث صمدانی نے اس دیار کو اپنے نور معرفت اور ولایت سے روشن کیا۔ کلیر شریف روانہ کرنے کے وقت حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج نے اپنے مرید شیخ علاؤ الدین علی احمد صابری سے پوچھا کہ شیخ جمال نے جب تمہارا اجازت نامہ پھاڑا تو تم نے کیا کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے حضرت! اس وقت غصہ کی شدت میں مجھے طاقت برداشت نہ رہی اور میری زبان سے نکل گیا کہ چونکہ آپ نے میرا اجازت نامہ پھاڑا ہے میں آپ کا سلسلہ پارہ پارہ کرتا ہوں انہوں نے پوچھا اول سے یا آخر سے۔ میں نے کہا اول سے حضرت شکر گنج نے فرمایا کہ دعا تو تمہاری قبول ہو ہی گئی۔ لیکن خیریت ہوئی کہ تم نے اول سے کہا۔ آخر کاسلامت رہ گیا۔ تمہارے ہی مرید کے مرید شیخ کے لئے دعا کریں گے۔ اور ان کی دعا کی برکت سے ان کا سلسلہ جاری ہو گا اور محفوظ میں میں نے بھی دیکھا ہے۔ تم بھی شیخ جمال کی معذرت قبول کر کے ان کے لئے دعا کرو چنانچہ پیر کے حکم کی تعمیل میں حضرت غوث صمدانی نے آہستہ سے کہا کہ اچھا سلسلہ جاری ہو گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اور آپ کے مرید کے مرید حضرت شیخ جلال الدین محمود کبیر الاولیا پانی پتی قدس اللہ سرہ نے دعا فرمائی جس کا تفصیلی تذکرہ آگے آئے گا۔

حضرت علاؤ الدین صابری کا کلیر شریف میں قیام حضرت غوث صمدانی جب کلیر پہنچ کر قیامت گزیر ہوئے تو اس وقت اس شہر میں علما فضلاء اور شاخ کی

بہت بڑی تعداد تھی یہاں تک کہ چار سو چنڈول نماز جمعہ کے لئے نکلتے تھے۔ اور لوگوں کو جامع مسجد میں مشکل سے جگہ ملتی تھی حضرت غوث صمدانی کو بھی ہجوم خلایق سے مسجد کے باہر ہی جگہ ملتی تھی۔ آپ نے یہ واقعہ اپنے پیر دستگیر کو دیکھ بھجا کر آپ نے

ایسی جگہ مجھ کو متعین فرمایا ہے۔ کہ نماز کے لئے بھی جگہ نہیں ملتی۔ اور کوئی نہیں پوچھتا۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج نے جواب دیا کہ وہ ولایت تمہارے سپرد ہے تم جو چاہو کرو۔ تم کو اختیار ہے چنانچہ اس کے بعد حضرت غوث صمدانیؒ جب جموں کی نماز پڑھنے جامع مسجد تشریف لے گئے تو مسجد سے کافی دوری پر بیٹھے۔ خدام نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ آج مصلحت اسی میں ہے۔ پھر آپ نے مسجد کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ابھی تک تو نے ان آدمیوں کو سلامت ہی چھوڑا ہے ان الفاظ کے نکلنے ہی دفعۃً مسجد بیٹھ گئی۔ اور مسجد کے اندر اور نزدیک جو لوگ تھے۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ شہر کے لوگ سب کے معتقد ہو گئے۔ اور جو لوگ سرکش ہوئے ان پر طرح طرح کی بلائیں نازل ہوئیں یہاں تک کہ شہر رفتہ رفتہ ویران اور تباہ ہو گیا۔ حضرت غوث صمدانیؒ ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہے اور وحوش و طیور اس جگہ جمع رہتے۔ شیر آپ کے در کی جاروب کشی کرتا۔ چنانچہ اس وقت تک معمول ہے۔ کہ ہر شب جموں کو شیر آکر آپ کے روضہ مقدسہ پر پیشانی جھکاتا ہے۔ اور اپنی دم سے جاروب کشی کر کے چلا جاتا ہے۔

سلسلہ چشتیہ میں آپ کے جیسا تصرف اور کسی کو بہت کم حاصل ہوا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

ہندو سنیا سی کا غیرتناک انجام حضرت غوث صمدانیؒ کی رحلت کے بعد شہر ویراں ہی رہا۔ مجاہدوں کی بھی اس جگہ قیام کرنے کی بہت نہیں ہوتی تھی اور نہ بغیر اجازت کے وہاں

حاضر ہی ہو سکتے تھے۔ خوف سے کوئی شخص زیارت کے لئے بھی نہیں آتا تھا۔ اس لئے مرقد مقدسہ بھی رفتہ رفتہ ضائع ہو گیا۔ اس کے درمیان میں اطراف کے ہندوؤں نے اسی جگہ اپنی پرستش گاہ دیوی کے نام سے قائم کر دی لیکن آخر میں وہ بھی ناپید ہو گئی۔ اتفاق سے ایک روز ایک ہندو سنیا سی اس طرف سے گذرا۔ اور اپنے مندر کے قریب ایک مرقد دیکھا جو نورانی سے منور تھا۔ اور اس کے گرد وحوش و طیور کا جمع تھا۔ شیر سب اپنی دموں سے اس جگہ جاروب کشی کر رہے تھے۔ یہ سب دیکھ کر اس کو بڑی حیرانی ہوئی اس نے اپنے دل میں کہا کہ اس جگہ پہلے تو ہم لوگوں کا مندر تھا اب یہاں اس وقت ایک مسلمان کا مزار کس طرح ہو گیا اس کو غور سے دیکھنے کے لئے مرقد کے نزدیک پہنچا اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک اوزار تھا۔ اس نے چاہا کہ اس سے اس قبر کو اکھاڑ کر بھینک دے۔ اپنے اس بیہودہ خیال کو وہ عملی جامہ پہنانا ہی چاہتا تھا کہ ناگاہ اس کو ایک کھڑکی دکھائی دی۔ اس ملعون نے اپنی گردن

اس روزن میں ڈال کر اندر دیکھنا چاہا کہ اس کی گردن اس روزن میں مہنپس گئی اور زمین جٹ گئی۔ عتاب الہی میں پڑ کر وہ جہنم رسید ہوا۔ حضرت غوث صہلانی نے اپنے روضہ کے مجاوروں کو خواب میں بتایا کہ جلد اس جگہ پہنچو اور ایک مردار کتے کو جس نے میرے مزار کی بے حرمتی کرنی چاہی تھی۔ اور اپنے عمل کی سزا بھی اس کو مل چکی ہے فوراً دوڑ پھینکو۔ صبح سویرے مجاور سب گرتے پڑتے اس جگہ پہنچے دیکھا کہ ایک کافر مزار اقدس پر مردہ پڑا ہے اور اس کا سر گردن تک مزار اقدس کے اندر پڑا ہوا ہے فوراً لوگوں نے اس کو باہر نکالا، دیکھا کہ اس کی ناپاک شکل بالکل کتے کی طرح ہو گئی ہے۔ اس کو نکال کر دوڑ پھینکا اور اس وقت سے حضرت غوث صہلانی کے فرمان کے مطابق ان مجاوروں نے روضہ مقدسہ ہی کے قریب اپنے مکانات بنائے اور ہر وقت حاضر رہنے لگے اور روضہ مقدس کی عمارت بہت شاندار بنا دی۔ پھر زائرین کی آمد رفت بھی شروع ہو گئی۔

غوث صہلانی حضرت علاؤ الدین علی احمد صابری کا وصال ۱۳ ربیع الاول ۶۶۳ھ کو عین حالت ہمارے **وقات** اور وجد میں ہوا۔ آپ کی تاریخ وصال محالاً شکر گنج بودہ یافتہ ام ہے۔



حضرت خواجہ شمس الدین ترک قدس اللہ سرہ العزیز

○

شمس الاولیا حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی قدس اللہ سرہ صاحب زہد و تقویٰ و صاحب تجرید و عزت بزرگ تھے۔ ان کے مناقب بے شمار ہیں۔ صوفیا ان کو گنجینہ حیا و علم پیشہ و صف رجال بدرقہ لیل کمال کلید خزانہ خداوندی، گرہ کشائے کشور سبرہ مندی، پناہ بے پناہاں، ہادی گمراہاں اور مشکل کشا جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ چنانچہ آپ کے پیر و دشمن ضمیر آپ کے بارے میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اولیا کے اندر میرا شمس آفتاب کی مانند ہے۔ غرقہ فقر و ارادت آپ کو غوث صمدانی حضرت مخدوم خواجہ علاؤ الدین علی احمد صاحب قدس اللہ سرہ سے عطا ہوا تھا۔ اور خلافت و اجازت آپ کو حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج سے بھی حاصل تھی۔ آپ کو اپنے پیر و دشمن ضمیر سے بہت راز و نیاز حاصل تھا۔ آپ نے ان کی دل و جہاں سے خدمت کی۔ اور نعمت و فیض سے سبرہ مند ہوئے۔ کچھ عرصہ اپنے ساتھ رکھنے کے بعد حضرت غوث صمدانی نے قطب اہل شیخ شرف الدین بوعلی قلندر کے پانی پت میں موجود ہونے کے باوجود آپ کو پانی پت روانہ کیا۔ پانی پت پہنچ کر آپ نے اس کے اطراف و جوانب کو نور و لامت سے معمور کر دیا۔ اور ہزاروں کو مقام ولایت تک پہنچایا۔ آپ مقرب بارگاہ ربانی تھے۔ چنانچہ آپ کے نام پاک میں یہ تاثیر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مہم، مصیبت اور مشکل کی آسانی کے لئے آپ کا اسم گرامی ایک لاکھ مرتبہ ورد کرے تو اس کی مشکل آسان

ہو اور مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔ اور اس کا طریقہ اس طرح ہے۔ کہ پہلے وضو کرے پھر صدق و اخلاص سے یا شمس الدین ترک کا ایک لاکھ ورد کرے۔ انشاء اللہ لاکھ مرتبہ مکمل ہونے سے پہلے ہی کام ہو جائے گا۔ یہ عمل مجرب اور آزمودہ ہے

سلسلہ نسب شمس الدین اولیا ترکستان کے صحیح النسب سادات میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح

مرقوم ہے حضرت خواجہ شمس الدین پانی پتیؒ ابن سید احمد ابن سید عبدالمومنؒ ابن سید عبدالملک

بن سید سیف الدینؒ ابن خواجہ درعناؒ ابن بابا قرعنا

تحرقہ فقر و ارادت اپنے وطن میں حضرت خواجہ شمس الدین کو جب محبت الہی میں سرشاری ہوئی تو مرشد کامل کی تلاش میں منزل بہ منزل تلاش کرتے ہوئے ہندوستان پہنچے۔ ملتان پہنچ کر حضرت شیخ

فرید الدین شکر گنجؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ آپ کی ملازمت میں رہ کر خلافت سے سرفراز ہوئے لیکن مخدوم شکر گنج نے خود مرید کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تم کو نعمت اور کمال کا حصول کسی دوسرے مرشد سے مقدر ہو چکا ہے۔ چنانچہ الامام ربانی کے مطابق حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ نے ان کو کلید شریفی کی طرف روانہ کر دیا۔ اور وہ وہاں پہنچ کر غوث صمدانی حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابریؒ کی قدمبوسی سے شرفیاب

ہوئے۔ حضرت غوث صمدانی بہت شفقت اور توجہ سے پیش آئے اور فرمایا کہ شمس الدین! تم میرے فرزند ہو۔ اللہ تعالیٰ سے میں نے دعائیں مانگی تھی۔ کہ میرا یہ سلسلہ تم سے جاری ہو۔ اور قیامت تک قائم رہے پھر کلاہ چارتر کی ان کے سر پر رکھا اور مرید کیا۔ سر پر مقراض چلاتے ہی عرش سے تخت الشریٰ تک ان پر روشن ہو گیا، حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ گیارہ برس تک اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت کرتے رہے۔ کافی ریاضت و مجاہدہ اور فقر و فاقہ

کرنے کے بعد جب آپ مرتبہ اعلیٰ پر پہنچے تو حضرت غوث صمدانیؒ نے ان کو خلافت و اجازت دے کر اسم اعظم جو سینہ بہ سینہ چلا آتا تھا سکھلایا۔ اور اپنا خرقة عطا فرمایا۔ خلافت اور خرقة دینے کے بعد حضرت غوث صمدانیؒ نے

جب آپ کو پانی پت روانہ کرنا چاہا تو آپ نے عرض کیا کہ غلام کو ابھی پوری صلاحیت نہیں ہوئی ہے اگر حکم ہو تو کچھ دنوں تک مزدوری کر لے۔ حضرت غوث صمدانی نے درخواست قبول کر لی۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ اپنے پیر سے زحمت ہو کر سلطان غیاث الدین بلبن کے یہاں نوکر ہو گئے۔ اور کافی پیسے اور مال و متاع جمع کر لئے لیکن مال و متاع کے باوجود زندگی درویشانہ ہی رکھی اور شب و روز عبادت الہی میں مشغول رہتے۔

سلطان غیاث الدین بلبن کی درخواست

ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین بلبن نے کسی قلعہ پر فتح
 کر لی۔ کافی عرصہ تک قلعہ کا محاصرہ کرنے کے باوجود
 قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ ایک رات ایسی آندھی اور بارش ہوئی کہ سپاہیوں کے تمام نیچے اکھڑ گئے۔ اور بارش سے
 تمام چراغ بج گئے۔ سردی سخت پڑنے لگی۔ اور آگ کا کہیں نام نہ تھا۔ شاہی سقا آفتابہ ہاتھ میں لئے آگ کی تلاش میں
 ادھر ادھر دوڑ رہا تھا۔ دور سے اس نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں چراغ روشن ہے۔ اور وہ خیمہ حضرت خواجہ شمس الدین ترک تھا
 سقا خیمہ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ایک درویش صفت انسان تلاوت کلام پاک میں مشغول ہے آگ تو اس نے لے لی لیکن
 سقا کے دل میں تجسس پیدا ہوا اور وہ صبح سویرے مشک لے کر اسی خیمہ پہنچا دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ حیران ہو کر ادھر ادھر
 دیکھنے لگا۔ لشکر کے باہر ایک تالاب تھا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ رات ہی والے بزرگ وضو کر رہے ہیں سقا ایک کنارے کھڑا دیکھا
 رہا۔ ان بزرگ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور پھر اپنے نیچے کیطرت چلے گئے۔ سقا نے اسی جگہ سے اپنا مشک بھرا۔ وہ پانی
 جہاں پر ان بزرگ نے وضو کیا تھا سخت سردی ہونے کے باوجود گرم تھا۔ جیسے ابھی کسی نے گرم کیا ہو۔ سقا سمجھ گیا کہ یہ
 سب ان بزرگ کی کرامت کی بدولت ہے۔ سقا وہ گرم پانی لئے سلطان غیاث الدین بلبن کی خدمت میں حاضر ہوا
 اور تمام حال تنہائی میں سلطان سے بیان کیا۔ بادشاہ بہت حیران ہوا اور سقا کو ہدایت کی کہ ٹھیک وقت پر اسے لیکر
 اپنی آنکھوں سے سب کچھ دکھلا دے۔ سقا فرمان کی بجا آدری میں چار گھڑی رات رہتے ہی سلطان کو اپنے ساتھ
 تالاب مذکورہ پر لے گیا۔ سلطان نے تالاب پر جا کر پانی خود دیکھا۔ برف کی طرح سرد تھا۔ پھر ایک درخت کے نیچے چھپ
 کر بیٹھ گیا۔ حضرت شمس الدین ترک جیسے ہی وہاں پہنچے پانی کھولنے لگا اور گرم ہو گیا۔ آپ نے وہاں پر وضو کر کے نماز
 پڑھی۔ اور پھر خیمہ کی طرف رخ کیا۔ بادشاہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا۔ حضرت اقدس خیمہ میں پہنچ کر تلاوت کلام پاک
 میں مشغول ہو گئے۔ سلطان کنارے ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ تلاوت کلام پاک سے فراغت کے بعد حضرت نے بادشاہ
 کو دیکھا تو تعظیم بجالائے۔ بادشاہ اس سے بھی زیادہ عزت اور احترام سے پیش آیا۔ اور بولا کہ تیرے نصیب کا آپ
 جیسا ولی اللہ میرے عہد میں موجود ہے۔ لیکن اس بات کا افسوس ہے کہ آپ جیسے ولی اللہ کے ہوتے ہوتے یہ قلعہ فتح
 نہیں ہو رہا ہے۔ آپ نے بادشاہ کے بہت التماس کے بعد خدا سے دعا کی اور دعا سے فراغت کے بعد آپ نے فرمایا کہ ابھی فوراً آپ حملہ کریں

انشاء اللہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ بادشاہ نے ہدایت کے مطابق فوراً حملہ کیا اور اللہ کے حکم سے قلعہ فتح ہو گیا۔

پانی پت میں قیام دوسرے دن اس نے ارادہ کیا کہ برہنہ پا حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت

سے فیضیاب ہو۔ اپنے نور باطن سے پتہ چلا لیا اور تمام مال و متاع فقرا میں تقسیم کر کے اپنی گڈری

پہن کر لشکر سے نکل گئے۔ اور اپنے پیروستگیر کی خدمت میں حاضر ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہے کچھ دنوں کے بعد

حضرت غوث صمدانیؒ نے بانی پت کی ولایت پر مامور کر کے رخصت کیا اور آپ نے پانی پت پہنچ کر نور معرفت سے اس کو منور کیا

خواجہ شمس الدین ترک بو علی قلندر کے مراسم حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ جب پانی پت پہنچے تو حضرت

قطب ابدال مخدوم شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ قدس سرہ

شہر سے باہر جنوب کی طرف ایک شہید کے مزار پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے دودھ کا پیالہ لبالب بھر کر خادم کی معرفت ان

کے پاس بھیجا۔ اور کہا کہ برادر شرف الدین بو علی قلندرؒ کی خدمت میں سلام کے بعد پیش کرنا تو وہ مسکرائے اور گلاب کا ایک پھول

جو سامنے رکھا ہوا تھا اس دودھ کے اوپر رکھ دیا اور واپس بھیج دیا اور خادم کو کہا کہ میرا بھی برادر شمس الدین ترکؒ کی خدمت

میں سلام عرض کر دینا۔ جب خادم دودھ کا پیالہ لے کر حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ کے سامنے رکھا تو آپ نے تبسم فرمایا۔ حافیٰ

نے اس تبسم کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ دودھ کا پیالہ جو میں نے برادر شرف الدین بو علی قلندرؒ کو بھیجا تھا اس کا مطلب تھا کہ

یہ ملک میرے خواجہ سے مجھ کو مرحمت ہو جائے۔ اور جس طرح یہ پیالہ دودھ سے لبریز ہے اسی طرح یہ ملک بھی میری ولایت

معمور ہے۔ اور برادر شرف الدین بو علی قلندرؒ نے جو اس پر پھول رکھ کر واپس کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو تمہاری۔

ولایت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اس دودھ کے پیالے میں جس طرح پھول پڑا ہوا ہے۔ اسی طرح میں بھی اس شہر میں

رہوں گا۔ بعض لوگوں نے حضرت بو علی قلندرؒ سے بھی اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر حضرت قطب ابدال

بو علی قلندرؒ شہر میں آکر سکونت پذیر ہو گئے۔ اور حضرت شمس الدین سے ملاقات کی۔ دونوں میں کافی اخلاص و نسبت ہو گئی

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ حضرت شرف الدین بو علی قلندرؒ کے آباؤ اجداد بہت عرصہ قدیم سے ہی پانی پت میں بودوش

اختیار کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کے والدین حضرت سالار نحر الدین اور بی بی حافظہ جمال کی قبریں شہر کے جوار میں شمال

کی طرف واقع ہیں۔ حضرت شرف الدین بو علی قلندرؒ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں کمال رکھتے تھے کئی سال پہلی میں مینار کے نیچے

درس دیتے رہے۔ اس درس و تدریس کے دور میں آپ پر جذبہ الہی طاری ہوا اور ساری کتابوں کو دریا میں پھینک کر پانی پت

چلے آئے۔ اور وہاں وحدت الہی کے درسِ علاوہ اور کچھ نہیں پڑھاتے تھے آپ نے بہتوں کو منزل تک پہنچایا اور خلافت دی تھی
یو علی قلندر کا شجرہ نسب آپ امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ کو فی قدس اللہ سرہ کے خاندان سے تھے آپ کا نسب

اس طرح ہے۔ قطب ابدال مخدوم شیخ شرف الدین یو علی قلندر ابن سالار فخر الدین۔ ابن لاجین
 ابن سالار عزیز ابن ابابکر غازی، ابن فارس، ابن عبدالرحمن، ابن عبدالرحیم، ابن محمد، ابن دانگ، ابن امام اعظم ابو حنیفہ کو فی قدس اللہ سرہ
 آپ کی بیعت کا سلسلہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیاراوشی سے جا ملتا ہے۔ اس طرح حضرت شیخ شرف الدین یو علی قلندر مرید
 اور خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے ہیں۔ اور وہ حضرت شیخ امام الدین ابدال کے اور وہ حضرت شیخ بدر الدین غزنوی

کے اور وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیاراوشی قدس اللہ سرہ ہم کے اور حضرت شیخ جلال الدین محمود پانی پتی المقلب بہ
 کبیر الاولیا قدس اللہ سرہ العزیز نے اگرچہ کسب کمالات باطنی اپنے پیرو مرشد حضرت شمس الاولیا شمس الدین ترک سے حاصل
 کیا ہے لیکن قطب ابدال حضرت شرف الدین یو علی قلندر کی بھی توجہ خاص ان پٹھی اور انہوں نے بہت کچھ فیض ان سے بھی حاصل کیا ہے

یو علی قلندر کی نقل مکانی ایک دن حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کے مریدوں میں سے کوئی شخص شہر گیا ہوا
 تھا اس کا گزر قطب ابدال کے آستانے کی طرف سے ہوا۔ دیکھا کہ قطب ابدال حضرت شرف

الدین یو علی قلندر شیر کی شکل اختیار کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ واپس آکر انہوں نے اپنے پیرو سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضرت شمس الدین ترک
 نے فرمایا کہ واپس جا کر دیکھو اگر برادر شرف الدین اسی شیر کی شکل میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو میری طرف سے سلام کے بعد کنا کر شیر کو
 جنگل میں رہنا چاہیے۔ خادم حکم بجالایا۔ اور ان کو شیر کی شکل میں دیکھ کر حضرت شمس الاولیا کا پیام پہنچا دیا۔ حضرت شرف الدین
 یو علی قلندر وہاں سے اٹھ کر شیر ہی کی شکل میں باگھوٹے مقام پر چلے گئے۔ جو شہر کے باہر مشرق جانب ہے آپ کے وہاں قیام
 کرنے ہی کی وجہ سے اس جگہ کا نام باگھوٹی پڑا اور وہ اس وقت تک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ وہاں سے پھر حضرت
 شمس الاولیا کے کہنے پر ایک گاؤں بوڑھ کھیرا میں مقیم ہو گئے۔ یہ گاؤں قصبہ کرنال کے مضافات میں ہے۔ بوڑھ کھیرہ
 سے کبھی کبھی حضرت شمس الاولیا کی ملاقات کے لئے حضرت شرف الدین یو علی قلندر پانی پت بھی تشریف لاتے
 تھے۔ آپ کا وصال حضرت شمس الدین ترک کی رحلت کے آٹھ سال بعد ۱۲ رمضان المبارک ۷۲۲ھ میں ہوا آپ
 کا مقبرہ کرنال میں آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

سید کی پہچان ہندوستان آنے سے پہلے حضرت شمس الاولیا خواجہ شمس الدین ترک اپنے وطن ہونہ ترکستان میں ایک

مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شہر کے کئی اکابر اور سادات بھی اس مجلس میں موجود تھے ان میں سے ایک سید جو وہاں کے مشہور اکابرین میں سے تھا استنزا کے طور پر حضرت سے یوں کہتا تھا کہ تمہارے سید ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے اپنے آباؤ اجداد سے سنا ہے اور نسب نامہ تحریری بھی رکھتا ہوں۔ اس نے کہا سید ہونے کا ثبوت دینا بہت مشکل ہے اور جب تک ثبوت نہ دو۔ میں تمہیں سید کس طرح تسلیم کر لوں۔ یہ سن کر آپ کو جلال ناگیا۔ اور رگ ہاشمی جوش میں آگئی۔ آپ نے فرمایا ہوا میں مشہور ہے کہ سید کے موٹے اندام کو آگ نہیں جلاتی اور باتوں کو چھوڑ دس یہی ثبوت کیلئے کافی ہے۔ اسی کا تجربہ کر کے دیکھ لیا جائے چنانچہ ایک منور میں آگ جلائی گئی۔ اور سب سے پہلے حضرت اقدس اس کے اندر اتر گئے۔ آپ کے اندر جلتے ہی آگ ٹھنڈی ہو گئی اور لباس کا ایک دھاگا بھی نہ جلا پھر آپ نے اپنے حریف کو لپکا کر اب تم بھی چلے آؤ۔ وہ غریب جیسے ہی تنور کے نزدیک پہنچا آگ کا شعلا بلند ہوا اور اس کے دامن کو لپٹ گیا وہ چلا کر بھاگا۔ اسے جلتا دیکھ کر حضرت اقدس تنور سے نکلے اور اس کے دامن کی آگ کو کچھا دیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ شوخ پشیمان ہوا۔ اور حضرت اقدس کے قدموں پر گر کر معذرت خواہ ہوا۔ اس واقعہ سے عوام میں شہرت اور مقبولیت اس قدر زیادہ ہو گئی کہ حضرت کو مجبوراً وطن چھوڑ کر ہندوستان آنا پڑا۔

شیخ یوسف پانی پتی کی روایت شیخ یوسف پانی پتی فرماتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں ایک مرتبہ میں روستوں اور بھائیوں کے ساتھ کابل باغ گیا ہوا تھا۔ یہ ابراہیم لودھی کو شکست دینے کے بعد بابر بادشاہ نے اطراف پانی پت میں بنوایا تھا۔ اس باغ میں ایک عالیشان مسجد اور اس کے متصل کنواں ہے جس سے لوگ گرمی کے موسم میں اکثر غسل کرتے ہیں۔ میرے ساتھی سب غسل کر کے شہر چلے گئے لیکن گرمی کی وجہ سے میں ہٹ گیا۔ کہ اخیر وقت جاؤں گا۔ گرمی تیز تھی مسجد میں جا کر سو گیا۔ دو گھنٹے کے بعد گھر واپس جانے کے لئے اٹھا تو نیند معلوم ہوئی۔ اور پھر سو گیا۔ نفوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی تو دیکھتا ہوں۔ کہ مسجد کی چھت سے فرش تک شیاہین ننگے نالے بدن کے بچوں کی شکل میں پھیلے ہوئے ہیں لاجول پڑھ کر آنکھیں بند کر لیں پھر آنکھ کھولی تو دیکھا کہ شیاہین کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ اور سٹور پیر پچھ کی شکلوں میں ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں ہر طرف سے خوفناک آواز آرہی تھی میرے آواز مختل ہونے لگے۔ اور میں گھبرا کر چاروں طرف دیکھا کہ سجدہ میں گر گیا۔ اسی وقت مشکل کشا حضرت خواجہ شمس الدین ترک کا نام زبان پر آ گیا۔ میں نے گڑ گڑا کر دعا مانگی۔ کہ اے حضرت شمس الدین ترک! آپ نے میرے جد حضرت شیخ جلال الدین محمود

المقلب بیکیر اللادیا عثمانی پانی پتی چشتی الصابری قدس اللہ سرہ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہاری اولاد میں جو کوئی بھی مشکل اور پریشانی میں مجھ کو یاد کرے گی۔ تو انشاء اللہ میں اس کی مدد کروں گا۔ یہ میری دستگیری کا وقت ہے میری مدد فرمائیے۔ یکایک گھوڑے کے ٹاپ کی آواز کانوں میں پہنچی میں نے سمجھا کہ شیاطین کا سردار آرہا ہے۔ اور مجھے بے ضرور کھا جاگا بہنرے کیوں پڑے رہنے کی بجائے اس آرزو منت کی جائے شاید چھوڑ دے یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آواز آئی۔ اے شخص! اٹھ، ڈر نہیں۔ اس آواز سے مجھے بڑی تقویت ہوئی۔ اور میں اٹھ بیٹھا۔ دیکھا کہ ایک نورانی شکل کے بزرگ پیراہن پوش کیمت گھوڑے پر سوار کھڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر بڑی مہربانی سے نزدیک بلایا اور فرمایا کہ آگے چلو۔ دائیں بائیں طرف ان بلاؤں کا بھی ہجوم تھا۔ میں نے فریاد کی کہ حضرت یہ شیاطین تو ابھی تک گھیرے ہوئے ہیں انہوں نے غضب ناک ہو کر ان شیاطین کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ دور ہو جاؤ ناپاکو! تم اس ملک میں رہ کر میرے فرزندوں کے ساتھ بے ادبی اور شوخی کرنا چاہتے ہو۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ سب غائب ہو گئے۔ پھر حضرت نے مجھ کو دروازہ تک پہنچایا۔ دروازے سے در راستے شہر کی طرف جاتے تھے۔ انہوں نے ایک سے منع کیا۔ اور دوسرے سے جانے کی ہدایت فرمائی۔ روانہ ہونے سے پہلے میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بتادیں کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ تم نے ابھی کس کو یاد کیا تھا۔ میں وہی ہوں۔ میں ان کے قدموں سے لپٹ گیا۔ اور قدم بوسی کر کے شہر کی طرف روانہ ہوا، لیکن بدحواسی میں جس راستے سے منع کیا گیا تھا۔ اسی پر چل پڑا۔ دیکھا کہ پھر شیاطین کا گروہ راستہ روکے ہوئے ہے اور مجھے نقصان پہنچانے پر آمادہ ہے۔ ناامیدی میں میں چیخ پڑا۔ اور پھر مشکل کشا حضرت شمس الدین ترک کا نام زبان پر آ گیا دیکھا کہ وہ کھڑے ہیں اور چوہے فرار ہے ہیں۔ کہ گھبراؤ نہیں یوسف لیکن تم کو ہم نے اس راستے پر جانے کے لئے منع کیا تھا۔ پھر بھی تم نے خیال نہ رکھا میں نے قدموں پر گر کر عرض کیا کہ بدحواسی میں مجھ سے یہ غلطی ہو گئی درتہ نافرمانی مجھ سے ممکن نہ تھی۔ وہاں سے وہ مجھے گھر تک لے گئے۔ اور میں محفوظ گھر پہنچ گیا۔ یہ واقعہ حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کی رحلت سے کئی سو سال بعد کا ہے۔

حضرت شیخ عبدالسلام المنخاطب بہ شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں سویا ہوا تھا ادھی رات گزری ہوگی میرے بھائیوں میں سے ایک جو میرا جانی دشمن تھا ننگی تلوار لئے سر پر آموجود ہوا قبل اس کے کہ وہ مجھ پر تلوار مارے میری

آنکھ کھل گئی۔ اضطراب میں میری زبان سے یا شمس الدین ترک نکل گیا۔ یکایک ایک تجسس میں چاندی کی انگوٹھی بھی
تختی غیب سے نمودار ہوا۔ اور اس شہر پر کو گردن سے پکڑ کر وہاں سے نکال دیا۔ میں اٹھ بیٹھا فوراً حضور کے حضرت کے
مقدمہ پر حاضر ہوا اور اپنی پیشانی قبر پر گرنے لگا۔ یکایک ایک ہاتھ تمبر سے نکلا اور اس نے میری پیشانی کو پکڑ کر اٹھالیا
میں نے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر آنکھوں سے لگالیا۔ میرے دل میں زیارت کی خواہش پیدا ہوئی۔ یکایک اس ہاتھ
کے ایک ناخن سے روشنی ظاہر ہوئی۔ میں نے صاف دیکھا یہ وہی انگوٹھی والا ہاتھ تھا جس نے تھوڑی دیر پہلے میری
مدد کی تھی۔ میں نے ان ہاتھوں کو چوم لیا۔ اور سجدہ شکرانہ بجالایا۔

خواجہ شمس الدین ترک کی اولاد
حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کے روضہ اقدس کے مجاور لاہور
حضرت ظل سبحانی شہاب الدین محمد صاحب قرآن ثانی شاہ جہاں بادشاہ
غازی محمد اللہ ملکہ کے دربار میں مدد و معاونت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ میں بھی دربار میں موجود تھا۔ باد
سلامت نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں کچھ معلوم ہے۔ حضرت شمس الاولیاء کی اولاد امجاد میں سے کوئی اس وقت موجود
میں نے عرض کیا کہ حضرت اقدس ہندوستان میں متاثر ہوئے یہاں ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ
ملفوظات میں مرقوم ہے لیکن ان حضرت نے فرزند کی جگہ پر اپنے مرید اور خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی
کو رکھ لیا تھا مجاوروں نے کہا کہ یہ بات تو ہم لوگ بھی جانتے ہیں۔ لیکن ۱۵۰۰ھ میں جب عمدة الملک صفدر خاں بہادر
اکبر آباد سے بدل کر پانی پتی کے راستے دربار شاہی میں جا رہے تھے۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک کے روضہ اقدس کے قریب
قیام پذیر ہوئے۔ لشکریوں میں سے ہر شخص زیارت کے لئے جا رہا تھا۔ عمدة الملک کے مقربین میں سے ایک شخص جب
زیارت کے لئے جانے لگا۔ تو اس نے اپنے آقا سے اس کا تذکرہ کیا۔ عمدة الملک کو بھی زیارت کا اشتیاق ہوا اور
وہ فوراً سوار ہو کر روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر جب ان کو مجاوروں سے حضرت کے ہندوستان میں تشریف
آدری کا سزا اور تمام حالات متحقق ہوا تو انہوں نے تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگو! جان لو کہ میں حضرت
اقدس کے خانوادے کا ایک رکن ہوں۔ میں جب سے ترکستان سے ہندوستان آیا ہوں۔ برابر آپ کی زیارت اور
حالات کے جاننے کا خواہش مند تھا۔ آپ کا نام تو شہرہ آفاق تھا۔ لیکن میں یہ سمجھ رہا تھا کہ ممکن ہے یہ کوئی دوسرے
بزرگ ہوں۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک کی نسل سے ترکستان میں ایک فرزند سید احمد جو ار نام کے تھے جو بڑے

صاحب عظمت اور کرامت بزرگ تھے ان سے ان کی اولاد کا سلسلہ وہاں قائم ہے۔ اور میں خود اسی نصاب زادے کا ایک رکن ہوں۔ پھر انہوں نے اپنا نسب نامہ منگوا کر حضرت اقدس کے نسب نامہ کو بلا یا۔ دونوں لفظ بہ لفظ مل جاتے تھے۔ ہم سب لوگوں نے بھی دیکھا تھا۔ عمدۃ الملک کو اس حقیقت کے معلوم ہونے کی بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے فاتحہ پڑھنے کے بعد عمدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خیر و خوبی سے سفر سے یہاں واپس لائے گا۔ تو روضہ اقدس کی عمارت پھر سے تعمیر کراؤں گا۔ اور اخراجات روضہ کے لئے جائیداد بھی وقف کروں گا۔ وہاں سے عمدۃ الملک لاہور پہنچے۔ اور لاہور سے صوبہ قندھار کے حاکم ہو کر چلے گئے۔ وہاں ان کا وصال ہو گیا۔ ان کی اولاد دربار شاہی سے مناصب لائقہ پر سرفراز ہوئی۔ خان عمدۃ الملک گرچہ منصب پنج ہزاری ذات و پنج ہزار سوار پر فائز تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے بزرگوں کا طریقہ کبھی نہیں چھوڑا اور اپنے نام کے ساتھ برابر خواجہ لکھتے رہے جو سادات صاحب ولایت کے لئے مخصوص ہے۔

وقات حضرت خواجہ شمس الدین ترک کا وصال ۱۰ جمادی الثانی ۷۳۶ھ میں ہوا۔ آپ کی تاریخ وصال۔ شمس الاولیاء ہی سے نکلتی ہے۔



حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیاء قدس سرہ العزیز



خرقہ فقر و ارادت حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیاء ابن محمود پانی گازرونی قدس سرہ العزیز صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ علم شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت میں آپ کا مقام بہت بلند و ارفع تھا۔ صوفیا آپ کو حجت الاولیاء، برہان الاتقیاء، سر دفتر دیوان توحید، سر حلقہ ارباب تجرید، گنج اسرار ذوالجلال، گوہر دریائے فضل و کمال، نخر زمان و زمین اور قطب ربانی کے القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ آپ کی پرورش آپ کے چچانے کی تھی۔ ابتدا میں آپ کا نام خواجہ محمد تھا۔ جلال الدین کا خطاب ان کو اپنے پیر روشن ضمیر سے ملا تھا۔ ہندوستان میں شیخ جلال پانی پتی کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ لیکن پورا خطاب آپ کا جلال الدین ہے جو آپ کے پیر روشن ضمیر نے مرحمت فرمایا تھا۔ آپ کو خرقہ فقر و ارادت شمس الاولیاء حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی سے عطا ہوا تھا۔

ریاضت و استغراق آپ کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین جامع القرآن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ نے ایک سو تتر سال سے زیادہ عمر پائی تھی۔ آپ کے فرزند ان و میردان بہت زیادہ اور خلفاء خدام بے شمار تھے۔ بچپن ہی سے آپ کے دل میں عشق الہی کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا اور وہ اکثر صحرا اور جنگل میں ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے۔ آخر زندگی میں آپ پر استغراق کا بہت سخت غلبہ تھا۔ چنانچہ نماز کے وقت جب خدام گوش مبارک کے پاس حق حق محل جلالہ بلند آواز سے کہتے تو آپ ہوش میں آکر نماز ادا کرتے

پھر استغراق میں چلے جاتے۔ آپ کو سماع سے بہت شوق تھا اور آپ اکثر مشائخ کرام کا عرس کرتے اور مجلس سماع منعقد فرماتے۔ کسی شخص نے آپ کے سماع کی مخالفت نہیں کی۔ اس دور کے علما اور مشائخ اکثر آپ کے معتقد تھے۔ آپ پر جلال اکثر طاری رہتا۔ آپ مستجاب الدعای بزرگ تھے۔ جو زبان سے نکلتا وہی ہو جاتا۔ آپ کے خلفا میں اکثر صاحب جذبہ اور اپنے وقت کے قطب اور عارف کامل تھے۔ آپ کی ایک بڑی کرامت یہ تھی کہ چشم زون میں جہاں چاہتے جاتے اور پھر چلے آتے چاہے وہ کتنی ہی دور ہو۔ چنانچہ اکثر جمعہ کی نماز آپ کے عہد میں ادا کرتے۔ آپ کی تصانیف میں زادالابرار ایک بے مثل کتاب ہے۔

چالشیہ حضرت شیخ جلال پانی پتی چالیس برس تک سفر کرتے رہے۔ اور دو مرتبہ انہوں نے حج ادا کیا تھا۔ اپنے دور کے بہت سے مشائخ کبار سے نعمت اور فیض حاصل کرنے کے بعد وطن واپس ہوئے اور حضرت

شمس الاولیاء خواجہ شمس الدین ترک کی ارادت اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے پیر کی خدمت میں عرصہ تک رہ کر ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے۔ پھر حضرت پیر روشن ضمیر نے اسم اعظم جو سینہ بہ سینہ چلا آتا تھا ان کو سکھایا اور خلافت کے ساتھ اپنی فرزند سی کا بھی شرف بخشا اور سند سجادگی پر بٹھا کر خانقاہ کی خدمت سپرد کی۔

عزریا پوری حضرت شیخ جلال پانی پتی کا ایک بڑا تصرف یہ تھا کہ ہر روز آپ کے مطبخ سے ایک ہزار آدمی نوع بہ نوع کھانا تناول کرتے۔ اور اگر کبھی ایک ہزار سے کم آدمی ہوتے تو خدام آپ کے حکم کے مطابق کوچہ و بازار سے آدمی ڈھونڈ کر لاتے۔ اور کھانا کھلاتے۔ اور جس طبق اور سرپوش میں کھانا لاتے وہ پھر واپس نہیں لے جاتے ان ہی لوگوں کو دے دیتے۔ حضرت کیبہ الاولیاء کو شکار کا بھی شوق تھا۔ کبھی دس دنہ روز اور کبھی ایک ایک ماہ تک شکار میں مشغول رہتے اور وہاں بھی اسی طرح غیب سے ایک ہزار آدمی کیلئے طرح طرح کا کھانا آتا رہتا۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس تصرف کے باوجود اگر کوئی آپ کے گھر جا کر دیکھتا تو وہاں مکمل فقر و فاقہ پاتا۔ اور ایک وقت کا کھانا بھی دیکھنے میں نہیں آتا۔ اللہ علیم و دانابہ کہ یہ کس طرح کا کمال اور تصرف ان کو حاصل تھا۔

حضرت بوعلی قلندر کی قطب ریائی نظر التفات حضرت قطب اہل شیخ شرف الدین بوعلی قلندر آپ کو بچپن ہی سے بہت عزیز رکھتے تھے

یہاں تک ہر روز آپ کو دیکھنے کے لئے جاتے۔ حضرت قطب ربانی اگر کہیں دوسری جگہ جاتے تو وہاں بھی حضرت قطب ابدال ان کو دیکھنے جاتے اور ان کو دیکھے بغیر چین نہ تھا۔

حضرت قطب ربانی شیخ جلال الدین بانی پتی ایک مرتبہ اپنے مرزومہ لکھے ہوئے تھے۔ قطب ابدال کو معلوم ہوا تو آپ

شیخ جلال الدین بانی پتی کے حق میں دعا

وہیں گھوڑے پر سوار ہو کر پہنچے۔ قطب ربانی نے آپ کو دروسے دیکھا تو تھیلی غلہ سے بھر کر سامنے لائے۔ حضرت قطب ابدال بوعلی قلندر نے مسکرا کر پوچھا کہ کیا لائے ہو بیٹے؟ آپ نے عرض کیا کہ حضرت کے گھوڑے کے لئے دانہ ہے۔ حضرت بوعلی قلندر نے فرمایا کہ پہلے گھوڑے سے پوچھ لو اگر وہ بھوکا ہو اور دانہ مانگے تو اس کو دے دو۔ حضرت شیخ جلال الدین بانی پتی نے گھوڑے کی طرف پوچھنے کے لئے رخ کیا ہی تھا کہ گھوڑا بغیر پوچھے بولا کہ آسودہ ہوں۔ حضرت دانہ کھلا کر کھج پر سوار ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت شیخ جلال الدین بانی پتی جبران بوری ہاتھ میں لئے کھڑے رہ گئے۔ پھر حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر نے فرمایا کہ بیٹے! یہ غلہ میں لئے تم کو بخشا۔ اور خدا سے میری دعا ہے کہ جتنا یہ غلہ ہے ہر آدمی کی تعداد کے مطابق تم کو اولاد و امجاد عطا فرمائے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی اور آپ کو اگر نوح ثانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ شکر ہے یہ درویش بھی اسی خاندان سے کا ایک فرد ہے۔

ایک دن قطب ابدال مخدوم شیخ شرف بوعلی قلندر بکر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت شیخ جلال الدین گھوڑے پر

شیخ جلال الدین بانی پتی پر نظر کرم

سوار ادھر سے گزرے۔ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا گھوڑا ہے! اور کیسا سوار ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ حضرت شیخ جلال پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی گھوڑے سے اتنے کہ گریبان چاک کر کے جنگل کی طرف نکل گئے۔ اور چالیس برس تک صحرا بھرا گھومتے رہے۔ پھر بہت سے مشائخ سے فیضیاب ہو کر وطن واپس ہوئے اور البہام ربانی کے مطابق حضرت شمس الاولیا خواجہ شمس الدین ترک سے مرید ہو کر تھوڑے ہی دنوں میں درجہ کمال کو پہنچے اور قطب الاقطاب ہوئے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ جلال الدین کی فقرا کے ساتھ گھومتے ہوئے شہر ہانسی پہنچے حضرت شیخ جمال انصاری

قطب ربانی سے سلسلہ کے اجراء کی درخواست

بقید حیات تھے۔ ان کو غیب سے بشارت ہوئی کہ شیخ جلال کبیر الاولیاء پانی پتی آرہے ہیں فوراً ان کی ملازمت حاصل کر کے عرض کر دو کہ وہ تمہارا سلسلہ جاری ہونے کے لئے دعا کریں۔ حضرت شیخ جمال ہانسوی نے فوراً خادم کو روانہ کیا کہ اس طرح کچھ فقرا آرہے ہیں۔ سب کو عزت اور احترام سے یہاں لے آؤ۔ خادم نے اپنے شیخ کا سلام اور پیغام درویشوں کو پہنچایا اور چلنے کی دعوت دی۔ درویشوں نے اپنا سب اور ٹھکانا چھوڑنا حضرت قطب ربانی شیخ جلال الدین کو حوالے کیا۔ اور ان کو اسی جگہ چھوڑ کر حضرت شیخ جمال ہانسوی کے پاس پہنچے۔ حضرت دروازے پر کھڑے منتظر کر رہے تھے ان درویشوں کے درمیان امنوں نے قطب ربانی کو نہ پایا تو فرمایا کہ اسے درویشوں جس بزرگ کے طفیل میں تم سب کو بلوایا تھا۔ وہ تو تم میں موجود نہیں ہے۔ بتاؤ کہ تم میں سے کوئی اور بھی رہ گیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم فقرا کے علاوہ ایک کمن جواں بھی ہم لوگوں کے ساتھ ہے جس کو اپنے اسباب کی حفاظت کے لئے ہم لوگوں نے اسی جگہ چھوڑ دیا ہے۔ حضرت شیخ جمال ہانسوی نے فرمایا کہ واللہ مجھے تو اسی محبوب خدا لڑکے سے کام ہے۔ پھر حضرت شیخ نے درویشوں کو کھانا کھلایا اور فرمایا کہ آپ میں سے ایک شخص جا کر ان کو عزت سے لے آئے۔ ایک درویش گیا اور ان کو لے آیا۔ حضرت شیخ جمال ہانسوی نے بہت عزت و احترام سے ان کا استقبال کر کے صدر محفل پر بٹھایا۔ پھر کھانا پیش کیا کھانے سے فراغت کے بعد آپ نے درویشوں کو بعد ادا سے فاتحہ رخصت کیا اور حضرت قطب ربانی شیخ جلال الدین سے بہت عجز و انکساری کے ساتھ دعا کی درخواست کی۔ اور غوث صمدانی حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری کے فرمان بچاڑنے اور ان کی طرف سے ان کا سلسلہ چاک کرنے کا پورا واقعہ بیان کر دیا۔ پھر حضرت شکر گنج کی بشارت مینے کا حال بھی کہا۔ حضرت قطب ربانی شیخ جلال الدین نے دعا فرمائی۔ اور فاتحہ پڑھی پھر تھوڑی دیر کے بعد درویشوں کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ حضرت شیخ جمال ہانسوی کی وفات کے بعد جب شیخ نور الدین کو جو کہ صرف چھ ماہ کے تھے۔ لوگ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے پاس دہلی لے گئے تو حضرت نے اسی نو عمری میں شیخ نور الدین کو خلعت خاصہ سے نوازا اور اپنا مرید کر کے رخصت کیا۔ یہی سبب ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے نام کے فوراً بعد شیخ نور الدین کا نام شجرہ میں لکھا جاتا ہے۔ اور اس طرح حضرت قطب ربانی کبیر الاولیاء کی دعا سے شیخ جمال ہانسوی کا سلسلہ جاری ہوا۔

قطب ربانی کا پانی پتی میں قیام | قصہ مختصر یہ کہ جب حضرت قطب ربانی شیخ جلال پانی پتی شیخ جمال ہانسوی

کے پاس سے رخصت ہو کر درویشوں کے ساتھ چلے تو درویشوں نے حضرت شیخ جمال ہانسویؒ کا ان کے ساتھ رویہ دیکھ کر بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کے معتقد ہو گئے۔ اور چاہا کہ اسباب جو وہ سر پر لاد کر لے جا رہے تھے نہ لے جائیں لیکن حضرت قطب ربانیؒ نے مانے اور حسب سابق تمام درویشوں کا سامان اٹھا کر لے چلے۔ اب درویشوں نے دیکھا کہ حضرت قطب ربانیؒ جو بوجھ سر پر لے جا رہے تھے۔ وہ ان کے سر پر معلق چتر کی مانند جا رہا تھا۔ لوگ اور حیران ہوئے اور اعتقاد بہت زیادہ بڑھ گیا اور سب درویشوں نے ان کے قدموں پر گر کر معافی مانگی۔

ہاں تو قطب ربانیؒ کو روکنے کی حضرت جمال ہانسویؒ نے بہت کوشش کی۔ اور بہت چاہا کہ وہ قلندروں کے ساتھ نہ جائیں لیکن وہ نہ مانے۔ پھر بھی حضرت جمال ہانسویؒ نے ان کے پیچھے آدمی روانہ کیا کہ کسی طرح ان کو سمجھا بجا کر واپس لائیں اور قلندروں کے ساتھ جانے سے روکیں۔ چنانچہ وہ واپس آئے۔ شیخ جمال ہانسویؒ نے ان کی بڑی عزت و احترام سے پذیرائی کی اور سمجھایا کہ بابائے من ائم اللہ کے محبوب ہو اور اس نے بہت سارے کمالات تم میں نہلا عنایت فرمائے ہیں۔ تمہارا مارے مارے پھر ناہرگز مناسب نہیں بلکہ ضروری ہے کہ تم اپنے وطن میں مقیم ہو۔ کچھ ہی دنوں میں ایک صاحب کمال شخص سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ جس کے ذریعہ اپنی مراد کو پہنچو گے۔ اور اونچے مقامات طے کر دو گے اگر تجھے خدا کی طرف سے اجازت جوتی توڑیں بھی فیض حاصل کرتا۔ فی الحال تم پانی پیت چلے جاؤ حضرت جمال ہانسویؒ نے بہت سمجھانے سے حضرت قطب ربانیؒ اپنے وطن واپس ہوئے اور پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت شمس الاولیاءؒ خواجہ شمس الدین ترک کی ملازمت اور ارادت سے فیضیاب ہوئے۔

مقلسوں کی امداد ایک مرتبہ حضرت قطب ربانیؒ شیخ جلال الدین بانی پٹی پور کی طرف سفر کر رہے تھے۔ ایک دن ایک گاؤں میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں کے باشندے اپنا سامان سمیٹ کر بھاگے ہیں۔ حضرت نے پوچھا کہ یہاں کے لوگ کیوں بھاگ رہے ہیں ایک شخص نے عرض کی کہ یہاں کا حاکم مال طلب کرتا ہے اور یہاں کے لوگ اپنی غربت اور بد حالی کے باعث ادا کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ اس لئے بھاگے جا رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ قوم کے سردار کو بلاؤ۔ جب سردار آیا تو حضرت نے فرمایا کہ اگر اتنا روپیہ تم کو مل جائے کہ حاکم کا مال ادا کر کے تم لوگوں کو اپنے گزارے کے لئے بھی بیچ جائے تو پھر پریشانی کی بات تو نہ رہے گی۔ سردار نے کہا کہ آپ اللہ کے دوست ہیں ایسا اپنی دعا سے کر دیں تو اور بات ہے۔ ورنہ اس کی امید تو بالکل نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ پورے گاؤں کو

میرے حوالہ کر دو یعنی مجھے مالک و مختار بنا دو۔ ان لوگوں نے خوشی سے کر دیا۔ پھر فرمایا کہ تم لوگوں کے پاس جتنے لوہے کے
 عداوزار ہیں اور آلات ہیں سب کو جمع کر دو۔ ان لوگوں نے جمع کر دیا۔ پھر اس میں آگ لگا دی اور کہا جا کر سورج صبح ان کو
 نکال لینا۔ لوگ گھر چلے گئے اور خود لطف شب گزرنے کے بعد جب سب لوگ غافل سوئے ہوئے تھے وہاں سے
 روانہ ہو گئے۔ صبح کے وقت لوگ جب وہاں پہنچے اور آلات کو نکالا تو سب خالص سونے کا ہو گیا تھا۔ اطمینان سے
 مال سرکاری ادا کرنے کے بعد خوشحالی کی زندگی گزارنے لگے۔ اور آج تک اس گاؤں کے لوگ مالدار ہی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت قطب ربانی کو بہتوں میں سفر کرتے ہوئے ایک پہاڑ پر پہنچے دیکھا
جوگی کا قبول اسلام کہ ایک جوگی آنکھ بند کئے گیان دھیان میں بیٹھا ہے۔ حضرت قطب ربانی اس کو کھڑے

دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھ کھول کر حضرت کو دیکھا پھر کچھ سوچ کر اپنی جھولی میں سے ایک پتھر کا ٹکڑا نکال
 کر آپ کو دیا اور کہا کہ یہ پارس پتھر ہے۔ جس لوہے پر مل دو گے سونا ہو جائے گا۔ حضرت قطب ربانی نے اس کو لیکر نزدیکی
 کے ہتھ میں پھینک دیا۔ جوگی حیرت زدہ ہو کر ان سے لڑنے پر تیار ہو گیا اور کہا کہ اس پتھر کو میں نے اتنی مشکل سے حاصل
 کیا تھا تم نے اس کو کیوں پھینک دیا اب تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اس پتھر کو جیسے ہو میرے حوالے کرو۔ حضرت
 قطب ربانی نے فرمایا کہ اے نادان! اس چشمہ میں اتر جاؤ اور اپنے اسی پتھر کے ٹکڑے کو نکال لے لیکن شرط یہ ہے
 کہ اگر اس جیسے بہت سے پتھر تجھ کو نظر آئیں۔ تو کسی اور کے لئے دل میں لالچ نہ لانا۔ جوگی نے قبول کر لیا اور چشمے میں اتر
 دیکھا کہ وہاں تو ہزاروں پارس پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ اور ان کے اوپر ایک اس کا پارس پتھر بھی رکھا ہوا ہے اس کے
 دل میں لالچ ہوئی۔ اس نے اپنے پارس پتھر کے ساتھ ایک اور پتھر بھی اٹھا لیا۔ حضرت قطب ربانی نے نور باطن
 سے دریافت کر کے اس سے کہا کہ اے کور باطن! میں نے تجھ سے عہد نہیں لیا تھا کہ لالچ دل میں نہ لانا۔ افسوس تو اپنے عہد
 پر قائم نہ رہ سکا۔ جوگی کا سر نہامت سے جھک گیا اور پھر وہ دونوں پتھروں کو حضرت کے سامنے رکھ کر ان کے قدروں
 پر گریا اور عرض کیا کہ مجھے بھی اس علم اور معرفت میں سے کچھ سکھائیے جس نے آپ کو اتنا مستغنی بنا دیا ہے۔ آپ نے
 اس کے سامنے اسلام پیش کیا جسے اس نے صدق دل سے قبول کیا۔ پھر اسے اپنا مرید کر کے مجاہد اور ریاضت میں
 مشغول رکھا اور تھوڑے ہی دنوں کے اندر آپ کی تربیت میں دلی کامل ہو گیا۔

کتھانی کیلئے پیر کا حکم | چالیس سال تک سیاحی کرنے کے بعد جب حضرت قطب ربانی اپنے وطن لوہا

ہوئے تو حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر سے جو بچپن ہی سے آپ پر بہت مہربان تھے مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی
حضرت شرف الدین بوعلی قلندر نے فرمایا کہ اے فرزند عزیز! تمہارا مرید ہونا کسی اور صاحب کمال کے ہاتھ پر مقدر ہو چکا ہے اور
وہ صاحب کمال امروز فردا میں آباہی چاہتا ہے چنانچہ آپ نے انتظار کیا اور کچھ دنوں کے بعد جب حضرت خواجہ شمس الدین کے
اپنے پیر کے حکم کے مطابق پانی پت پہنچے تو حضرت قطب ربانی الہام ربانی کے مطابق ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادت سے
شرفیاب ہوئے اور ریاضت و مجاہدہ شاقہ کے بعد خلافت و اجازت سے بھی سرفراز ہوئے لیکن اس وقت تک آپ کی کئی کئی
نہیں ہوئی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین ترک نے ان کو اس طرف توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت پیر درگاہ
کے حکم سے مجھے انکار کی مجال نہیں ہے۔ لیکن یوں میں نے اپنے دل میں طے کر لیا تھا کہ عقد نکاح نہ کروں گا۔ اور اپنی ساری
زندگی حضرت پیر کی خدمت میں رہ کر عبادت و ریاضت میں گزار دوں گا۔ حضرت شمس الاولیاء نے فرمایا کہ تمہاری محبت اور
خلوص نیت میرے ساتھ بے شک ایسی ہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا لیکن تم میرے فرزند ہو اور اللہ تعالیٰ سے میں دعا مانگی ہے
کہ تم میری جگہ پر بیٹھ کر خلق خدا کی ہدایت کرتے رہو۔ لیکن ساتھ ہی سنت رسول کا بجالانا بھی دو جہاں کی سعادت ہے۔ لہذا
ہو کہ کل قیامت کے دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے حضرت قطب ربانی نے فرمایا کہ حضرت
کا فرمان سزا کھوں پر لیکن مجھے ڈر ہے کہ میں اپنی نالائق اولاد کے اعمال سے مجھے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے حضرت شمس الاولیاء
نے فرمایا کہ بے فکر رہو نیک اولاد تمہارے نام سے اور میرے نام سے منسوب ہوگی۔ اور میں ان کا ذمہ دار ہوں گا پھر
یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری اولاد میں سے جس کسی کو بھی کبھی مشکل پیش آئے گی مجھے یاد کرنے پر میں اس کی مدد کروں
گا۔ میں نے لوح محفوظ میں دیکھا ہے کہ دنیا میں تمہاری اتنی اولاد پھیلے گی کہ اس کا شمار مشکل ہوگا اگر تم کو یقین نہ آئے
تو آؤ میری آستین میں جھانک کر دیکھو حضرت قطب ربانی نے آستین میں جھانکا تو لوح محفوظ نظر آئی اور وہاں اپنی اولاد
کی بے شمار تعداد دیکھی۔ اپنے اسے مٹانا چاہا تو حضرت شمس الاولیاء نے ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ اللہ کی مشیت میں دخل دینا چاہیے
حضرت قطب ربانی نے اپنے پیر کے حکم پر سر جھکا دیا لیکن کئی کئی ایسی عورت کی
شرط لگا دی جو بہری، اندھی، گونگی، اور بھولی بھالی ہو۔ بہت تردد تلاش کے بعد کئی
کے شیخ زادوں میں ایک ایسی خاتون پاکباز ملیں جو ان صفات سے متصف تھیں۔ حضرت شمس الاولیاء اور قطب ربانی حضرت
قطب ربانی کے ساتھ گئے۔ اور بیاہ کر کے لے آئے۔ حضرت قطب ربانی نے اپنی زوجہ محترمہ سے پہلا جملہ یہ کہا کہ آنکھ کھول کر

قطب ربانی کا نکاح

میری طرف دیکھو اور وضو کے لئے ربانی لاڈ خاتون نے فوراً آنکھیں کھول دیں فوراً پانی لا کر وضو کر لیا اور خود بھی وضو کیا پھر حضرت قطب ربانی نے ایسا لعاب دہن ان کے منہ میں دے دیا اور قرآن مجید سامنے رکھ کر پڑھنے کو کہا آپ پڑھنے لگیں ان خاتون سے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کے نام یہ ہیں۔ اول حضرت خواجہ عبدالقادر جو اس

اولاد

فقیر کے جد اعلیٰ تھے۔ اور چھ پڑھی کے بعد ان سے میرا سلسلہ نسب اس طرح مل جاتا ہے۔ فقیر المدیہ بن شیخ عبد الرحیم بن شیخ مینا حکیم بن شیخ حسن بن شیخ عبد الصمد بن شیخ بوعلی بن خواجہ یوسف بن خواجہ عبدالقادر بن حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیا عثمانی پانی پتی چشتی صابری قدس اللہ اسرارہم، دوسرے اور تیسرے حضرت خواجہ ابراہیم، حضرت غولوبہ شبلی جو کہ ہمارے سیر و سنگیر کے جد اعلیٰ تھے۔ ان تینوں سے اولاد امجاد قائم ہیں۔ چوتھے حضرت خواجہ کریم الدین اور پانچویں حضرت خواجہ عبدالواحد جو اولاد فوت ہوئے اور دونوں لڑکیوں کی شادی کرنال کے شیخ زادگان میں ہوئی۔

شیخ احمد قلندر شیخ احمد قلندر نام کے ایک درویش تھے جو صاحب کمال پیر کی تلاش جستجو میں اپنے وطن سے ہندوستان پہنچے اور کھی جنگل میں اقامت پذیر ہوئے۔ ہندوستان میں جہاں جہاں صاحب کمال

درویش اور مشائخ کے بارے میں اہل سنتوں نے سنا ان سب کو مدعو کیا۔ چنانچہ بہت سے شیوخ وہاں جمع ہو گئے ان ہی میں حضرت قطب ربانی شیخ جلال الدین پانی پتی بھی تھے۔ جب کھانے کے لئے دسترخوان بچا اور طباق سے سرپوش اٹھایا گیا تو سب ہی کھانے نامشروع، حرام اور مشکوک نظر آئے۔ یہ دیکھ کر سب حیران تھے۔ سمجھوں نے حضرت قطب ربانی کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ اب ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے۔ حضرت قطب ربانی نے فرمایا کہ دوستو! حیران اور پریشان کیوں ہوتے ہو۔ کہتے کیوں نہیں ہو کہ الہی! جن چیزوں کا کھانا تیرے بندوں کو حرام ہے ان چیزوں کو حکم دے کہ ابھی دسترخوان سے نکل جائیں۔ اتنا کہتے ہی تمام جانور جن کا گوشت پکا ہوا طباق کے اندر دھکا ہوا تھا اپنی اصلی شکل میں دسترخوان سے کود کر بھاگے۔ اور سب طباق خالی ہو گئے۔ احمد قلندر نے جب یہ کرامت عظیم دیکھی تو حضرت کے قدموں پر گر گئے۔ اور عرض کی کہ فقیر نے کمالات کا امتحان لینے کے لئے ہی ضیافت کی تھی اب میری آرزو اللہ کا شکر ہے پوری ہوئی، پھر تمام مشائخ کو کھلا پلا کر عزت و احترام سے رخصت کیا۔ اور حضرت قطب ربانی کی خدمت میں رو کر اس طالب صادق نے اپنی مراد حاصل کی حضرت اقدس نے کچھ دنوں کے بعد ان کو غلظت اور غرقہ سے سرفراز فرمانے کے بعد ملتان روانہ کر دیا **کامل ترین حلقاء** حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی کے مریدان اور خلفاء بہت تھے۔ لیکن ان میں افضل ترین اور

کامل ترین تین تھے۔ اول شیخ احمد عبدالحق رودلوی۔ دوم شیخ نظام ستانی سوم مخدوم شیخ بہرام بیڈلوی قدس سرہم۔
کرامات شیخ عبدالمصعب مفتی پانی پت بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن حضرت قطب ربانی بیٹھے ہوئے تھے ایک لڑھی
 عورت خالی گھڑ پانی لانے کے لئے بڑی مشکل سے سر پر لئے جا رہی تھی۔ آپ کو اسے دیکھ کر رحم آگیا۔ آپ نے اس
 سے فرمایا کہ اے ماں! کیا تمہارے یہاں کوئی آدمی نہیں ہے۔ جو تم کو ضرورت کے لئے پانی لا کر دیا کرے۔ اس ضعیفہ نے کہا
 حضرت اگر کوئی ہوتا یا مجھے مزدوری دے کر پانی منگوانے کی صلاحیت ہوتی تو پھر میں اتنی تکلیف کیوں اٹھاتی حضرت
 قطب ربانی فوراً اٹھے اور اس کے ہاتھ سے گھڑ لے کر کنواں پر جا کر پانی بھرا اور اپنے کاندھے پر رکھ کر اس کے گھر
 پہنچا دیا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ اس پانی میں برکت عطا فرمانا۔ پھر اس روز کے بعد سے وہ ضعیفہ جتنا بھی اس طرف
 سے پانی خرچ کرتی وہ کبھی کم نہ ہوتا اور پھر تازہ منگی اس کو پانی لانے کی ضرورت نہ ہوئی۔

ایک دن ایک کیمیا گر مخدوم زادگان میں سے کہیں کے یہاں آیا۔ اس نے یہاں فقر و فاقہ دیکھ کر پیش کش کی کہ
 کیمیا سیکھ لیں۔ مخدوم زادہ نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ جلال الدین کو جا کر یہ بات بتائی۔ حضرت قطب ربانی نے
 وہیں حجرے کی دیوار پر تھوک کا بھوک کا گرناتھا کہ پورا حجرہ خالص سونے کا ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے فرزند!
 کیمیا کس کام کا۔ اس میں جان کا خطرہ ہے۔ کیمیا سے سعادت سیکھ کر جس جگہ تھوک پر چبائے وہ سونا ہو جائے۔
 حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء نے حج دومرتبہ ادا کیا تھا۔ لیکن نماز جمعہ پڑھنے کے لئے برابر مکہ معظمہ جا کر
 تھے اور وہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور عالم ارواح کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے دل میں بات
 آئی کہ کتنا اچھا ہوا اگر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ربانی فرما کر مجھے یہاں بھی کبھی کبھی نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت
 دے دیں۔ چنانچہ جب اس کے بعد نماز جمعہ پڑھنے کیلئے مکہ معظمہ گئے تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت رسالت پناہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیخ جلال الدین! تمہارا کعبہ وہیں ہے۔ جہاں میرے فرزند سید محمود کا مقدر ہے تم وہیں نماز
 جمعہ پڑھا کرو۔ اس روز سے حضرت قطب ربانی برابر جمعہ کی نماز حضرت سید محمود کے روضہ مبارک پر ننگے پیر جا کر
 ادا کرتے۔ یہ روضہ حضرت قطب ربانی کے نزدیک جانب مشرق مائل بہ جنوب واقع ہے۔

جہانیاں جہاں گشت کیلئے مینار حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پر آخر عمر میں استغراق کا بہت زیادہ
 غلبہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ نماز کے وقت خدام گوش مبارک کے پاس

حق حق جل جلالہ کہتے تھے۔ تو آپ ہوش میں آکر دھنوکہ کے نماز ادا کرتے تھے اور پھر استغراق میں چلے جاتے تھے یہاں تک کہ ایک دن جب کہ آپ کے پانچوں صاحبزادگان موجود تھے حضرت اقدس نے خادم کے اشارے کے بغیر خود بخود آنکھیں کھول دیں۔ اور اپنے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ عبدالقادر قدس اللہ سرہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہ میں اپنی زندگی میں سے کچھ اپنے ہم نام سید جلال مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری کو بخش دوں کیونکہ ان کی زندگی کا پیمانہ اب لبریز ہو گیا ہے۔ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے عرض کیا کہ اباجان کی عمر دراز ہو مجھے یہ کس طرح گوارا ہوگا۔ کہ آپ کی زندگی میں کچھ کمی واقع ہو میں تو اپنی زندگی بھی آپ کے دینے کو تیار ہوں۔ پھر آپ اپنے دوسرے صاحبزادے خواجہ ابراہیم قدس سرہ سے پوچھا انہوں نے بھی یہی جواب دیا اس کے بعد آپ نے اپنے تیسرے بڑے حضرت خواجہ شبلی قدس اللہ سرہ سے پوچھا آپ نے جواب دیا یا پ کی عمر دراز ہو لیکن اگر حکم الہی ایسا ہی ہے جیسا۔ آپ نے بیان فرمایا تو آپ کو تعمیل حکم میں ذرا دیر نہیں کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدم تعمیل کے باعث کل شرمندگی اٹھانی پڑے۔ رضائے دوست کے لئے ایسی ہزاروں جانیں تیار ہوں۔ حضرت اقدس اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور شاباش دی۔ پھر سب کو رخصت کر کے خود استغراق میں چلے گئے۔ حسب الحکم سب بڑے کے رخصت ہو گئے لیکن حضرت خواجہ عبدالقادر آپ کے پاس ہی بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت قطب ربانی پھر ہوش میں آ گئے۔ اپنے بڑے بڑے کو پاس بیٹھا دیکھا تو فرمایا کہ جب بیٹھے رہ گئے ہو تو آؤ میرے ساتھ چلو اور پھر ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا پیر میرے پیر پر رکھ دو۔ اور آنکھیں بند کر لو انہوں نے ویسا ہی کیا۔ جب آنکھیں کھولیں تو اپنے کو اپنے والد ماجد کے ساتھ دہلی میں پایا۔ پھر حضرت قطب ربانی حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور وقت مخدوم جہانیاں پر نزع کا عالم طاری تھا۔ اور سلطان فیروز جوان کا مرید خاص تھا۔ دھنوکہ کے لئے گیا ہوا تھا حضرت قطب ربانی نے مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے سرہانے آکر ان کو دھنوکہ کیا اور دو رکعت نماز پڑھوائی اور پھر اپنے ہاتھوں کی دس انگلیوں کے اشارے سے ان کو اپنی زندگی کے دس سال بخش دئے اور پھر سلام کر کے اسی طرح پانی پت واپس چلے گئے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو مکمل صحت ہو گئی جیسے بیمار ہی نہیں ہوں۔

سلطان فیروز شاہ کی حاقری فیروز شاہ کو جب اپنے پیر سے اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے کما خوش نصیب
کہ میرے عہد میں ایسے ایسے عظام موجود ہیں پھر اپنے پیر مخدوم جہانیاں جہاں گشت

کی اجازت سے وہ حضرت قطب ربانی کی خدمت میں پانی پت حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اس نے حضرت قطب ربانی سے پوچھا کہ اے شیخ! آپ نے حدائے عزوجل کو دیکھا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ان آنکھوں سے دیکھنا شریعت کے مطابق محال ہے۔ لیکن اس کے سایہ کو میں دیکھا ہے اس بات سے سلطان فیروز شاہ بہت خوش ہوا۔ رخصت کے وقت اس نے کافی نقد و جنس ہشت میں رکھ کر بطور نذر حضرت قطب ربانی کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم فقیر ہیں۔ دربان اور پاسبان کہاں اس کی حفاظت کرے گا۔ یہ سب آپ ہی کو زیب دیتا ہے۔ آپ رکھیں اور مجھے معاف فرمائیں۔ سلطان نے جب دیکھا کہ حضرت نہیں قبول فرمائیں گے تو وہ ان کے فرزندوں میں سے ایک کے پاس گیا جو شدید فقر و فاقہ میں مبتلا تھے۔ اور ہرے اور گونگے بھی تھے۔ اور ان کو لے جا کر وہ رقم پیش کی انہوں نے اشارے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اور کیا کام آتا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ اس سے شکم سیر ہوتا ہے۔ مخدوم زادہ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ میرے کس کام کا جس نے مجھ کو پیدا کیا اور شکم دوہن دیا ہے وہ بے منت رزق بھی دیتا ہے۔ کسی آدمی کے عطیہ کی مجھے ضرورت نہیں، سلطان حیران رہ گیا اور باہشتم نم وہاں سے واپس ہوا اور حکم دیا کہ سارے نقد جنس حضرت قطب ربانی کے آستانہ کے باہر غریبوں میں تقسیم کر دئے جائیں۔ چنانچہ یہی ہوا اور آج تک برسات کے موسم میں لوگوں کو اس جگہ کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے۔ سلطان فیروز شاہ درجہ متاثر حضرت قطب ربانی کے آستانہ سے رخصت ہوا اور دہلی پہنچا۔

ایک مرتبہ سلطان فیروز شاہ اور اس کے عہدہ دار بھائی سلطان فیروز شاہ کا فتح خاں سے معاہدہ

فتح خاں کے درمیان یہ بات طے ہوئی تھی کہ جو پہلے عالم جاودانی کو سدھارے گا۔ اس کے سینے پر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان جو محفوظ رکھا تھا رکھ دیا جائے گا۔ چنانچہ فتح خاں کو جب مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی علالت اور حضرت قطب ربانی کی دعا سے صحت پا جانے کا حال معلوم ہوا تو وہ صبارفتار گھوڑے پر سوار ہو کر پانی پت روانہ ہوا۔ شام کو وہاں پہنچا اور گھوڑے کو خانقاہ کے دروازے پر چھوڑ کر سیدھا اندر پہنچا۔ حضرت قطب ربانی اپنے حجرہ خاص میں مشغول تھے اور حضرت مخدوم شیخ زینا قدس اللہ سرہ جو کہ حضرت کے مرید اور حلیفہ خاص تھے۔ دروازہ پر کھڑے فیل مست کی طرح جھوم رہے تھے۔ فتح خاں نے بلا اجازت حجرے کے اندر جانا چاہا۔ تو مخدوم زینا نے اسے روک کر پوچھا

کہ بچہ کہاں جا رہا ہے؟ زندہ سلامت واپس نہیں آنا چاہتا کیا؟ فتح خاں نے کہا میں سلامت جا رہا ہوں اور سلامت واپس آؤں گا مخدوم شیخ زینا نے فرمایا کہ اگر تم سلامت واپس آ جاؤ تو میرا پیرا بہن پھاڑ دینا ورنہ میں تیرا جامہ چاک کر دوں گا۔ فتح خاں تو سی چاہتا تھا۔ اور اسی دعا کے لئے وہاں آیا تھا۔ حجرے کے اندر چلا گیا۔ دیکھا کہ حضرت قطب ربانی استغراق میں ہیں۔ ہاتھ باندھے ایک گوشے میں کھڑا رہا۔ حضرت خود بخود استغراق سے ہوش میں آ کر بولے کہ "جاڑ لے لو" فتح خاں خوش خوش قدم چوم کر واپس ہو گیا باہر۔۔۔ مخدوم شیخ زینا اسی طرح کھڑے جموم رہے تھے۔ فتح خاں نے کہا کہ دیکھ لیا کہ میں کس طرح سلامت واپس آ گیا۔ مخدوم شیخ زینا نے فرمایا کہ بچہ! تیرا نشانہ پر لگ گیا۔ دہلی تک تم سلامت نہیں پہنچو گے۔ فتح خاں نے کہا کہ حضرت! یہی آرزو لے کر تو میں یہاں آیا تھا۔ اللہ کا شکر دوبارہ بشارت حاصل ہوئی۔ پھر وہاں سے تازہ دم گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی واپس ہوا۔ دہلی کے قریب پہنچا تو اس کو نیند معلوم ہونے لگی۔ ایک درخت کے نیچے گھوڑے سے اتر منہ پر چادر ڈال کر لیٹ گیا۔ اور وہیں روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ نجیب سلطان فیروز شاہ کو ملی تو اس نے معاہدہ کے مطابق حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان اس کے سینے پر رکھ دیا اور وہ اس بنا پر آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے

حضرت جہانیاں جہاں گشت کی قطب ربانی سے ملاقات

عارف ربانی حضرت مخدوم جہانیاں
قدس اللہ سرہ وجب حضرت

قطب ربانی کی دعا سے صحت یاب ہوئے تو کچھ دنوں کے بعد ازراہ شوق و محبت حضرت سے ملاقات کے لئے پانی پت تشریف لائے۔ اور کچھ عرصہ تک وہاں رہ کر چلکے ہوئے۔ اور حضرت سے فیضیاب ہوئے۔ چنانچہ حضرت مخدوم جہانیاں کا حجرہ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین بوعلی قلندر قدس اللہ سرہ کے روضہ اقدس کے پہلو میں اس وقت تک زیارت گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے۔ پھر حضرت مخدوم جہانیاں حضرت قطب ربانی کی اجازت سے اوچے تشریف لے گئے اور وہیں ۱۱ ذوالحجہ ۱۰۰۰ھ کو واصل بحق ہوئے۔

خلفاء کے اسمائے گرامی

حضرت قطب ربانی کے مندرجہ ذیل چالیس خلفائے کامل تھے۔

خواجہ عبدالقادر جبرائیل مصنف سیر الاقطاب جو حضرت سید محمود کے روضہ قفس کے متصل آسودہ خاک ہیں۔ اور آپ کی والدہ کا بھی اسی جگہ مزار ہے۔ حضرت خواجہ برہم جہاں کا مزار حضرت قطب ربانی

کے روضہ کے اندر بائیں جانب ہے۔ صاحب سجادہ حضرت خواجہ شمس علی جوہر سے پیر کے جدِ اعلیٰ میں اور جن کا مزار حضرت قطب ربانی کے روضہ اقدس کے دروازہ پر دائیں جانب ہے۔ حضرت خواجہ کریم الدین جن کا مزار حضرت سید محمد کے روضہ اقدس کے پہلو میں ہے۔ حضرت خواجہ عبدالواحد جن کا مزار روضہ مطہرہ کے باہر بڑے دروازے سے متصل ہے۔ مخدوم شیخ زینا جن کے جدِ کلاں حضرت قطب ربانی کے جدِ کلاں کے ساتھ گازرون سے آئے تھے اور باغبانی کرتے تھے ان کا مزار قصبہ اندری میں ہے۔ حضرت شیخ احمد قلندر جن کا مزار ملتان کے قلعہ کے پشت پر ہے حضرت شیخ احمد عبدالحق ردوئی جن سے سلسلہ عالیہ چشتیہ جاری ہوا۔ ان کا روضہ قصبہ ردولی میں واقع ہے۔ حضرت مخدوم شیخ بہرام جن کا مزار قصبہ بیڈولی میں ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین جن کا مزار قصبہ جنجانہ میں ہے۔ حضرت سید مٹھی بہاری جن کا مزار صوبہ بہار میں ہے۔ قاضی محمد اولیا سلطان پوری جن کا مزار کرنال کے مضافات سلطان پور میں ہے۔ شیخ شعیب بنیرہ قاضی محمد اولیا جن کا مزار سولی پت میں ہے۔ شیخ حسن بن کا مزار بہرہ پر گنہ بیانہ میں ہے۔ شیخ عبدالصمد سامی جامع ملفوظات حضرت پیر دستگیر قطب ربانی جن کا مزار نام میں ہے۔ شیخ نظام سامی جن کا مزار نام میں ہے۔ شیخ پرچوری ان کا مزار بھی نام ہی میں ہے۔ حضرت سید محمود جن کا مزار حضرت قطب ابدال کے روضہ مطہرہ کے متصل ہے۔ شیخ سراج الدین جن کا مزار حضرت قطب ابدال کے روضہ کے قدیم دروازہ کے متصل شمالی جانب ہے۔ شیخ پسرکنیا جن کا مزار شہر کے متصل محل رانی کے قریب ہے۔ ان میں بزرگوں کے علاوہ جن کے نام ملفوظ میں مقام میں اور دوسرے خلفا کے نام ابھی تک نہیں دستیاب ہوئے ہیں۔ تین اور بزرگ جو بہت بڑے عالم اور حضرت قطب ربانی کے خلفا میں شمار کے جاتے ہیں۔ پانی پت کے عین شہر میں محلہ قنات کے راستے پر سوڈہ خاک میں خواجہ شمس علی کی سجادہ نشینی ہے۔ حضرت خواجہ عبدالقادر قدس سرہ کا وصال اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا اسلئے حضرت قطب ربانی نے حضرت خواجہ ابراہیم کو اپنا سجادہ بنایا۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے اپنی مرضی سے خواجہ شمس علی کو سجادہ بنا دیا چونکہ یہ اپنے والد ماجد کی موجودگی میں خاتقاہ اور همانداری کا انتظام کرتے رہے تھے اور اپنے اخلاق سے سب کو دیدہ بنا ہوئے تھے حضرت قطب ربانی کا وصال ۱۲ ربیع الاول کو ہوا اور پندرہ روز پہلے کہ حضرت قطب ربانی کے تین افضل ترین خلیفہ گزرے ہیں۔ اس لئے ان کا تذکرہ ضروری ہے۔ دوسرے خلفا کا تذکرہ بھی ملفوظ میں ملتا ہے لیکن خوارق و کرامات ان تینوں بزرگوں کے بہت زیادہ ہیں اس لئے سعادت دارین کے خیال سے ہر بزرگ کے دو تین واقعات درج ہیں۔

حضرت شیخ احمد عبدالحق ردو لوی قدس سرہ العزیز



حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ العزیز قدوة اہل طریقت اقبالہ ارباب حقیقت و معرفت اور پیشوا مشائخ عصر تھے، آپ حضرت قطب ربانی شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ صوفیا آپ کو حجت الاولیاء برہان الاتقیاء اور قدوة الاولیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ میں بچپن ہی سے ولولہ محبت حد درجہ پایا جاتا تھا۔ اپنے مرشد اور مربی کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ہی آپ نے کسب کمال و ریاضت کافی کر لیا تھا، سلطان الموحدین حضرت شیخ عبد القدوس قطب عالم بن اسماعیل الحنفی گنگوہی قدس سرہ دو واسطوں سے حضرت شیخ احمد عبدالحق کے مرید ہیں۔ حضرت قطب عالم شیخ عبد القدوس گنگوہی مرید حضرت شیخ محمد اور وہ مرید حضرت شیخ عارف اور وہ مرید حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ السلام، حضرت قطب عالم نے اپنے ملفوف مسمیٰ نور العین میں قدوة الاولیاء حضرت شیخ احمد عبدالحق کے تفصیلی حالات اور واقعات لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ جو عجائب روزگار میں سے ہے اور جس میں قدوة الاولیاء کے مرید ہونے کے حالات اور اسباب بیان کئے گئے ہیں خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

حضرت شیخ احمد عبدالحق کی پانی پت میں آمد
قدوة الاولیاء حضرت شیخ احمد عبدالحق کو حد سے زیادہ
ریاضت اور مجاہدہ کرنے کے باوجود بھی تشفی اور تسکین

نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن عالم غیب سے بشارت ہوئی کہ فوراً پانی پت جا کر حضرت قطب ربانی کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہ بہت خوش خوش

پانی پت روانہ ہوئے حضرت قطب ربانی نے ادھر نور باطن سے آپ کے آنے کی خبر پا کر خدام کو ہدایت کر دی تھی کہ پرتکلف کھانے تیار کئے جائیں اور دروازے پر امیرانہ ساز و سامان کے ساتھ گھوڑے وغیرہ تیار کئے جائیں کیونکہ ایک مہمان تشریف لارہا ہے خدام نے حکم بجالایا۔ قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ احمد عبدالحق جب وہاں پہنچے تو یہ سب سامان امیرانہ اور تکلفات دیکھ کر بہت متعجب ہوئے اور بد عقیدہ ہو کر وہاں سے بغیر ملے واپس ہو گئے۔ شام ہو گئی تو پوچھا کہ یہ کون شہر ہے ہلکے شخص نے بتایا کہ یہ پانی پت ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ معلوم ہوتا ہے میں راستہ بھول گیا۔ رات گزار کر صبح پھر چلے اور دن بھر چلتے رہے۔ شام ہوئی تو کسی سے پوچھا کہ یہ کونسی جگہ ہے ایک شخص نے بتایا پانی پت۔ رات گزار کر صبح کو چلے اور راستے میں ایک صحرا میں ایک خشک درخت نظر آیا جس پر ایک صاحب جمال نوجوان مخملی ٹوپی پہنے بیٹھا تھا اس سے انہوں نے پوچھا کہ اسے جو ان راستہ کدھر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تم نے راستہ تو جلال الدین کے دروازے ہی پر گم کر دیا تھا اگر تمہیں یقین نہ آئے تو وہ شخص سامنے آ رہے ہیں۔ ان سے پوچھ لو۔ قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ احمد عبدالحق ان کی طرف بڑھے اور دیکھا کہ دو سفید پوش شخص پاکیزہ کپڑوں میں آ رہے ہیں نزدیک آنے پر انہوں نے پوچھا کہ راستہ کدھر ہے۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ راستہ تو تم نے قطب ربانی شیخ جلال الدین کے دروازے پر ہی گم کر دیا۔ اب انہوں نے سمجھا کہ یہ ہدایت غیبی ہے۔ بس تبدیلی پیدا ہوئی اور بے ہوش ہو کر گر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو وہ درخت اور جوان سب ہی غائب تھے انہیں یقین ہو گیا کہ یہ غیبی ہدایت تھی۔

تحرقہ ققروادوت عقیدت مندانہ حضرت قطب ربانی کے آستانہ کی طرف چلے۔ چلتے چلتے دل میں خطرہ گزرا کہ اگر حضرت قطب ربانی اپنے سر کی ٹوپی اپنے پیر کی قبر سے مس کر کے میرے سر پر رکھ دینگے اور کچھ شہزادہ بھی عنایت فرمائیں گے۔ تو مجھے بڑی تسکین ہو گی۔ یہ سوچتے ہوئے خانقاہ پہنچے خدام نے بتایا کہ، حضرت اپنے پیر کے مزار پر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ بھی اسی طرف بڑھے۔ دیکھا کہ حضرت قطب ربانی ایک ہاتھ میں کلاہ اور دوسرے میں روٹی اور حلوہ لئے کھڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے تین مرتبہ حق حق حق کہا اور حضرت قطب ربانی کے قدموں پر گر گئے۔ آج بھی اس سلسلے کے مشائخ اور صوفیاء اس طریقے کو برتتے ہیں اور اپنے خطوط کے اوپر تین مرتبہ حق حق لکھتے ہیں حضرت قطب ربانی نے بڑی شفقت سے آپ کی پذیرائی کی۔ اور اپنے سر مبارک سے کلاہ چھارتسکی، جو ابھی اپنے پر دستگیر کے مرقد سے مس کر چکے تھے۔ اتار کر حضرت شیخ احمد عبدالحق کے سر پر رکھ دیا۔ سر پر مراض چلائی اور نان حلوہ مرحمت فرمایا

پھر اپنے ساتھ خانقاہ لے کر چلے آئے۔ اور اسی سابق طریقہ کا پر تکلف کھانا دسترخوان بچھا کر سامنے رکھوایا۔ حضرت قدوة الاولیاء کو کچھ تامل ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے احمد عبدالحق! تم کو ان کھانوں میں جو نامناسب معلوم ہوا سے نہ کھاؤ۔ یہ کہنے کے بعد حضرت قدوة الاولیاء کے دل سے سارے دوسو سے دوڑ ہو گئے۔ اور حضرت قطب ربانی کی توجہ سے سب کچھ روشن ہو گیا اور ہاں، نہیں کا سارا بکھیرا ہی ختم ہو گیا۔ اور مکمل طور پر سپردگی کے بعد ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں خرقہ اور خلافت سے سرفراز ہو کر اپنے وطن کو رخصت ہوئے۔

حضرت شیخ احمد کے نام میں اضیاء کی وجہ

پہلے آپ کا نام شیخ احمد تھا۔ لیکن چونکہ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور بولنے میں آپ ہمیشہ اسم اعظم حق حق حق پہلے استعمال کرتے تھے اور اس کی عادت سی ہو گئی تھی اس بنا پر پیر روشن صنمیر حضرت قطب ربانی نے آپ کا نام ہی شیخ عبدالحق رکھ دیا اور پھر وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ رخصت کرنے کے وقت حضرت قطب ربانی نے آپ کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ اس سلسلے کو تم سے جاری رکھے اور تمہارے ذریعہ قیامت تک نور معرفت پھیلتا رہے چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کے فرزندوں اور مریدوں میں اکثر ایسے صاحب عظمت و کرامت بزرگ آج بھی موجود ہیں کہ اگر تیر رفتہ کو حکم دیں تو واپس آ آجاتے اور ہمارے اشارہ کریں تو چلنے لگے۔ اب سے پہلے جو بزرگان گزرے ہیں اور مشہور خلائق ہیں ان میں حضرت شیخ عارف، شیخ محمد بن عارف، حضرت شیخ عبدالقدوس، قطب عالم گنگوہی اور ان کے خلیفہ و مرید حضرت شیخ جلال الدین بن محمود القاروقی المعروف بہ شیخ جلال تھا۔ تیسری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شیخ جلال تھانیسری کے حالات

شیخ جلال تھانیسری قدس اللہ سرہ العزیز کے حالات ملفوظات میں مفصل مرقوم ہیں۔ آپ اس سلسلہ عالیہ کے قطب و غوث اور حجت گزرے ہیں آپ ماں باپ دونوں طرف سے فاروقی ہیں آپ کے والد کا نام قاضی محمود ہے آپ نے سات سال میں قرآن مجید حفظ کیا اور سترہ سال میں اکثر علوم دینی کی تکمیل فرمانے کے بعد درس و تدریس اور فتویٰ لکھنے میں مشغول ہوئے آپ کا خاندان بلخ سے آیا تھا۔ آپ کا خرقہ فقر و ارادت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے عطا ہوا تھا۔

اوائل حال میں ایک دن ایک شخص ایک غزل پڑھو رہا تھا۔ اسے سن کر حضرت جلال تھانیسری بے ہوش ہو گئے اور چھت سے کود کر بسمل کی طرح تر پنے لگے۔ جب ہوش ہوا تو آپ اس سلسلے میں مرید ہو گئے اور کچھ دنوں کے

بعد اپنی ریاضت و مجاہدہ سے مدارج علیا پر پہنچے۔ آپ پر استغراق کا بہت سخت غلبہ رہتا تھا ہر نماز کے وقت مریدان اللہ اکبر اللہ اکبر لپکارتے تھے۔ تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے تھے۔ آپ کو سماع کا بہت ذوق تھا اور اکثر مجلس سماع منعقد فرماتے، آپ کا قیام تھانیسہ میں ہی رہتا تھا۔ آپ کے ایک ایک مہل کے دل میں حطرہ گزرا کہ عمر دراز سے میں حضرت کی خدمت میں ہوں مگر کوئی کیفیت مجھ پر وارد نہیں ہوتی۔ ایک حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا دور تھا کہ جس پر وہ نظر ڈال دیتے تھے ولی ہو جاتا تھا۔ حضرت شیخ جلالؒ پر نور باطن سے یہ بات ظاہر ہو گئی آپ نے اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھا اور اور فرمایا کہ آج بھی ایسے لوگ ہیں کہ ان کی ایک نظر سے آدمی ولایت کے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے اتنا کمنا تھا کہ مرید پر بخوبی طاری ہو گئی اور وہ مرتبہ اعلیٰ پر پہنچ گیا لیکن کچھ ہی دنوں میں اس کا انتقال ہو گیا آپ نے فرمایا کہ شخص میں برداشت کی قوت نہیں ہوتی آپ کا وصال روز جمعہ ۲۵ ذوالحجہ ۹۸۰ھ میں چھیا نوے سال کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مقدم مبارک تھانیسہ ہی میں ہے

قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے دوسرے تعلقا

شیخ عبدالغفور اعظم پوری، شیخ خضر جونپوری، حضرت شیخ عبدالعزیز کبیر انصاری اور حضرت قطب عالم کے ساتوں فرزندوں بالخصوص صاحبزادہ کلاں شیخ حمید و شیخ رکن الدین و شیخ احمد قدس اللہ اسرارہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں، شیخ رکن الدین کی بڑی فضیلت تھی جیسا کہ ملفوظ میں لکھا ہے کہ حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر خدا سے عروج قیامت کے دن مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے میری بارگاہ میں کیا لائے ہو تو فقیر ایک ہاتھ سے شیخ جلال تھانیسی کو اولیٰک ہاتھ سے شیخ رکن الدین کو پیش کر دے گا۔ یہ وہی شیخ رکن الدین ہیں جن کا مزار کسی سلسلے میں کھل گیا تھا تو قبر کے اندر سو چندریش مبارک کے چند ہال کے در کچھ نظر نہ آیا آپ کے فرزند اور جانشین شیخ عزیز اللہ کا بھی بہت اونچا مرتبہ اور مقام تھا جو آپ کا خرقہ پہن لینا صاحب جلال جاتا

حضرت شیخ جلال تھانیسی کے تعلقا

حضرت شیخ جلال محمد تھانیسی کے خلفاء میں حضرت شیخ نظام الدین بن شیخ عبدالشکور فاروقی تھانیسی، شیخ احمد سونی بنی پوری، شیخ عبدالشکور برادر بزرگ حضرت شیخ جلالؒ، شیخ عبدالغفور پدربزرگ اور حضرت اقدس شیخ موسیٰ، شیخ عیسیٰ، شیخ فاضل سہاؤنی خاص طور پر قابل ذکر ہیں حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری کے خلفاء میں عارف کامل سید علاؤ الدین ساکن کتانہ جن کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا اور

لوگوں نے آپ کو دفن کیا تو تین مرتبہ اللہ اللہ اللہ جل جلالہ کی آواز آپ کے مرقد سے بلند ہوئی اور ایک نور آسمان سے اتر کر قبر میں پنہاں ہو گیا اور آپ کے فرزند شیخ ابوالسحاق اور شیخ سراج العارفین قدس اللہ سرہم قابل ذکر ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدین بھائی سری کے خلفاء
 حسین بھوری سراج الاولیا حضرت شیخ ابوسعید نور اللہ گنگوہی

الحنفی جو حضرت قلب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خاندان کے تھے۔ اور حضرت مرشدی و مخدومی شیخ فتحی و شیخ الادولہ و شیخ پائندہ بنی پوری و شیخ مصطفیٰ و شیخ عبدالفتاح اندری و شیخ اللہ بخش لاہوری و شیخ صادق برہان پوری و قاضی شیخ عبدالحق ولد قاضی سالم کراچی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ ہندوستان، عرب، ایران، ہنگری، ان خلفاء ہوئے ہیں شیخ حسین بھوری کے خلفاء میں شیخ ولی محمد نازولی اکبر آباد میں قیام پذیر تھے۔ حضرت شیخ ابوسعید نور اللہ گنگوہی کے خلفاء میں زبدۃ الاولیاء حضرت شیخ محمد صادق فتح اللہ الحنفی گنگوہی جو کہ معشوق الہی کہے جاتے تھے بہت زیادہ مشہور ہیں آپ کے خوارق و کرامات بے شمار اور لاتعداد ہیں اگر ان میں سے کچھ لکھا جائے تو دفتر تیار ہو جائے شیخ ابوسعید نور اللہ گنگوہی کے دوسرے خلفاء شیخ محب اللہ آبادی، شیخ ابراہیم رامپوری و شیخ خواجہ پانی پتی و شیخ ابراہیم سہارنپوری ہیں۔

حضرت مرشدی و مخدومی شیخ فتحی کے خلفاء میں شیخ اسماعیل اکبر آبادی کا نام آتا ہے۔

حضرت شیخ احمد عبدالحق کے نام کی نیابت اب پھر حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس اللہ سرہ کے حالات کی طرف رجوع

ہونا ہوں اگر کوئی شخص عقیدت مند نہ اور صدق نیت سے کسی حاجت اور مہم کے لئے قدوۃ الاولیا حضرت شیخ احمد عبدالحق کے نام سے توشہ نیاز دے تو اس کی حاجت پوری ہوگی۔ اور مشکلات دور ہوں گے توشہ سے مراد حلوئے تڑپ ہے یہ طریقہ اقلیم ہندوستان میں بہت مجرب مشہور ہے۔ اچھا طریقہ یہ ہے کہ حاجت پوری ہونے سے پہلے ہی توشہ نیاز دیکر اگر بعد میں دیکھا پھر بھی کوئی حرج نہیں، توشہ سے مراد سو اسیر آرگنڈم، ایک پاؤ شکر اور ایک پاؤ روغن زرد ہے یہ طریقہ یہ ہے کہ سب احتیاط سے لائے اور باہر ہو کر ایک جگہ روٹی پکائے اور اس پر روغن ملے پھر شکر چھڑکے اور حضرت عبدالحق کی روح پاک کو فاتحہ پڑھے پھر آگے فرزندوں یا مریداں یا ان کے سلسلے کے کسی نمازی کو کھلائے انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی۔

اسی طرح آپ کے نام کی تسبیح بھی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے مجرب ہے اسکی ترکیب ہے کہ ہر روز کسی وقت مقررہ

پر باوضو بعد نماز تین سو بار طہر تہہ یہ یک جلسہ ہے، اغثنی و امددنی یا شیخ احمد عبدالحق، ایک ہفتہ کے پڑھنے سے انشاء اللہ اس کی مراد پوری ہوگی
وفات: - آپ کا وصال ۵ جمادی الثانی ۱۰۳۰ کو ہوا کسی آپ کا سن وفات ۱۰۳۰ عارف حق احمد عبدالحق بحق نکلا ہے قدس اللہ سرہ

حضرت مخدوم شیخ بہرام قدس اللہ سرہ العزیز



شیخ المشائخ حضرت مخدوم شیخ بہرام بیٹو دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے دور کے بہت بڑے عالم و فاضل اور عارف کامل بزرگ گزرے ہیں آپ حضرت قطب ربانی شیخ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی کے خلفائے کبار میں سے ایک تھے حضرت شیخ بہرام پہلی مرتبہ اپنے پیر سے رخصت ہو کر قصبہ بڑاؤہ میں قیام پذیر ہوئے

دریا کے رخ میں تبدیلی | ہنئے اتفاقاً اسی زمانے میں دریائے جموں قصبہ بیٹو دہلی کی طرف بڑھ رہا تھا اور کچھ دنوں میں قصبہ کے قریب پہنچ گیا وہ دن بدن بڑھتا ہی جاتا تھا وہاں کے باشندے خوفزدہ ہو کر حضرت قطب ربانی کی خدمت میں پانی پت حاضر ہوئے۔ اور عرضی پیش کر کے بہت آرزو منت کی کہ حضرت اقدس نحو داس جگہ تشریف لے چلیں ہم لوگوں کی مصیبت دور کریں آپ کے قدم کی برکت سے ہم لوگوں کی مشکل دور ہو جائے گی۔ حضرت قطب ربانی نے شیخ بہرام قدس اللہ سرہ کے نام ایک خط لکھ کر ان لوگوں کو دیا۔ اور کہا کہ فقیر کا اس وقت وہاں جانا مشکل ہے تم لوگ وہ جا کر یہ خط شیخ بہرام کو دو وہ تم لوگوں کے ساتھ اسی جگہ قیام پذیر ہو جائیں گے اور انشاء اللہ تم لوگوں کو اس مصیبت سے نجات مل جائے گی۔ وہ لوگ حسبِ بڑاؤہ جا کر حضرت مخدوم شیخ بہرام سے ملے اور حضرت قطب ربانی کا خط ان کو دیا خط پڑھا حضرت شیخ بہرام کھڑے ہو گئے خط کو سر آنکھوں پر رکھا اور فوراً اسی جگہ سے ان لوگوں کے ساتھ بیٹو دہلی روانہ ہو گئے۔ بیٹو دہلی پہنچ کر دریا کے کنارے اپنا عصا گاڑ دیا اور وہیں جم گئے صبح تک دریا اس جگہ سے دوڑ چلا گیا تھا اور کچھ ہی دنوں میں کئی میل دوڑ رہا تھا اور اس وقت تک اسی طرح قائم ہے۔ اس واقعہ سے وہاں کے لوگوں کو حضرت مخدوم شیخ بہرام سے بہت زیادہ عقیدت ہو گئی اور وہ لوگ ان کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت مخدوم کو بھی وہ جگہ پسند آئی۔ اور وہیں قیام پذیر ہو کر فکری اور ہدایت و ارشاد میں وقت گزارنے لگے۔ ساری زندگی وہیں گزاری اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کا مرقد مبارک آج تک وہاں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کی ایک کرامت

آج بھی دیکھی جاتی ہے۔ کہ جس بیماری سے لوگ ناامید ہو جاتے ہیں اس کو حضرت مخدوم کے روز مبارک کے دروازہ پر لے جا کر رکھ دیتے ہیں اور وہاں پر ایک کنواں ہے۔ اس روزانہ منہ دھلاتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے جلد ہی شفا کامل حاصل ہو جاتی ہے حضرت کے کرامات کا ذکر جب نکلا ہے۔ تو مناسب ہے۔ کہ کچھ حالات آپ کے جو فقیر (مصنف سیر الاقطاب) کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

گستاخی کی سزا ۱۵۰ھ میں صوبہ دہلی کے دیوان مرزا مظفر بیگ نے ایک ہندو کو قصبہ سیڑولی اور دوسرے پرگنات کی بیماری اور افاضہ لگان وغیرہ کے لئے بھیجا اسے دین اور بخش انسان نے وہاں پہنچ کر اس قصبہ کے لوگوں کی زندگی تلخ اور تنگ دی۔ ایک ہی بھی ایسا تھا جس کی کچھ نہ کچھ زمین پر لگان تجویز نہ کیا گیا۔ یہ سب کچھ روزانہ متبرک کے اعتراضات کے لئے مجوزین وقفہ ہی اس کی بھی پیمائش اور تجویز لگان سے باز نہ آیا اس جگہ کے سادات اکابرین نے لاکھ اس کی سمجھایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا جو شش منہ لانی میں وہ کافر خود کھوڑے پر سوار ہو کر پیمائش کرنے لگا۔ سادات میں سے ایک نے فریاد کی کہ اندر جا کر فریاد دی ہو اور حضرت مخدوم بہرام کے مزار پر دونوں ہاتھ اذیات و اغیات کہہ کر بارگاہ اور کما سے حضرت اس پلید بند نے آپ کے خادموں پر کیا تار یک دن لایا ہے کہ یہ لوگ ایک وقت کھانے کے لئے تریں گے۔ آپ کی درگاہ کو ہم لوگوں نے دنیا اور آخرت کیلئے پناہ سمجھا تھا۔ لیکن جب دنیا ہی میں یہ بری حالت ہو گئی ہے۔ تو پھر آخرت کا حال اللہ جانے کیا ہوگا۔ آپ صاحب ولایت اور عدل کے دوست ہیں پھر بھی اتنا شرف نہیں رکھتے کہ اس ملعون کو خاطر خواہ سزا دے دیں اسی درمیان میں روز منہ کے باہر سے شور و فوغا کی آواز آنے لگی۔ سید مذکور روڑ کر باہر آئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اس کافر ملعون کا گھوڑا تو کنا سے کھڑا ہے۔ اور وہ خود دونیزہ اوپر معلق ہو میں حمل رہا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ملعون طاقت کے نشہ میں جو کچھ ہڈیوں کو برا بھلا کہنے لگا۔ کہ یوں فلندروں کو بلا دج میں سرکاری مال کیوں کھانے دوں گا۔ اور جریب لگا کر زمین کی پیمائش کرنے لگا۔ کہ گھوڑے نے غصہ کر لی اور یہ اچھل کر ہو میں معلق ہو گیا سید مذکور کی زبان سے لے سناختہ نکلا کہ یا حضرت اس ملعون کو ہو میں معلق کیوں کھجوتے ہیں۔ زمین پر ٹیک کیوں نہیں دیتے کہ گردن ٹوٹ جائے بس اتنا کہنا تھا کہ زمین پر زور سے گر لوگوں نے سمجھا پاش پاش ہو گیا۔ لیکن ابھی اس میں مقوڑی مقوڑی جان باقی تھی اس کے لوہتین اسکو جلدی سے اٹھا کر حضرت مخدوم کے روز منہ کے اندر لے گئے۔ مقوڑی دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو اس نے زمین پر سر رکھ کر گریہ و زاری شروع کی۔ بیکایک اس کے دونوں ہاتھ پیچھے چلے گئے۔ اور اس نے چلانا شروع کیا کہ خدا کے لئے مجھے یہاں سے لے چلو تاکہ مجھے جو تلوں کی مار سے نجات ملے۔ اس کے لوگوں نے جب یہ سنا تو جلدی سے اسکو اٹھا کر کھڑا لائے، گھر پہنچ کر لوگوں نے لاکو زور لگا لگا کہ اس کا ہاتھ پیٹھ کی طرف سے سامنے لایا جاتے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ جب زور ہو کر اسی حالت میں اسکو چارپائی پر لٹا دیا۔ مقوڑی دیر کے بعد وہ ناپاک خود بخود چارپائی سے زمین پر گر پڑا اور چارپائی اس کے اوپر آگئی پھر اس کے لوگوں نے چارپائی سیدھی کی اور اس کو

اٹھا کر لٹایا۔ پھر وہ الٹ کر نیچے گر پڑا۔ اس کو پھر جو چار پانی پلوگوں نے لٹانا چاہا تو اس کا سر نیچے اور پیرو پر پو میں معلق ہو گیا اور سر کے بل زمین پر چکر مارنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کے سر کے نیچے زمین گہری ہو گئی۔ لوگوں نے لاکھوں کو سیدھا کرنا چاہا لیکن نہ کر سکے، آخر اس کی زندگی سے ناامید اور اس کی تکلیف سے پریشان ہو کر اس کے گھر والے روضہ کے مجادروں کے قدموں پر جا کر گر گئے اور آہ و زاری کرنے لگے۔ پھر ان لوگوں کو اس پر رحم آ گیا اور سب جمع ہو کر مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور اس کی طرف سے اس کی غلطیوں کی معافی چاہی پھر اس کی سزا میں کمی ہوئی اور رفتہ رفتہ صحت ہوئی۔ صحت یا مہجے نے کے بعد اس نے نذر و نیاز روضہ مبارک پر بھیجا اور مجادروں کی زمین کا کام ان کی مرضی کے مطابق کیا اور اس قصبہ کے تمام لوگوں سے بہت اچھا سلوک کرنے لگا۔

حضرت شیخ نظام قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت مخدوم شیخ نظام سنامی بہت بڑے عالم و فاضل اور حضرت قطب ربانی کے حلقائے کبار میں سے تھے آپ تیس برس تک اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر رہ کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہے پھر خلافت و اجازت سے رفران ہو کر سنا رخصت ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد وہیں واصل بحق ہوئے۔

لوگ کہتے ہیں کہ بعد وصال ایک عرصہ تک آپ کے مزار پر نور پر ایک شعلہ چراغ کی طرح روشن رہا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت قطب ربانی شیخ جلال الدین محکمیر الاولیا پانی پتی وہاں تشریف فرما ہوئے اس نور کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ شیخ نظام تم خدا رسیدہ اور کامل بزرگ ہو تمہاری بزرگی اور کمال میں کوئی شک نہیں لیکن یہ نور جو تمہاری قبر کے اوپر روشن ہے بہتر ہوتا اگر یہ اندون قبر روشن ہوتا اور لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہوتا تاکہ بے ادبی کا امکان نہ رہتا کیونکہ اگر اس کا برابر روشن اور نمایاں رہتا صحیح ہوتا تو پھر یہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ پر روشن رہتا۔ اتنا کہتے ہی وہ نور قبر شریف کے اندر چلا گیا اور ظاہری نظر سے پوشیدہ ہو گیا اور اس وقت سے اب تک پھر کسی نے نہ دیکھا۔

اب ہم حضرت قطب ربانی کے سجادہ نشینوں کا حال لکھیں گے۔

حضرت قطب ربانی کے وصال کے بعد حضرت خواجہ ثبلی قدس اللہ سرہ العزیز سجادہ نشین ہوئے ان کے

حالات آگے مذکور ہیں۔

حضرت خواجہ شبلی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ الطریق حضرت خواجہ شبلی ابن حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس اللہ سرہ علم شریعت و طریقت میں کامل تھے اور ہمیشہ ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کا مقام اور مرتبہ بہت بلند تھا۔ وہ کہیں آتے جاتے نہ تھے بالخصوص دولت مندوں کے گھر کبھی بول کر بھی نہ جاتے تھے۔ آپ کے فرزند ان اور خلفا بہت ہیں۔ اس دور کے علما، فضلا اور فقرا آپ کی صحبت بابرکت سے برابر فیضیاب ہوتے رہتے تھے آپ صاحب سماع و وجد تھے۔ آپ میں سوز و گریہ بہت زیادہ تھا۔ آپ نے خرقہ فقر و ارادت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا تھا۔

حالت سماع کی کیفیت آپ کے دونوں پائے مبارک میں باد کا عارضہ تھا جس کے باعث وہ آسانی سے اٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن جب مجلس سماع منعقد ہوتی تھی تو آپ ذوق و جذبہ میں اٹھ جاتے اور توجہ فرماتے اقامت کے بعد پھر اسی طرح ہو جاتے جیسے پہلے تھے ایک دن مجلس سماع منعقد تھی۔ اور آپ پر ذوق اور وجد کی کیفیت طاری تھی یہ حالت نیرنگ قائم رہی آپ کے علم گرامی شیخ اور اسی نے جب دیکھا کہ آپ کو قرار نہیں آ رہا ہے۔ تو آپ انہیں پکڑ کر کہا کہ اب بس کرو تمہارا اس طرح اٹھنے سے لوگوں میں غلط فہمی پھیل رہی ہے۔ اگر تم کو افشائے راز اور مرجوعہ خلالت بننا ہے تو بیشک اس طرح سنتے رہو۔ یہ جملہ سن کر حضرت شیخ الطریق نوراً بیٹھ گئے اور اپنے حال کو ضبط کرتے رہے اور اس روز سے پھر سماع کے دوران آپ کبھی نہیں اٹھے۔

افغانوں کے حق میں دعا ایک دن قندروں کی جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کچھ مانگتے لگی بھرت خواجہ نے کچھ جواب دیا تھا۔ اور خاموش رہے ان لوگوں نے دلیری کے ساتھ سامنے سے تسبیح اٹھالی اور چلتے بنے۔ ملک اچھی اور ملک و مال افغانوں نے، جو حضرت کے مرید اور معتقد تھے۔ یہ بے ادبی دیکھی تو ان قندروں کے پیچھے دوڑے اور راستہ میں پکڑ کر تسبیح چھین لی۔ اور حضرت کو دیدی۔ حضرت خواجہ افغانوں کی اس خدمت سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ انشاء اللہ

تم لوگوں کا نشانہ کبھی خطانہ ہوگا۔ چنانچہ اس دن کے بعد سے ان لوگوں کے تیر کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوا۔ ایک دن ملک اوجھی نے اپنے پیروستگیر کی دعا کو آزمانے کے لئے آسمان کی طرف تیر پھینکا۔ جب وہ تیر زمین پر آیا تو اس کے پیکان میں ایک سانپ گتھا ہوا تھا۔ حیران رہ گیا اور اسے یقین آگیا کہ ہمارے پیر کی دعا برحق ہے۔

شیخ الطریق حضرت خواجہ شبلی قدس اللہ سرہ العزیزہ کا وصال ۲۰ ربیع الاول کو ہوا۔

حضرت خواجہ عبدالقدوس قدس اللہ سرہ العزیزہ

خلاصۃ الاولیاء حضرت خواجہ عبدالقدوس ابن حضرت خواجہ شبلی قدس اللہ سرہ عبادت و ریاضت اور کرامت میں مشہور تھے۔ جو شخص بھی آپ کی خدمت میں صدق نیت اور خلوص دل سے حاضر ہوتا اس کی مراد پوری ہوتی۔ آپ کچھ عالم باطن میں اپنے پیروکار سے کافی راز و نیاز رکھتے تھے لیکن ظاہری طور پر آپ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ غرق فقر و ارادت آپ کے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا تھا۔

ایک مرتبہ آپ پر گنہ پانی پت کے موضع چھاج میں کسی ضرورت سے تشریف لائے تھے۔ عین کام کی حالت میں آپ نے پکار کر اے گاؤں والو! جلد اپنے گھروں سے نکلو اور اپنے سامان اور مویشی کو نکالو۔ کیونکہ جلد ہی آگ لگے گاؤں کو جلا دے گی اس طرح کئی مرتبہ آپ نے پکار پکار کر لوگوں کو آگاہ کیا۔ جو لوگ ان سے واقف تھے اور ان پر اعتقاد رکھتے تھے فوراً ہی کہنے کے مطابق اپنے گھروں سے ساز و سامان لے کر باہر نکل آئے اور اپنے بیوی بچوں کو بہ حفاظت نکال لیا لیکن جن لوگوں نے یقین نہیں کیا اور ان کے کھنڈے پر کان نہیں دھرا۔ وہ زیاں کار ہوئے اور گھٹائے میں رہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد غیب سے آگ بلند ہوئی اور پورے قریہ کو جلا کر خاک کر دیا اس واقعہ سے لوگ ان کے بہت زیادہ متعجب ہو گئے۔

آپ کا وصال ۲۰ جمادی الثانی کو ہوا۔ قدس اللہ سرہ العزیزہ۔

حضرت خواجہ عبدالکبیر اولیا قدس اللہ سرہ العزیز



عارف ربانی حضرت خواجہ عبدالکبیر اولیا ابن حضرت خواجہ عبدالقدوس پانی پتی قدس اللہ سرہ العزیز جامع کمالات و کتاب اور دلی ماورزاد تھے پچھن ہی سے آپ مستجاب الدعوات تھے زبان سے جو نکلتا ہو جاتا اسی لئے لوگ آپ کو شیخ الکبیر اور بالاپیر بھی کہتے تھے حضرت عارف ربانی کے کرامات اور تصرفات بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ جب آپ چلتے تھے اور ہاتھ کو حرکت ہوتی تھی تو آپ کی دونوں آستین سے ہر حرکت پر شہیر نر نکل آتا تھا اور پھر فوراً غائب ہو جاتا تھا اور آپ کے سامنے جو بھی آتا ہیبت سے سر نہیں اٹھا سکتا تھا اس دور کے اکثر علما مشائخ اور اکابرین آپ کے معتقد اور حلقہ بگوش تھے حضرت عارف ربانی اکثر سماع سنتے اور مشائخ کا عرس کرتے تھے عرس میں لوگوں کو جمع کرتے اور دفر کھانا تقسیم اپنے چار فرزند تھے۔ مرید اور خلقا تو بے شمار تھے۔ آپ کو خرقہ فقر و ارادت اپنے والد بزرگوار سے عطا ہوا تھا۔

ایک دن سلطان سکندر بن ہلول لودھی نے اپنے وزیر میاں بھودہ بن خواص خاں اور ملک محمد مسوانی کے ساتھ بلکہ مشورہ کیا کہ حضرت خواجہ عبدالکبیر کو لوگ صاحبِ کرامت اور دلی کہتے ہیں۔ آج ان کا امتحان لینا چاہیے ہم لوگوں میں ہر ایک کوئی چیز دل میں رکھے اور ان کے پاس چل کر آزمائش کریں۔ پس آدھی رات کے وقت تینوں حضرت عارف ربانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فوراً سلطان سکندر کے سامنے ہرن کے گوشت کا سموسہ، وزیر میاں بھودہ کے سامنے نان بخنی اور ملک محمد مسوانی کے سامنے گرم گرم حلوہ لاکر رکھ دیا اور تینوں نے یہی دل میں رکھا بھی تھا۔ ان لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ دوستو! اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ جو فقیر اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے بیٹھا ہو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے اس کو کبھی شرمندہ نہیں کریگا۔ اس کے بعد سلطان سکندر لودھی نے پرگنہ کرنال سے دو گاؤں جن میں سے ایک کا نام موضع درو اور دوسرے کا سنگھو تھا حضرت کی خدمت میں بڑی عاجزی سے پیش کیا اس طرح وزیر بھودہ نے بھی قصیدہ حنبجانہ کا ایک کانس موضع ستانی نام کا پیش کیا۔ اور ملک محمد مسوانی نے اپنی لڑکی کی خدمت کے لئے پیش کی۔ عارف ربانی حضرت خواجہ عبدالکبیر کا وصال ۱۰ ماہ بیس اثنائی کو ہوا

حضرت شیخ عثمان زندہ پیر قدس اللہ سرہ العزیز



قدوة المشائخ حضرت شیخ عثمان زندہ پیر ابن شیخ عبدالکبیر اولیا قدس اللہ سرہ العزیز علم شریعت اور طریقت میں بے مثل تھے۔ آپ عمدہ مشائخ عمد اور زبیرہ عابدان دہر میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ ہمیشہ ذکر الہی اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ خرقہ فقر و ارادت آپ کو اپنے والد بزرگوار شیخ عبدالکبیر اولیا سے عطا ہوا تھا۔

سجادہ نشینی کا مناقشہ آپ کے تین بھائی تھے۔ ایک بڑے شیخ حسین اور دو چھوٹے شیخ برہان الدین اور شیخ محمد آپ کے بڑے بھائی شیخ حسین اپنے والد ہی کی موجودگی میں دو فرزند ان شیخ نور الدین اور شیخ منور چھوڑ کر انتقال کر گئے تھے۔ پانچ واہجان کے وصال کے بعد ان دونوں نے سجادگی کے لئے اپنے چچا حضرت شیخ عثمان زندہ پیر سے مناقشہ شروع کر دیا اور سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی سے واہ خواہ ہوئے کہ سلطان بہ نفس نفیس پانی پت تشریف لاکر تشخیص مقدمہ کی فرمائیں بہت رد و بدل کے بعد گرچہ حضرت اقدس کی والدہ ماجدہ اور دوسرے مشائخ، اکابر، اعزہ اور اہالی حضرت شیخ عثمان زندہ پیر کی سجادگی کے حق میں تھے۔ اور کوشاں تھے کہ اس نعمت میں دوسرا کوئی شریک نہ ہو لیکن سلطان ابراہیم کی حمایت سے سجادگی دو حصوں میں بٹ گئی، اس تقسیم کے بعد پہلی عید کو دو چنڈول نکلیں، انفاقا شہر کے باہر دونوں چنڈول شریک ہیوں کے درمیان جنگ ہو گئی۔ اور شیخ حسین کے صاحبزادے چنڈول سے زمین پر لیا گئے کہ عید گاہ تک جانا مشکل ہو گیا اور بڑی مشکل سے گھر لوٹے، اور حضرت قدوة المشائخ عید گاہ پہنچے اور نماز عید الفطر ادا کر کے فیروز مندانہ آستانہ عالی میں داخل تشریف لائے اور اس کے بعد سے شیخ عبدالکبیر اولیا کے بناؤ میں سے یا ان کے فرزندوں میں سے کسی پوتے کو اسے لے سوائے قدوة المشائخ حضرت عثمان زندہ پیر اور ان کے فرزند ان کے خرقہ نہیں پہنا۔ اور نہ سجادگی میں دخل پایا اور اس وقت تک سجادگی قدوة المشائخ کے فرزندوں کے درمیان بلا شرکت غیر سے قائم ہے۔

کرامات | ایک دن چشت کے دو شخص جن میں ایک مسلمان چاندن نامی اور دوسرا ہندو چاتول نامی تھا، آپس میں جھگڑ کر حضرت اقدس کی خدمت میں فیصلہ کے لیے مقدمہ لائے۔ حضرت قدوة المشائخ نے تمام معاملات کو سن کر فرمایا کہ چاندن حق پر ہے اس ہندو نے فیصلہ کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ مسلمان کی وجہ سے حضرت جانبداری سے کام لے رہے ہیں حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں کی بیویاں حاملہ ہیں۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ راست گو کے گھر لڑکا اور دروغ گو کے گھر لڑکی پیدا ہوگی۔ بس اب ولادت کے بعد معلوم ہوگا۔ کہ میرا فیصلہ صحیح ہے یا غلط۔ دونوں کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ حقیقت یہی تھی کہ دونوں کی بیویاں حاملہ تھیں اور یہ حضرت کو نور بالہن سے معلوم ہو گیا تھا۔ وہ دونوں جیسے ہی گھر لوٹے چاندن مسلمان کے سیاں لڑکا اور چاتول ہندو کے سیاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اور حضرت قدوة المشائخ کا فیصلہ صحیح ثابت ہوا۔ اور جھگڑا ختم ہوا۔ حضرت قدوة المشائخ کے فرزند شیخ نظام الدین نے نیا کنواں کھدوایا اور اس کی تیاری کے بعد اپنے والد بزرگوار سے ملتمس فاتحہ ہوئے حضرت قدوة المشائخ نے فرمایا کہ پہلے میزبانی کرو ایک من مادہ گاو اور اسی وزن سے مادہ گندم اور اس سے متعلق ضروری سامان لاؤ۔ اور اسے پکا کر فقرا میں تقسیم کر دو۔ پھر میں فاتحہ پڑھوں گا۔ حضرت شیخ نظام الدین نے عرض کی کہ حضرت ایک بکرا اس وقت موجود ہے اس کا زیادہ اس وقت میسر نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میری زبان سے جو نکل گیا ہے پہلے وہ میا کر دو ورنہ پھر تم جانو یہ فرما کر آستانہ عالی پر واپس آگئے۔ اسی طرح پورا کوں بیٹھ گیا اور اس کا نشان تک باقی نہ رہا۔

وقات | حضرت قدوة المشائخ کا وصال ۱۰ ماہ ذی قعدہ کو ہوا۔ قدس اللہ سرہ العزیز۔



حضرت شیخ نظام الدین قدس اللہ سرہ العزیز



برہان الاتقیاء حضرت شیخ نظام الدین ابن حضرت شیخ عثمان زندہ پیر عثمانی قدس اللہ سرہ تمام کمالات آراستہ اور جمیع کرامات سے پیرا ستہ تھے۔ ہمیشہ ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ اور کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے۔ خرقہ فقر و ارادت آپ کو اپنے والد ماجد سے عطا ہوا تھا۔ آپ بھائی تھے۔ بڑے حضرت شیخ کمان مست صاحب عظمت بزرگ تھے۔ آپ میں جذبہ الہی بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد لوگوں نے آپ ہی کو مسند سجادگی پر بٹھانا چاہا۔ لیکن چونکہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اور طریقہ مشائخ کے بھی بہت زیادہ پابند نہ تھے اسلئے برہان الاتقیاء حضرت شیخ نظام الدین سجادہ نشین ہوئے آپ اپنے علم و فضل اور کمالات کی وجہ سے اولیائے عصر میں ممتاز تھے۔ علما و فضلا آپ کے حلقہ کبوش تھے۔ اور لوگوں کا آپ کے آستانے پر هجوم لگا رہتا تھا آپ کے مفصل حالات لکھے جائیں تو دوسری کتاب تیار ہو جائے۔ آپ کے فرزند کلاں حضرت شیخ عبدالسلام المخاطب بہ شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ سے جو کہ اس فقیر (مصنف سیر الانطاب) کے پیر و ستگیر ہیں آپ کے کمال میں اور چار چاند لگ گئے۔ حضرت برہان الاتقیاء شیخ نظام الدین کا وصال ۱۵ شعبان المعظم کو ہوا۔ قدس اللہ سرہ العزیز



حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس سرہ العزیز



شیخ المشائخ حضرت عبدالسلام المناطیب بہ شاہ اعلیٰ ابن یرہان الاثقیاء حضرت شیخ نظام الدین عثمانی چشتی پانی پتی الکاوردی المکی المدنی القرشی قدس سرہ ایک با عظمت اور صاحب کشف کرامت بزرگ تھے آپ کو غرقہ فقر و ادرت اپنے والد ماجد حضرت شیخ نظام الدین سے عطا ہوا تھا اور قطب المشائخ حضرت شاہ نظام نارنولی قدس سرہ سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھا۔ جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے۔

مراتب بندگی اور کبریا فخر تمام ، مرید شاہ نظام است و ابن شیخ نظام
نظام مش پیر و ہم پدیش نظام است ، نظام دو جہاں بروئے تمام است
اس فقیر مصنف سیر الاقطاب کو بھی بیعت حضرت اقدس ، شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس سرہ سے حاصل ہے۔ اس طرح میرا شجرہ بیعت یوں ہے۔

فقیر (شیخ المدیہ مصنف سیر الاقطاب) مرید شیخ المشائخ حضرت شاہ اعلیٰ دھوم شاہ نظام نارنولی دھوم
حضرت خواجہ خانو علاء التاج ناگوری ، دھوم حضرت خواجہ اسماعیل بن حسن سرمست ، دھوم حضرت خواجہ حسن سرمست
دھوم حضرت خواجہ سالار دھوم حضرت خواجہ اختیار الدین عمر دھوم حضرت خواجہ محمد سادی ، دھوم قطب ربانی
حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی دھوم سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا ، دھوم قطب الکاملین حضرت
فرید الدین شکر گنج قدس سرہ

شجرہ نسب حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس سرہ کی سخاوت اور جیسا بے مثل تھی آپ کا سلسلہ نسب حضرت

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور وہ اس طرح ہے۔

حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ، ابن برہان الانقیاء حضرت شیخ نظام الدین ابن حضرت شیخ عثمان زندہ پیر ابن۔
 حضرت خواجہ عبدالکبیر، ابن حضرت خواجہ عبدالقدوس، ابن حضرت خواجہ شبلی، ابن قطب ربانی حضرت شیخ جلال الدین
 کبیر الاولیا، ابن معز الدین حضرت خواجہ محمود، ابن کریم الدین حضرت خواجہ یعقوب، ابن جمیل الدین خواجہ عیسیٰ ابن مجد الدین خواجہ
 خواجہ اسمعیل، ابن شرف الدین خواجہ محمد ابن بدیع الدین خواجہ ابی بکر ابن صدر الدین خواجہ علی، ابن شمس الدین خواجہ عثمان، ابن نجم الدین
 خواجہ عبداللہ ابن شہاب الدین خواجہ عبدالرحمن ثانی، ابن زین الدین خواجہ عبدالعزیز سمرخی، ابن فخر الدین خواجہ خالد ابن ضیاء الدین
 خواجہ حضرت ولید، ابن قطب الدین حضرت خواجہ عبدالعزیز الکبیر، ابن رکن الدین حضرت خواجہ عبدالرحمن الکبیر جو مدینہ منورہ سے گزرنے
 تشریف لائے تھے۔ ابن علاؤ الدین خواجہ عبداللہ ثانی، ابن علم الدین خواجہ عبدالعزیز، ابن حسام الدین حضرت خواجہ عبداللہ کبیر
 ابن امام الدین، حضرت خواجہ عمر، ابن امیر المؤمنین، حضرت عثمان جامع القرآن، ابن عفان، ابن ابی عاص ابن امیر دھو
 عبدالشمس، ابن عبدالمناف ابن قصی، ابن کلاب، ابن مرہ، ابن عدی، ابن کعب، ابن لوی، ابن غالب، ابن قہر، ابن مالک
 ابن نصر، ابن کنانہ، ابن خرمیہ ابن مدرکہ ابن الیاس، ابن مدار، ابن نذیر، ابن معدان، ابن عدنان، ابن او، ابن اود، ابن جمیع، ابن
 بنت، ابن جمیل، ابن قیزار، ابن حضرت اسماعیل علیہ السلام، ابن حضرت ابراہیم علیہ السلام، ابن تارخ جن کا دوسرا نام آذربھی
 ہے، ابن ناجور ابن ارغوا، ابن اشروع، ابن شالح، ابن قانع، ابن عامر جن کو ہود علیہ السلام بھی کہتے ہیں۔ ابن ارفخشذ، ابن سام
 ابن نوح علیہ السلام، ابن ملک منو سلخ، ابن حضرت ادیس علیہ السلام، ابن اخنوع، ابن برد، ابن بارو، ابن مسلائل، ابن قنیان
 ابن ابوش، ابن حضرت شیت علیہ السلام ابن آدم صغی اللہ علیہ السلام

ہمارے پیر حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ کے حالات و واقعات اتنے زیادہ ہیں جو ضبط تحریر میں
 نہیں لائے جاسکتے لیکن حضرت کے پیران اور بزرگان کا تذکرہ چونکہ اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ اس لئے کچھ کچھ آپ
 کے حالات بھی اس جگہ لکھے جاتے ہیں۔ آپ کے بہت زیادہ حالات آپ کے ملفوف مسمیٰ بہ جو ابہر علیے میں ملیں گے جو کہ اس
 فقیر نے مرتب کیا ہے۔ اس جگہ ان کی چند مجلسوں اور منقولات کو درج کرنے پر ہم اکتفا کریں گے۔

حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ ابتدائیں کچھ دنوں تک میں قرآن
 ابتدائی حالات کی ملازمت میں رہا تھا۔ قرآن طہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے امر میں سے ایک تھا۔ باوجود کہ

تیر اندازی وغیرہ مجھے بہت کم آتی تھی۔ پھر بھی میں قراخان کے یہاں سپہ گری کے شعبہ میں ملازم تھا اور اپنی کم صلاحیت باعث فکر مند رہتا تھا۔ ایک دن ایک شخص نے کہا کہ اگر کوئی تیر اندازی میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ حضرت رکن الدین ابو القحح المقلب بہ شاہ احمد کھنکور ربانی بنیرہ حضرت شیخ بہار الدین زکریا قدس اللہ سرہ کے نام سے کچھ تیر قبول کرے۔ انشا اللہ ایک ہفتے میں ماہر تیر انداز ہو جائیگا۔ مجھے چونکہ اس کا شوق تھا۔ اس لئے میں نے ایک مادہ گاڑ اور کئی مادہ گڑ کی تیاز دلانی۔ اور پانچوں وقت کی نماز کے بعد آپ کی روح پاک کو فاتحہ پڑھا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد میں نے شنبہ کی دسویں محرم کو خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی شکل والے بزرگ میرے سامنے کھڑے ہیں اور مجھے تیر و کمان دیکھنے بازی کا اشارہ کر رہے ہیں۔ میں نے چلہ پر تیر چڑھایا اور نشانہ لگایا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ جاؤ کہ تم کو تیر اندازی مرحمت جب میں بیدار ہوا تو اس وقت رات باقی تھی۔ میں نے چرنا جلا کر تیر اندازی کی اور سنتا لیس تیر چلائے اور سب بے خطا ثابت ہوئے پھر تین سال بعد قراخان نے مجھ کو ہمایوں بادشاہ کے پاس دہلی بھیجا۔ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جیسے ہی جامع مسجد کے دروازے پر میں پہنچا میں نے ایک مست درویش کو محراب کے پاس بیٹھا دیکھا میں انہیں غور سے دیکھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے یہ وہی بزرگ ہیں۔ جنہوں نے خواب میں مجھ کو تیر و کمان دیا تھا۔ ان کے نزدیک جا کر میں نے ان کے قدم چومے۔ انہوں نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ایک خادم کو کہا کہ حجرے سے مجھے تیر و کمان لا کر دے۔ میں نے دیکھا یہ تو وہی تیر و کمان تھا جو خواب میں مجھ کو عنایت ہوا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ ان سے رخصت ہو کر جب میں باہر آیا تو خادم دروازہ تک میرے ساتھ آیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ان بزرگ کا نام کیا ہے اس نے کہا شاہ احمد قلندر کھنکور ربانی پسر شاہ عبداللہ ملتان، جن کو اس دنیا سے رخصت ہوئے عرصہ ہوا۔ وہ تیر و کمان کئی سال تک میرے پاس رہا۔ جب شیر شاہ سوری سے مالوہ میں جنگ ہوئی۔ اور میرا سارا سامان تاراج ہوا اسی میں میرا وہ تیر و کمان بھی تھا۔

سید عبدالواحد کا اطہار تداومت

حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ ایک مرتبہ کامرود کا متا سے سیر کرتا ہوا میں بہار پہنچا اور ایک جگہ گوشہ گیر ہو گیا۔ سید عبدالواحد نام کے ایک عالم میرے پاس آئے اور مجھ سے میرے حالات دریافت کرنے لگے جب انہیں معلوم ہوا کہ میں قطب ربانی حضرت شیخ جلال الدین احمد کبیر الاولیا المعروف بہ شیخ جلال پانی تہی قدس سرہ

کے فرزندوں میں ہوں۔ تو وہ بڑی عزت و احترام سے پیش آئے۔ کیونکہ ان کے جد کلاں حضرت موسیٰؑ، حضرت قطیبانی کے علفائے کبار میں سے تھے۔ اس زمانے میں مجھ پرستی کی کیفیت تھی۔ اس لئے اکثر نماز قضا ہو جاتی تھی۔ عبدالواحد اس کیلئے مجھے تاکید اور ملامت کرتے۔ یہاں تک کہ دوستی دشمنی میں بدل گئی۔ اور وہ میرے شدید مخالف ہو کر میرا منہ کھڑا کرنے لگے۔ مجبوراً میں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ اور شہر سے باہر ایک ویرانے میں اپنا ٹکیر بنا لیا۔ ایک رات کو میں دیکھا کہ سید عبدالواحد دشمن کا سہارا لے کر توبہ استغفار پڑھتے میری طرف آرہے ہیں۔ میرے پاس پہنچتے ہی وہ میرے قدموں پر گر پڑے اور بہت آرزو منت کر کے پرانی جگہ پر لے گئے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ رات اپنے جد حضرت سید موسیٰؑ قدس اللہ سرہ کو میں نے خواب میں سخت خستہ ناک دیکھا ہے۔ وہ خفا ہو کر مجھے فرما رہے تھے کہ اے عبدالواحد! تو نے میرے مرشد زادہ کو تکلیف پہنچائی ہے۔ اللہ تجھے بھی تکلیف پہنچائے، صبح کو جب میں بیدار ہوا تو غسل ہو گیا تھا۔ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا۔ اب میں گزرتا پڑتا آپ سے اپنے قصور کی معافی مانگنے کے لئے حاضر ہوا ہوں میری خطا معاف فرمائیے۔ میں نے خوش دلی سے ان کو معاف کر دیا اور ان کے کہنے کے مطابق اپنی قدیم جگہ پر چلا آیا۔ اسی روز انکو صحت ہو گئی پھر میری طرف کافی لوگوں کا رجوع شروع ہو گیا۔ مجھے یہ بات پتہ نہ آئی اس لئے خاموشی کے ساتھ ایک رات وہاں سے روانہ ہو کر منزل بہ منزل اکبر آباد پہنچا۔

درویشی حضرت شیخ المشائخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ شروع میں میرا نام شیخ عبدالسلام تھا ظاہری اور باطنی علوم کی تعلیم مجھے میرے والد شیخ نظام الدین دے رہے تھے۔ یکایک میرے دل میں خانہ کعبہ کے طواف کی آرزو پیدا ہوئی۔ اپنے والد ماجد سے اجازت لیکر میں روانہ ہو گیا۔ ایک دریا کے نزدیک پہنچا اور وہاں عرصہ تک رہ گیا، شہر شاہ سوری کے جنگ کے نتیجہ میں وہ علاقہ قراخان کے قبضہ سے نکل گیا اور میرا سارا سامان بھی لٹ گیا۔ وہاں سے میں وطن کی طرف چلا۔ راستے میں قذوۃ السالکین شیخ حمزہ کی صحبت سے مستفیض ہونے کے بعد میں جب وطن کی طرف روانہ ہوا تو پاس میں ایک تنگہ کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جب ہم وہلی پہنچے تو وہاں بازار میں ایک شخص تیرا سیمانی بیچ رہا تھا۔ ساتھیوں سے تین روپے قرض لے کر میں نے اسے خرید لیا میرے ساتھیوں کو میری یہ بات بڑی گراں گزری کیونکہ ان لوگوں کے پاس بھی ان تین روپوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اور وہ بھی خرچ ہو گیا۔ ان لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی۔ غم دالم میں میں نے دعا کی کہ الہی، تیری مہربانی پر

مجھے بڑا بھروسہ ہے ایسا کر مجھے دوستوں کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ اسی سوچ و فکر میں میں اس تیرک
 دیکھ رہا تھا۔ ایک جگہ جھکایا تو سونے کا حلقہ منظر آیا۔ پھر میں نے اسے توڑا تو تقریباً اسی تولہ سونا اس میں سے نکلا
 میں نے بیچ کر ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور منزل بہ منزل بہت آرام سے وطن پہنچ کر اپنے والد ماجد کی قدیم بوسہ
 حاصل کی۔ اس کے بعد کئی مرتبہ سپہ گری کے سلسلے میں ملتان، لاہور، گجرات اور جوہنپور جانا ہوا۔ لیکن کچھ عرصے ہاتھ بند
 آئے تھے۔ اس لئے کہ والد ماجد نے زحمت کرنے کے وقت ہی فرمایا تھا کہ شیخ عبدالسلام! پروردگار نے تجھ کو کسی اور
 کام کے لئے دنیا میں پیدا کیا ہے۔ فکر معاش میں سرگرداں ہونے کے لئے نہیں۔ بالآخر میرا دل دنیا سے اچاٹ
 گیا۔ اور عشق الہی کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے ترک دنیا کر کے جو کچھ مال دستاویز میرے پاس تھا فقر کو تقسیم کر دیا
 اور قلندرانہ نکل کھڑا ہوا۔

ریاضت و مجاہدہ جوہنپور میں اس زمانے میں بہت سے مشائخ تھے جیسے شیخ بہاء الدین، میر سید علی قوام
 شیخ شمس الدین ساوجبی، وغیرہ میں ان سب سے بلا۔ اسی طرح بہار میں شیخ علی مغر
 مولانا حسام الدین بغدادی، اور شیخ صلاح سے اور کورہ و کھانم پور میں مولانا علی احمد اور شیخ عبدالصمد سے اور انٹھ
 میں شیخ نظام سے اور گجرات میں قاضی محمود وغیرہ سے بتا رہا اور ان سے فیض اور نعمت بقدر استطاعت حاصل کرتا رہا
 چونکہ میری بیعت کسی اور سے مقدر ہو چکی تھی۔ ہر طرف گھومنے کے بعد وطن واپس ہوا اور آستانہ بوسی سے مشرف ہوا
 حضرت اقدس نے میری حالت دیکھی تو بہت زیادہ شفقت سے ہمیش آئے۔ اور پیر پیراں ما شمس الاولیاء حضرت
 مخدوم شیخ شمس الدین ترک قدس اللہ سرہ کے روضہ کے پاس مجھے متکلف کر کے فرمایا کہ اے فرزند! خاطر جمع رکھو تم
 بہت جلد مرتباً علی پر پہنچو گے اور میرے جانشین ہو گے۔ اور اپنی ہدایت اور ارشاد سے بہت سے لوگوں کو منزل مقصود
 تک پہنچاؤ گے۔ پھر میں نے سخت ریاضت اور مجاہدہ شروع کیا۔ ایک چلہ بھی نہ گزارا ہوگا۔ کہ حضرت شیخ نظام نالو
 قدس اللہ سرہ کو میں نے اپنے حجرے کے دروازہ پر دیکھا کہ وہ مجھے اشارے سے بلا رہے ہیں۔ مجھے پھر صبر و برداشت کی
 قوت نہ رہی۔ ۷

مست و مدہوش آن جمال شدم ، طالب حیرت وصال شدم
 گریبان چاک، سرو پا بر منہ نکل کھڑا ہوا۔ مجھے خود پتہ نہ تھا کہ کہاں جا رہا ہوں۔ نہ کھانے کا ہوش تھا نہ سونے کا

اعلیٰ کی وجہ تسمیہ چند روز کے بعد غیب کی رہبری پر میں خود بخود نازل ہونے لگا۔ ابھی میں شہر میں داخل نہیں ہوا تھا کہ حضرت اقدس نے عمار اور نعلین خاصہ اپنے ایک خادم کی معرفت بھیجا۔ پھر خانقاہ کے اندر جانے سے پہلے حضرت کا ایک دوسرا خادم ایک کاغذ لے کر ہوئے آیا۔ اور مجھے حوالہ کر کے بولا کہ حضرت شیخ نے یہ اسم اعظم اپنے دست مبارک سے لکھ کر بھیجا ہے۔ اور حکم فرمایا ہے کہ اسم اعظم کو کچھ دنوں تک پڑھو کر دل روش ہو پھر میرے حضور میں آنا۔ چنانچہ حسب ہدایت سات روز تک مسجد کفش دوزاں میں قیام کر کے میں وہ اسم اعظم پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے قلب کی صفائی حد درجہ ہو گئی اور میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ آپ بڑی شفقت و عنایت سے پیش آئے اور فرمایا کہ بجز اللہ تم سب سے اعلیٰ ہوئے بس اسی روز سے میں اعلیٰ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور حضرت کے اشارہ پر بشارت کے مطابق میں نے اپنے حجرے میں بھی داخل کر لیا۔ اس کے بعد ایک سال پانچ ماہ اور سات روز تک میں حضرت کی خدمت میں رہ کر چلکشی رہا اور ریاضت و مجاہدہ کرتا رہا۔

خرقہ فقر و ارادت یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے اپنے حجرے میں بلا کر فرمایا کہ بابائے من! چودہ خانوادوں سے جو کچھ نعمتیں مجھ کو ملی ہیں آج تمہیں میں عنایت کر رہا ہوں اور وطن واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ آج تب میں روز سے تمہارے جد بزرگوار حضرت قطب ربانی شیخ جلال الدین کبیر الاولیا قدس اللہ سرہ متواتر مجھے خواب میں ہدایت فرما رہے ہیں۔ کہ میرے بنیرہ کو جلد رخصت کر دو۔ اس لئے کہ اس کے بغیر میری گدی خالی ہے۔ یہ سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ گدی خالی ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت اقدس نے خرقہ خاص اور سند خلافت عطا اور تسبیح مجھے عنایت فرمایا۔ وہاں سے رخصت ہو کر جب میں آگرہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ میرے والد ماجد حضرت شیخ نظام الدین پانی پتی قدس اللہ سرہ العزیز نے رحلت فرمائی۔ تب میں نے سمجھا کہ جبکہ خالی ہونے سے کیا مراد تھی پانی پت پہنچ کر پیروں کی امانت جو پدر بزرگوار نے میرے لئے چھوڑی تھی مجھ کو مل گئی اور میں مسند سجادگی پر بیٹھا۔ اوائل زمانے میں حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ ایک غار میں جو کہ

غیب سے غذا کی فراہمی شیخ محمد دودڑ کے مقبرہ میں واقع تھا۔ پانچ روز تک بغیر کھانے پیے مقیم رہے اور

دل میں انہوں نے طے کر لیا تھا کہ جب تک غیب سے کوئی چیز نہیں آئے گی افطار نہیں کریں گے مگر ذریعہ درجہ ہو گئی۔ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی اور آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا۔ یکایک باہر سے آواز آئی کہ اے اعلیٰ! باہر آؤ۔ وہ

مشکل سے باہر نکلے دیکھا کہ ایک نورانی شکل والے بزرگ کوئی چیز سفید سی ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں نزدیک پہنچے تو انہوں نے توڑ توڑ کر اسے کھلایا۔ وہ روٹی کی شکل کی تھی۔ لیکن رنگ اور ذائقہ روٹی جیسا نہ تھا۔ پھر وہ مرد غیبی چلے گئے، حضرت پیر دستگیر کو افسوس ہوا کہ ان سے اپنی مشکلات کیوں نہیں دور کریں۔ اسی رات کو حضرت نے خواب میں ان ہی بزرگ کو دیکھا اور جو کچھ پوچھنا تھا پوچھا۔

اولیائے کرام کا مرتبہ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ اپنے جد کلاں حضرت قطب

اربابی کے عرس میں حاضر تھے۔ شہر اور نواح کے بھی بہت سے اکابر موجود تھے ان میں ایک شخص پانی پت کے رہنے والے مرزا محمد بھی بغل میں کھڑے تھے۔ یہ ایک کسی شخص سے گفتگو کرنے کے دوران ان کی زبان سے نکل گیا کہ آج کل کوئی ایسا درویش نہیں ہے جس کے سماع میں اثر ہو۔ حضرت نے یہ بات سن لی تو ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس بات سے توبہ کرو۔ اور ہرگز اس طرح کا خطرہ دل میں نہ لاؤ۔ دنیا اولیا اللہ ہی کی وجہ سے قائم ہے۔ روز فنا ہو جائے پھر تو لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ کچھ شروع کریں۔ ان لوگوں نے ایک شعر گانا شروع کیا۔ آپ پر۔ جس کی کیفیت طاری ہوئی۔ اسی عالم میں انہوں نے مرزا کا ہاتھ پکڑ کر معائنہ دیا اور وہ تھوڑی دیر کے بعد ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہوئے گرے، لوگوں نے ان کو بے ہوشی کے عالم میں گھر پہنچایا۔ دوسرے روز مرزا آستانہ اعلیٰ پر حاضر ہو کر معافی طلب ہوئے اور اپنے خیالات سے توبہ کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آئندہ سے خیال رکھنا اور اس طرح کا خطرہ پیدا ہو تو اپنے پیران سلاسل کے توسط سے توبہ کرنا۔

کرامت خاکساران جہاں لایہ حقارت منگر :: توجہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

نادر الزماں خسرو ثانی مولانا طاہری جو عمر حد سے پانی پت میں مقیم ہیں۔ اور ہمارے پیر دستگیر حضرت شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ کے معتقدین میں ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ نے مخدوم شیخ شرف الدین بوعلی قلندر کی نذر مانی تھی۔ اور اسے وہ بالکھوٹی میں جا کر ادا کرنا چاہتے تھے۔ میرے ساتھ یہ بات طے ہوئی کہ نماز صبح میں ان کے ساتھ ادا کروں اور اسی وقت ساتھ روانہ ہوں ایک پہر رات رہتے ہی بادل گھرائیا اور ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی۔ صبح تک یہی حالت رہی تو میں رک گیا۔ اس درمیان میں حضرت اقدس نے مخدوم زادہ برجواہ صاحب سجادہ حضرت میاں شاہ محمد ولد حضرت شاہ منصور کو میرے بلانے کے لئے بھیجا۔ انکے

ساتھ میں فوراً روانہ ہوا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا۔ مجھے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہارا انتظار ہی کر رہا تھا کہ باگھوٹی چل کر قطب ابدال حضرت بوعلی قلندر کی نذر آتاریں۔ میں نے عرض کیا کہ بارش ہو رہی ہے۔ اور باگھوٹی میں بارش سے بچنے کے لئے سایہ بھی نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ آج موقوف کیا جائے اور کل ہم لوگ چلیں۔ بارش بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ لیکن حضرت نے کہا کہ جو کچھ ہو مجھ کو آج جانا ہی ہے۔ میں نے عرض کی تو پھر مجھے بھی کوئی عذر نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا حاضر جمع رکھو انشا اللہ بارش سے تم لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ چنانچہ ہم سب باگھوٹی روانہ ہوئے ساتھ ہی بہت سے مریدان اور معتقدین بھی تھے۔ اللہ کی شان سے دائیں بائیں ہم لوگوں کے بارش ہو رہی تھی لیکن ہم لوگوں پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں گر رہا تھا۔ باگھوٹی پہنچ کر ہم لوگوں نے کافی روٹی اور کھنی پکائی۔ اور لوگوں میں تقسیم کی باگھوٹی کے چاروں طرف بارش ہوتی رہی لیکن جہاں پر ہم لوگ تھے وہاں بارش نہیں ہو رہی تھی بلکہ آسمان پر اتنی دور میں اب بھی نہیں تھا۔

ایک مرید کی دستگیری حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ کے مریدوں میں ایک حلوانی نے اپنی ساری زندگی کما کر کچھ اشرفیاں جمع کی تھیں اور اسے ایک طرف میں رکھ کر دفن کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ اس کو ضرورت ہوئی تو اس نے نکالنا چاہا بہت تلاش کیا نہیں ملا۔ گھبرا یا ہوا حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا اچھی طرح تلاش کرو۔ انشا اللہ مل جائے گا اس نے جا کر پھر زمین کھودی اور تمام تلاش کیا کچھ نہ ملا۔ نا امید ہو کر وہ کھودنے کی بہ چیز ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت کے سامنے آ کر فریاد ی ہوا کہ اے پیر دستگیر! خدا کے لئے میری مدد کیجئے۔ میں نے آپ کا دامن دین و دنیا کی مشکلتانی کیلئے ہی تھا ماہے غصہ سے آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اٹھے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے گھر کی طرف لے گئے۔ گھر پہنچ کر اس کے ہاتھ سے تیشہ لے کر زمین پر مارا اور فرمایا کہ اس جگہ کھودو۔ اس نے کھودا تو دین ہی ہاتھ مارنے پر اشرفی سے بھرا ہوا ظرف نکل آیا۔ وہ خوشی سے بے قابو ہو کر حضرت کے قدموں سے لپٹ گیا۔ حضرت نے اس کا قصور معاف کر دیا اشرفیوں میں سے کچھ بہت عاجزی سے اس نے حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے قبول نہیں فرمایا اور واپس کر دیا۔ اسی طرح جوہرہ کے رہنے والے بہانہ کے ساتھ بھی واقعہ ہوا۔ ان کی بھی کوئی چیز کم ہو گئی حضرت کی دعا سے مل گئی۔

گستاخی کا انجام

ایک مرتبہ چار پانچ شخص حضرت کے آزمانے کے لئے چلے راستے میں ان میں سے ایک نے دل میں رکھا کر اگر حضرت ہم لوگوں کے پہنچتے ہی گرم حلوہ کھلا دیں تو کتنا اچھا ہو۔ دوسرے نے دل میں رکھا کر اگر روٹی اور مرغ بھنا ہو کھلا دیں تو ایک بات ہو۔ ان میں سے ایک جو بہت ابا اعتقاد اور گستاخ تھا بولا کہ بے موسم کا ولایتی خرپزہ کھلا دیں تو البتہ بزرگی سمجھی جائے، اسی طرح بات کرتے وہ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان لوگوں کو مہربانی سے بٹھایا۔ اور جس نے جس جس کھانے کی خواہش دل میں رکھی تھی وہ اس کے سامنے لاکر رکھ دی۔ لیکن جس نے خرپزہ دل میں رکھا تھا۔ اس سے فرمایا کہ اے فرزند تم نے جس چیز کی خواہش کی ہے وہ اس وقت تو موجود نہیں ہے۔ لیکن اللہ کے کرم سے تھوڑی ہی دیر میں تم کو مل جائے گی۔ اسی اثنا میں حضرت کا ایک مرید جو ولایت گیا ہوا تھا۔ واپسی میں حضرت کے لئے خرپزہ ولایتی لئے ہوئے آیا۔ اور اسی طرح کپڑے میں بندھا ہوا پیش کیا۔ حضرت نے وہ خرپزہ اسی طرح اس آدمی کی طرف بڑھا دیا جو خرپزہ کھانے کی خواہش دل میں لے کر آیا تھا۔ وہ سب تعریف و تائش کرتے ہوئے واپس ہوئے مگر وہ بے ادب جس نے خرپزہ مانگا تھا دوستوں کے سامنے مضحکہ اڑانے لگا کہ حضرت کی کرامت دیکھو کہ مجھے خرپزہ بھی دیا تو سہرا ہوا لوگوں نے اس کو لاکھ سمجھایا کہ اتنے بڑے بزرگ کامل کی شان میں اس طرح گستاخی کرنا مناسب نہیں۔ وہ خرپزہ ہو سکتا ہے کہ تیری بد اعتقادی کے باعث ضائع ہو گیا ہو۔ لیکن وہ بد بخت اپنی حرکت سے باز نہ آیا۔ اور مضحکہ اڑاتا ہی رہا۔ اس واقعہ کو چودہ روز بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ اس کو کوئی سخت مرض لاحق ہو گیا لاکھ علاج کرایا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور تکلیف سے مرا۔

راز پوشیدہ رکھنے کی ہدایت

شیخ نظام اپنی پتی جو کہ قطب الاولیاء حضرت مخدوم شیخ زینا قدس اللہ سرہا کے فرزند ان اور حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ کے مریدوں میں ہیں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی کام سے میں کابل جا رہا تھا دریا تھے اٹک کے پاس پہنچ کر کشتی میں سوار ہوا۔ دریا کے دوسری طرف ایک چٹان کوہ داری جلالیہ نام کا تھا۔ وہ بڑا خطرناک تھا۔ اکثر کشتی اس سے ٹکر کر تباہ ہو جاتی تھی۔ یہاں تک میری کشتی بھی اس سے ٹکر گئی اور ڈوبنے لگی۔ اس کشتی پر سوار سب لوگ زندگی سے ناامید ہو گئے۔ مجھے اپنے پیر کی یہ ہدایت یاد آئی کہ مشکل در مصیبت میں بچو یاد کر لینا۔ میں فوراً ان کو یاد کیا اور مدد چاہی۔ اسی لمحہ میں حضرت کو ایک آدمی کے ساتھ

کشتی کے کنارے کھڑا دیکھا۔ اور وہ اس آدمی کو اشارے سے کہہ رہے تھے کہ کشتی کو کنارے پر پہنچاؤ۔ اس آدمی نے اور حضرت نے بھی کشتی میں ہاتھ لگایا۔ اور چشم زدن میں کشتی کنارے پر لگی ہوئی تھی کشتی پر چلتے لوگ تھے سبوں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے جن کی توجہ اور مہربانی سے ہم لوگوں کی جان بچ گئی اور خطرہ دور ہوا۔ میں نے کہا دوستو! میرے پیر دستگیر حضرت شاہِ اعلیٰ بنیرہ و سجادہ حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی تھے۔ سب لوگوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور حضرت کی کرامت کی تعریف کی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب میں کابل سے واپس وطن پہنچا تو میں نے حضرت پیر دستگیر سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ پیران کی مدد ہر جگہ ہے۔ لیکن مریدوں کو اپنے پیران کا راز ہر جگہ ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔

ایک موقع پر حضرت پیر دستگیر پانی پت سے فقیر (مصنف میر الاقطاب) کے گھر کرانہ شریف

شیخ قاسم کی مدد

لائے۔ خاندان کے تمام لوگ قد مبوسی کے لئے حاضر ہوئے اس زمانے میں میرے بڑے چچا مقرب خان پٹنہ کے صوبہ دار ہو کر گئے تھے۔ ان کے ساتھ میرے بڑے بھائی شیخ قاسم بھی جو علوم صوفی و معنوی میں لاثانی تھے۔ اپنے بال بچوں اور مال و متاع کے ساتھ کشتی کے ذریعہ روانہ ہوئے تھے۔ حضرت پیر دستگیر نے میرے والد سے فرمایا کہ ان دنوں تمہارے بھائی کے لشکر سے ایک خراب خبر آئے گی۔ لیکن تم گھبرانا نہیں بہ فضل الہی سب خیریت ہی رہے گی۔ آج شب کو حضرت قطب ربانی کے ہمراہ میں تمہارے فرزند شیخ قاسم کی مدد کے لئے گیا تھا۔ شیخ قاسم اپنے زن و فرزند کے ساتھ جس کشتی پر سوار جا رہے تھے۔ وہ کشتی ڈوب رہی تھی۔ لیکن اللہ کے حکم سے شیخ قاسم اپنے زن و فرزند اور خوشدامن کے ساتھ بچا لے گئے۔ لیکن مال و متاع اور دوسرے ساتھی جو اس کشتی پر تھے ڈوب گئے۔ میں یہی خبر دینے کے لئے تمہارے یہاں آ گیا تھا۔ دوسرے روز حضرت پانی پت تشریف لے گئے کچھ دنوں کے بعد ایک قاصد اس طرف سے کشتی کے اسی روز ڈوبنے اور شیخ قاسم مع زن و فرزند و خوشدامن کے بچ جانے کی خبر لے کر آیا جس دن کے بارے میں حضرت نے فرمایا تھا۔ سب لوگ حیران رہ گئے۔ اور ہم لوگ نذر ترتیب دیکر خدمتِ اقدس میں لے گئے جسے حضرت نے قبول فرمایا۔

ایک مجلس میں حضرت پیرزادہ شیخ محمد سلمہ اللہ تعالیٰ منہ خلافت پر تشریف فرما تھے

جنات کی حاضری

یہ فقیر (مصنف میر الاقطاب) بھی حاضر تھا۔ بزرگوں کے بارے میں گفتگو ہوتے ہوتے

بحث یہ چھڑ گئی کہ اولیاء اللہ کی خدمت میں جنات بھی آکر کسب کمال کرتے ہیں۔ حضرت پیرزادہ نے فرمایا کہ ہاں یہ صحیح کہے۔ میں نے اپنے جد بزرگوار حضرت شیخ المشائخ کی خدمت میں خود دیکھا ہے۔ اور اس وقت بھی بدھ نام کا جن خرابا کے درخت پر چوڑھا تھا کہ کنارے حضرت کا لگایا ہوا ہے موجود ہے۔ لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ سکتے ہیں اس کے علاوہ ایک دوسرے جن کو جس کا نام جمال تھا۔ حضرت اقدس کی خدمت میں اس فقیر (مصنف سیر الاقطاب) نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور وہ اس طرح کچھن میں ایک رات میں حضرت پیر شاہ اعلیٰ کی خدمت میں سویا ہوا تھا۔ آدھی رات گزری ہو گی کہ حضرت نے آواز دی کہ جمال آفتابہ حاجتی لاؤ۔ میں حضرت کی آواز سے جاگ گیا دیکھا کہ ایک سفید پوش لانا سا آدمی آفتابہ ہاتھ میں لے کر حضرت کی چارپائی کے نزدیک کھڑا ہے۔ حضرت جب استنجاسے فارغ ہوئے تو وہی شخص آفتابہ حاجت ایک طرف رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جمال جاؤ اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ چند قدم چل کر یہ ایک غائب ہو گیا۔ میں نے خوفزدہ ہو کر حضرت سے پوچھا کہ یہ کون ہے حضرت نے خاموشی رہنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ تو کیا جانے جو ان باتوں کو پوچھتا ہے۔

نور باطنی ایک مرتبہ فقیر (مصنف سیر الاقطاب) حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں گیا کہ بسنی یا کم ظرفی کے باعث دل میں یہ غلط گزرا کہ اگر وہاں پہنچتے ہی حضرت کا الوش (بچا ہوا کھانا) کھانے کو مل جائے تو کتنا اچھا ہو۔ جب خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر بڑی شفقت سے پیش آئے اور بیٹھ کر کھانے کا اشارہ فرمایا۔ غلام کو ہر چند حضرت کے برابر بیٹھ کر کھانا مناسب نہ معلوم ہوتا تھا اور اس بنا پر میں نے عذر بھی کیا لیکن حضرت نے زور دے کر فرمایا کہ تو میرا فرزند ہے۔ تجھے الوش کی خواہش ہے۔ کھالے۔ پھر فقیر نے سیر ہو کر کھایا۔ اس کے بعد بھی اکثر اوقات بے عقلی اور تقاضائے طفلی کی وجہ سے دل میں کوئی بات آ جاتی تھی حضرت نور باطنی سے پتہ چلا لیتے تھے۔ اس جگہ ان تمام باتوں کا لکھنا مشکل ہے۔ لیکن حضرت کے ملفوظ جواہر اعلیٰ میں کچھ میں نے لکھا ہے۔

شیخ محمد کی خلافت کا واقعہ اب میں اس جگہ حضرت پیرزادہ صاحب سجادہ حضرت شیخ محمد سلیمان اللہ تعالیٰ کی خلافت سے متعلق چند سطور لکھوں گا۔

حضرت پیر دستگیر شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ کے دو فرزند تھے۔ ایک کا نام شیخ نور اور دوسرے کا شیخ منصور تھا

دونوں صاحبزادگان جوان و صاحب فرزندوں تھے۔ فضلے الہی سے حضرت شیخ نور کا انتقال ہو گیا۔ حضرت پیر دستگیر نے خلافت و سجادگی شیخ منصور کو عنایت فرمائی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت شیخ منصور کا بھی وصال ہو گیا۔ وصال کے وقت آپ نے چودہ ماہ کا ایک فرزند چھوڑا۔ جن کا نام حضرت شاہ محمد رکھا گیا تھا۔ حضرت شیخ محمد کی والدہ ماجدہ کا پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اور سوائے آپ کے اب کوئی بنا سڑ میں سے حضرت پیر دستگیر کے باقی نہ رہا تھا غرض دریا منصور کی اس درمیتیم کی حضرت پیر دستگیر نے اپنے زیر نگرانی پرورش و پرورش کی اور تعلیم و تربیت فرمائی۔ جب حضرت شیخ محمد چودہ برس کے ہوئے تو ایک روز اس دعا گو (مصنف سیر الاقطاب) کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر حضرت پیر دستگیر اپنے سامنے ہی خلافت اور سجادہ اپنے بنیرہ کو عنایت فرمائیں تو کتنا اچھا ہو۔ اس سلسلے میں میں نے جس سے بھی مشورہ کیا۔ سمجھوں نے پسند کیا۔ چنانچہ ۱۲ محرم الحرام ۱۰۳۳ھ کو یہ غلام اور قاضی نظام ولد قاضی سالم کرانوی حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ملک سلیمان، افغان، جو پانی پت کے زمیندار اور اس خاندان عالی شان کے آباد اجداد سے مرید اور معتقد چلے آتے ہیں۔ بھی اس وقت خدمت اقدس میں موجود تھے۔ ہم سب لوگوں نے ملکر پیر زادہ شیخ محمد ولد شیخ منصور کی خلافت کے لئے درخواست کی۔ حکم ہوا کہ تم لوگوں کی درخواست قبول ہوئی۔ اس وقت جادو اور کل جو روند سعید ہے آؤ۔ جب رات ہوئی تو حضرت پیر دستگیر نے پیر زادہ کو حکم دیا کہ غسل کر کے آؤ۔ وہ چراغ خاندان جلالی جب غسل کر کے حجرہ میں آئے تو حضرت پیر دستگیر نے اسمائے الہی کی تلقین فرمائی۔ صبح کے وقت ہم لوگ پہنچے تو کئی من شیرینی لانے کا حکم ہوا۔ غلاموں نے حاضر خدمت کی جو فاتحہ کے بعد تقسیم کی گئی۔ پھر حضرت پیر زادہ کو بلا کر مرید بنایا کلاہ چہار تر کی اپنے سر سے اتار کر پہنایا اور قینچی چلائی۔ پھر دو رکعت نماز پڑھوانے کے بعد اپنا پیراہن جو پہنے ہوئے تھے اتار کر پیر زادہ کو پہنایا۔ تسبیح عنایت فرمائی اور استغفر اللہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ آخر میں حضرت شمس الاولیا کا عصا حضرت قطب ربانی کی تسبیح اور بزرگوں کا خرقة جو پشت در پشت چلا آ رہا تھا حوالہ کر کے فرمایا کہ پیراں چہار وہ خانوادہ سے جو کچھ نعمتیں مجھ کو ملی تھیں میں فرزند شیخ محمد کو عطا کر رہا ہوں۔ پھر حسب الحکم حضرت پیر زادہ چند دل پر سوار ہو کر مریداں اور خدام کے جلو میں حضرت شمس الاولیا شیخ شمس الدین ترک اور حضرت قطب ابدال شیخ شرف الدین بوعلی قلندر اور قطب الاقطاب مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا قدس اللہ اسرارہم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کر کے حضرت پیر دستگیر کی خدمت اقدس میں واپس ہوئے حضرت اقدس نے انکو اپنے سامنے بٹھلایا اور دیر تک روتے رہے پھر

ملک سلیمان کے چھوٹے لڑکے سعید خاں کو بلا کر پیر زادہ سے مرید کر دیا۔

حضرت اقدس کی خانقاہ میں ایک کنواں تھا جس کا پانی شور تھا۔ لوگوں نے حضرت سے اس کی خشکیت کی اسی دوران میں کمی کا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ سے ایک شخص تبرک لایا۔ حضرت نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کنواں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ انشاء اللہ اس کا پانی شیریں ہو جائے گا۔ اور وہی ہوا۔ اس کے بعد سے اس کا پانی شیریں اور میٹھا ہو گیا۔

وفات حضرت شیخ عبدالسلام شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ نے ایک سو پچیس برس سے زیادہ عمر پائی تھی ایک مرتبہ دانت لڑک کر پھر نکل آئے تھے۔ اور بال سفید ہو کر سیاہ ہوئے اور پھر سفید ہوئے۔ چنانچہ ایک شخص نے آپ کے بارے میں یہ اشعار کہے تھے۔

بساں اور میں عالم بگو کیست کہ باشد عمرش افزوں از صد و بیست

پس از صد سال دندان باز روئید چنین پیرے خدا میں هیچ کس دید

دو بارہ شد سیہ موئے سفیدش سفیدی داد دوبارہ نویدشش!

امام دہادی بر نادر پیوست کہ ہم پیر است وہم روشن ضمیر است

آپ کا وصال ۲۵ ماہ ربیع الاول روز چہار شنبہ ۱۰۳۳ھ کو ہوا۔ آپ کا مبارک حسب الحکم خانقاہ کے اندر بنایا

گیا (مصنف سیر الاقطاب) نے چند اشعار تاریخ وصال کے سلسلے میں نظم کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

در پائے کشف و کان کرامت ملک جود کوز فیض او گرفت جہاں عدم وجود

چشم و چشم رخ اہل جہاں راضیا فرود شیخ یگانہ سیر زمانہ کہ از نگاہ

تا از دولت چو سال وصالش بخوایم آمد مرا ز غیب ندا شیخ قطب بود

۱۰۳۳ھ

روضہ کی تعمیر حضرت اقدس کے وصال کے دو سال کئی ماہ بعد مسماۃ روشناسی صاحب سلطان نے جو حضرت پیر دستگیر کی مرید ہیں۔ روضہ مقدسہ کی تعمیر کیلئے فتح پور سیکری سے سنگ سرخ منگوایا۔ روضہ کی تعمیر بھی شروع ہی ہوئی تھی کہ ایک رات کو اس کے انجنیئر نے خواب دیکھا کہ حضرت پیر دستگیر اپنی تربت پر کھڑے فرما رہے ہیں کہ تم لوگوں کے بنیاد پر کرنے

کے درمیان ایک اینٹ صندوق کے تختہ پر گر گئی ہے اور تختہ توڑ کر میرے بائیں زانو پر پڑی ہوئی ہے۔ جلد ہی اس اینٹ کے ٹکڑے کو نکال کر ٹھیک کر دیا۔ صبح کے وقت انجینیئر نے روشنائی صاحبہ کے پاس جا کر رات کے خواب کی حقیقت بیان کی۔ روشنائی صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت پیر دستگیر نے جیسا خواب میں فرمایا ہے اسی کے مطابق کیا جائے کیونکہ وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ تمام اکابر شہر اور مریدوں نے جمع ہو کر صندوق کو کھولا تو بالکل خواب کے مطابق پایا۔ تابوت کے اوپر سے اینٹ کے ٹکڑے کو ہٹایا گیا۔ جسم سالم اور چہرہ منور تھا۔ جیسے کوئی خواب میں ہو۔ تمام حاضرین دنگ رہ گئے اور تسبیح و درود پڑھنے لگے۔ روئے نور کی زیارت کے بعد گلاب و عنبر جسم مبارک پر چھڑک کر اور فاتحہ پڑھ کر لوگوں نے مرقد مبارک کو درست کر کے پھر تعمیر کا کام شروع کیا۔ اور وہ روزہ مقدس آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حق سبحانہ تعالیٰ کی عنایت اور حضرت رسالت پناہ ہی کی مدد سے مجھے اس کتاب سیر الاقطاب کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی جسے میں نے ۱۳۶ھ میں لکھنا شروع کیا اور بفضل الہی محنت شاقہ کے بعد ۱۰۵۶ھ میں مکمل کی چنانچہ اس کی تاریخ اتمام یہ ہے۔

مرتب شد چو این بحمد معانی	بہ لطف ایزدانا و دادار!
شدم اندر پے تاریخ در فکر	نورح غیب تا گرد و چہ انظار
اگر چہ سالہا بروم سے رنج	ولے شد عاقبت دولت پدیدار
خدارا شکر گویم بے نہایت	کہ لطف او نمود انجام این کار
بدل تاریخ اتمامش چو جسم	ندا آمد سر اسر گنج اسرار

تمام شد

تذکرہ خواجگان پشاور

سیر الاقطاب

نقشبندی
اکبر